وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

الاحسن

دورۂ تفسیر نمبر

سرپرست اعلیٰ و مدیر اعلیٰ

شیخ التفسیر مولانا مفتی محمد زر ولی خان

الجامعۃ العربیۃ احسن العلوم

ہر سمت سے دیکھو گے طلبگار ستارے ❖ رمضان میں تفسیر بھی مطلوب سفر ہے

بیاد
امام العصر خاتم المحدثین فی الہند حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ
ماہنامہ
الاحسن کراچی
شعبان المعظم، رمضان المبارک، شوال المکرم
تذکرہ اسلاف اور علمی صحافتوں کا امین
مدیر اعلیٰ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی محمد زر ولی خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ
نائب مدیر محمد ہمایوں مغل
مجلس مشاورت
مولانا عبدالرشید انصاری
ترتیب و حروف بندی
قیمت -/100 روپے
رابطہ دار التصنیف و دفتر ماہنامہ الاحسن
الجامعۃ العربیۃ احسن العلوم
گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی پاکستان

احسن الترتیب

رہنما ذکر تو رہنما حسنی

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

آیات وصل بودہ ہمہ بہتر و برتر

آیات تو قرآن ہمہ ذاتی ہمہ گیری

خاتم المحدثین فی الہند امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ از نصف شعبان می شود ای دوستاں

ذوق او ہر گز نیابد بلبلاں در بوستاں

شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا عبدالہادی شاہ منصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

اکابرین امت کی تفسیری خدمات

حق تعالیٰ شانہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اس فانی زندگی میں ہم جیسے کمزوروں و ناتوانوں کو خیر و رشد کی توفیق اور اپنی بے کراں رحمت میں (۴۰) سال سے اپنی عظیم اور مقدس کتاب قرآن کریم کی تفسیر پڑھانے اور سال بھر بخاری اور ترمذی پڑھانے کی سعادت اور دولت سے مالا مال فرمایا

"رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضہ وادخلنی برحمتک فی عبادک الصلحین" (سورہ نمل ۱۹)

حق تعالیٰ کی توفیق اور شرف اعطاء ہے وہ عظیم کتاب جس کے ترجمہ و تفسیر کا اہم فریضہ ہندوستان

کارپردازان ترجمہ تفسیر نمبر نکال رہے ہیں اس لئے مزید تفصیلات وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

بس کنم خود زیرکاں را این بس است

حدود آرڈیننس اور حکومت وقت کی بے راہ روی

عبداللہ ابن مبارک نے کہا

وهل افسد الدين الا الملوک

واحبار سوء ورهبانها

ہے خرابی دین کی ان تین سے

شاہ ظالم، پیر جاہل، مولوی بے دین سے

ملک میں ارباب حکومت کی طرف سے حدود آرڈیننس میں ترمیم یا بعض حدود کی تنسیخ وغیرہ عنوانات سے بلا جھجک مسلمات اور اسلامی قوانین کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کی گئی۔ اور اپنے زمانے کے ایک نیک صالح حکمران جس نے دین کے تحفظ اور ملک کی سربلندی کے لئے اس وقت کے اکابر علماء کی مشاورت سے اپنے خصوصی اختیارات کے ذریعے حدود آرڈیننس کو تحفظ دیا تھا اس کے خلاف ہر کارو حکم کے کلمات اور دنیا پرستی اقتدار کے مغربی آقاؤں سے سستی شہرت اور مطلوبہ انعام و اکرام کی خاطر یہ سب کچھ ہرزہ سرائیاں کی جارہی ہیں "قل متاع الدنيا قليل والآخرة خير لمن اتقى" حق تعالی نے سچ فرمایا ہے "ان الملوک اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة وكذلک يفعلون" (سورہ نمل ۳۴)

ولنعم ما قال حکیم شیرازی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت   رفت و منزل بدیگرے پرداخت

واں دگر پخت ہم چنیں ہوسے   ویں عمارت بسر نبرد کسے

علماء حق آگے آئے اور انہوں نے وراثت انبیاء کے فریضے کا منصب بروقت ادا کیا اور مجریہ علماء کی بہت

سے ایک پریشان کن فضا بنے گی۔ گو حکومت نے اپنی سیاسی تدبیر و تحریکین القبائلی کی اتحادی سے اپنے بعض حلیفوں کو پہلے سے راضی کر لیا

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

مگر پھر بھی سیاسی ناراضی جماعتوں میں اور بلوچستان جو کہ ملک کا ایک مقتدر صوبہ ہے اور پاکستان سے جڑا ایک مضبوط ہاتھ ہے۔ اس میں سراسیمگی پھیلی اس پر سیاسی اور حکومتی تبصرے بھی ہو چکے ہیں اور بظاہر حالات بھی معمول پر آگئے۔ مگر حکومت کو جن اہداف کے لئے اقدام کرنا پڑا شاید ان کی کامیابی میں انہیں بجائے فائدہ پہنچنے کے زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ جب ملک میں مقتدر عدالتیں موجود ہیں اور ان سے ظالم کے خلاف مظلوم کی فریادرسی کے لئے بروقت مناسب فیصلے صادر کئے جاتے ہیں تو فوجی چڑھائی یا دیگر طاقت آزمائی سے پہلے اگر اعلیٰ عدالت ناپسندیدہ افراد کے خلاف اپنے فیصلے صادر کرتی اور ان کو منوانے کے لئے حکومت کو طاقت استعمال کرنے کی ضرورت پیش آتی تو جمہوری نظام سے یہ بھی تعبیر ایک جائز اقدام ہوتا اور حکومت کی ملک میں اور بیرونی دنیا میں بدنامی کم اور نیک نامی زیادہ ہوتی مگر آمریت مداحوں کی اور مخالفت کرنا جمہوریت پسندوں کی نصیب ہو جاتی۔ عقلمندوں نے کہا ہے کہ "جب گڑ کھانے سے کام چل سکتا ہے تو زہر دینے کی کیا حاجت تھی"۔ اللہ رب العالمین ملک وملت کی حفاظت اور تمام صوبوں میں امن کے قیام خاص طور پر صوبہ سرحد و بلوچستان میں بہتر فضا قائم فرمائے اور سب اقوام اور سیاسی زعماء اور ملک کے راہنماؤں کو رنجش دور کرنے اور آپس میں شیر و شکر ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

حضرت مفتی صاحب کا دورۂ تفسیر، میری آنکھوں دیکھا حال

مولانا پروفیسر مزمل حسین صاحب مدظلہ

سن ۱۹۹۱ء کی بات ہے ہماری زیر تعمیر مسجد کے صحن میں ایک عالم دین نے نہایت خوش الحانی سے قرأت میں نماز پڑھائی۔ عشاء کی نماز سے فراغت پر میں دیکھتا ہوں کہ ایک پُروقار پُرنور سرخ و سفید نوجوان جن کی روشن آنکھوں سے ذہانت و متانت جھلکتی ہے مصلیٰ پر تشریف فرما ہیں انہوں نے درس قرآن دیا۔ یہ میری اپنی زندگی میں پہلی بار ایسا فصیح و بلیغ درس تھا جس میں باقاعدہ عربی و فارسی عبارات، مصنفین کے نام اور کتابوں کے حوالے مع جلد نمبر صفحہ نمبر کے ساتھ دیئے گئے تھے۔ انداز ایسا دلنشین و دلربا تھا کہ میں مسحور ہو گیا۔ درس کے اختتام پر سب نمازیوں نے ان سے مصافحہ کیا اور مجھے بھی مصافحے اور تعارف کی سعادت حاصل ہوئی۔

یہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب تھے اور یہاں سے میری پہلی ملاقات کا منظر تھا۔

چند روز گزرنے کے بعد میں نے حضرت والا کی خدمت میں درخواست کی کہ میں آپ سے مستقل طور پر قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں کیا آپ کو منظور نہیں ہے؟ حضرت نے درخواست قبول فرمائی۔ میں نے پوچھا کہ نذرانہ کیا ہوگی؟ فرمایا کوئی شرط نہیں، ہم نے اپنے بزرگوں سے بلا خرچ کے

فاضل دیوبند ہیں ان کے اس تعارف سے میں روز اول ہی سے اہل دیوبند کا گرویدہ ہو گیا۔ اوران کے رنگ میں رنگ گیا "صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ونحن له عٰبدون"

"میں نے قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر حضرت مولانا عبدالحنان صاحب مدظلہ العالی سے پڑھا ہے اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ روزانہ فجر کی نماز تک ان کی ہاں پڑھتا تھا اور فجر کی نماز کی تیاری کیلئے میرے شوق اور وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ بار بار رات کو آنکھ کھلتی تھی۔ فجر کی نماز میں الحمدللہ میرا کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب روح المعانی، تفسیر حقانی اور معارف القرآن ان دنوں مطالعہ فرماتے تھے اور مجھ سے نماز میں بھی پڑھواتے تھے"۔

حضرت نے مزید فرمایا "حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ دو حضرات میری زندگی میں نہ آتے تو میں ایک عام سا مولوی ہوتا۔ میں نے عزائم کی بلندی اور علم کتنی ان دونوں بزرگوں کی بابرکت صحبت سے سیکھی ہے"

"جب یہ عاجز اپنے ان دو بزرگوں کے حکم پر تیموٹاؤن (حال جوری ٹاؤن) میں داخل ہوا تو ریحان حسن نقوی کے نام سے ایک بزرگ قرآن پاک پڑھنے میں میرے شاگرد ہوئے۔ انہوں نے تفسیر روح المعانی ملتان سے منگوا کر اول ۱۸ پارے پھر ۱۲ پارے مجھے دیئے۔ وہ نسخہ اعلیٰ طریقہ سے جلد کرلیا گیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی صاحبؒ کی مسجد جیکب لائن کے پیچھے ایک چھوٹی سی مسجد میں بنوں کوہاٹ کا ایک جلد ساز اخوندزادہ نامی رہا تا تھا یہ جلد سازی کا امام تھا۔ انہوں نے روح المعانی کے تیس پارے آٹھ جلدوں میں مجھے تیار کر کے دیئے جس پر روح المعانی اور اس عاجز کا نام سنہری حروف سے لکھا ہوا تھا جو آج تک میرے پاس موجود ہے۔ یہ نسخہ مجھے بہت محبوب ہے اور میں ہمیشہ اسے نمایاں جگہ پر آراستہ کر کے رکھتا ہوں۔ تیموٹاؤن کے تعلیمی دورانیے میں میں نے علمی تفسیر میں جلالین حضرت مولانا بدیع الزمان صاحب اور حضرت مولانا ادریس میرٹھی صاحب سے پڑھی اور بخاری شریف کی کتاب التفسیر حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی صاحب سے پڑھیں"۔

حضرت والا کے درس کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس میں علماء سلف وخلف کا جامع تعارف بالخصوص

کے مقامات خوب واضح ہوجاتے تھے درس کے اختتام پر میں سبق کی شکل میں حضرت کو ترجمہ سناتا جہاں غلطی کرتا وہاں میری تصحیح کردی جاتی اور پھر میرے بعد اسی طرح طلبہ یک سناتے تھے۔

۱۹۷۷ء میں محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کا وصال ہوا۔اس وقت تک حضرت مولانا نے بخاری شریف کے صرف (۱۳) اسباق اُن سے پڑھے تھے۔موت العالم موت العالَم کا منظر تھا۔میں نے اس موقع پر دیکھا کہ وہ نماز جنازہ کے بعد اس جدائی پر انتہائی غمگین ہیں اور اشک سیلِ رواں کی طرح جاری ہیں۔سانحہ وفات کے اس موقع پر حضرت والا کے استاد محترم حضرت مولانا لطف اللہ جہانگیروی تعزیت کیلئے نیو ٹاؤن (حال بنوری ٹاؤن) تشریف لائے اور چند روز حضرت والا کے حجرہ میں قیام فرمایا اور درسِ قرآن کی نشست سے محظوظ ہوئے۔حضرت مولانا لطف اللہ صاحب نے درسِ قرآن پر تبصرہ فرمایا کہ "یا میرے والد مولانا عبدالحق صاحب مرحوم نے دہلی میں ایسا زوردار اور پُرتاثیر درس دیا، دوسرا اتفاق ثانی میں نے آج تمہارے ہاں دیکھا ہے۔اصلی کام تو عوام کو قرآن سے آگاہ کرنا ہے افسوس کہ بڑے علماء منبر و محراب سے دور ہیں۔عوام کی ان تک رسائی نہیں۔اور جن کا عوام سے بالعموم رابطہ ہے اُن سے اصلاح کا کام مشکل ہے"۔

حضرت والا نے فرمایا کہ" حضرت مولانا لطف اللہ صاحب بہت بڑے مفسر قرآن ہیں پشتو زبان میں "قدوۃ القرآن" لکھا ہے جس میں بامحاورہ اور پشتو کے اعلیٰ معیار پر ترجمہ ہوا ہے۔وہ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری کے اجلہ تلامذہ میں سے ہیں۔اور دورۂ حدیث کے سال تمام کتب میں اول آئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں حسنِ صورت حسنِ سیرت اور حسن ادائیگی کے اعلیٰ جواہر سے نوازا ہے۔مجھ عاجز کو انہوں نے دینی کتب اور عربی ادب بے پناہ محبت اور کمال شفقت سے پڑھائی ہیں جس کی برکت سے تحصیل علم میرے لئے سہل ہوگئی۔میری والدہ محترمہ نے حضرت مولانا فضل علی مرحوم سے تقریباً بارہ سال علمی استفادہ فرمایا تھا۔وہ جب بھی میرے اساتذہ کرام یعنی حضرت مولانا لطف اللہ صاحب اور حضرت مولانا عبدالحنان صاحب کا ذکر خیر فرماتیں تو بڑے بھرے لفظوں سے یہ ضرور فرماتی تھیں کہ یہ حضرات

حضرت والا بغیر انکار کے انتہائی خوشدلی اور خندہ پیشانی سے اس کی پیاس بجھاتے۔

ابتداء میں حضرت والا کے ساتھ حضرت مولانا شبیر صاحب جو کہ اب مکہ مکرمہ میں مدرس ہیں بھی تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔اسی دوران ۱۹۸۰ء میں مولانا سید صبا احسن مرحوم تشریف لائے اور ان کے بعد شیخ سعید الزمان خان (شیخ صاحب) آئے۔ میں اور یہ سب حضرات اولی کی ابتدائی کلاس تھی۔ہمارے بعد برادرم منصور الرحمن تشریف لائے جو آجکل مدرسہ کے روح رواں ہیں۔

اس دوران حضرت والا انتہائی انہماک، بشاشت قلب اور خندہ پیشانی کا مظاہرہ فرماتے اور بڑے بسط اور تسلی کیساتھ درس دیتے۔حضرت کے درسیات میں کمال چاشنی، احاطۂ علوم، رجال دین کا تعارف اور اسلامی عظمت اور جامعیت کی پوری ترجمانی ہوتی ۔

حضرت والا کو شعر وسخن پر بھی کمال عبور حاصل ہے اور جابجا موضوع کے اعتبار سے، اُردو، عربی، فارسی اور پشتو کے ایسے اشعار پڑھتے ہیں کہ اس کا بیان مشکل ہے۔

۱۹۸۰ء میں حضرت والا نے مشکوۃ شریف کا درس شروع فرمایا جس میں اولاً میں مولانا صبا احسن مرحوم اور محمد حسین (قبلہ) اور صوفی عبدالحمید صاحب (امام حادی مارکیٹ ناظم آباد) شریک تھے۔جس جگہ موجودہ دارالحدیث ہے اسی جگہ مشکوۃ شریف کا درس بہت عالیشان طریقہ سے شروع ہوا۔درس حدیث کے دوران ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم سب مدینہ منورہ میں ہیں اور انوارات برس رہے ہیں۔

اسی دوران ۱۹۸۰ء میں مشہور زمانہ بزرگ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب شفاھم اللہ شفاء عاجلہ بھی تشریف لائے اور حضرت والا کے درس سے بہت متاثر ہوئے اور بعد میں باقاعدہ درس میں شریک رہے۔حضرت حکیم صاحب حضرت مفتی صاحب کے علم کی انتہائی قدردانی فرماتے اور حضرت مفتی صاحب کے مشکوۃ کے درسیات میں شرکت بہت شوق سے فرماتے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت حکیم صاحب موصوف کی درخواست پر حضرت مفتی صاحب نے روح المعانی کا درس شروع کیا جو بڑے آب وتاب کیساتھ پڑھائی جاتی تھی۔حضرت حکیم صاحب خود فرماتے

سعادات حنفیہ اور اکابر علماء دیوبند جو کہ حقیقی اہلسنت والجماعت اور طائفہ منصورہ ہے کا ایسا کامل تعارف اور ترجمانی فرماتے کہ درس میں شریک تمام افراد انتہائی محظوظ ہوتے۔ حضرت اپنے درس میں امام العصر خاتمۃ المحدثین فقیہ الہند حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ، اور فقیہ الامت مفتی اعظم اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ اور دیگر اکابرین کا والہانہ تذکرہ فرماتے تھے۔

یہ درس چار سال تک جاری رہا اختتام کے موقع پر ایک شاندار تقریب کا انعقاد کیا گیا جس میں فقیہ وقت مفتی زمانہ اور اپنے دور کے اورنگزیب بادشاہ اور حضرت مفتی صاحب کے محسن اور مشفق استاذ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے اور انہوں نے بعد نماز جمعہ شرکاء تفسیر جن کی تعداد اس وقت تک تقریباً سو (۱۰۰) کے قریب ہو چکی تھی کی دستار بندی فرمائی اور سب کو تفسیر عثمانی ہدیہ میں دی گئی۔

اس موقع پر حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا کہ :

”مولانا کے اس درس تفسیر کی میرے علم کے مطابق پورے پاکستان میں کوئی نظیر نہیں ہے“

یہ سلسلہ اس طرح جاری رہا، کچھ عرصہ بعد کچھ افراد نے حضرت مفتی صاحب سے گزارش کی کہ ہمارے لئے صبح کے علاوہ کوئی دوسرا وقت مقرر فرمائیں۔ حضرت والا نے ان کا شوق دیکھتے ہوئے ان کیلئے بعد نماز عصر درس کا اہتمام فرمایا۔ اس درس کے سرخیل سید معظم علی تھے جو آج کل امریکہ میں انجینئر ہیں۔

اسی دوران بعد نماز عشاء بھی درس کا آغاز ہوا جس میں فقہ کی مشہور اور اساسی کتب ”نور الایضاح، قدوری اور ہدایہ“ کے کچھ حصے حضرت والا ترتیب وار پڑھایا کرتے تھے اسی کیساتھ شمس الدین ذہبیؒ کی شہرۂ آفاق کتاب ”الطب النبوی“ کا درس بھی دیتے تھے۔ دیگر کتب میں ”وصایا امام اعظمؒ اور گلستان“ بھی شامل تھی جو کہ حضرت والا سے اکیلے ہی پڑھا کرتا تھا۔

۱۹۹۱ء میں جامعہ عربیہ احسن العلوم کی باقاعدہ بنیاد رکھی گئی اور ابتدائی درجات شروع ہوئے۔ ابتداء میں تمام کتب حضرت والا انفرادی طور پر خود پڑھایا کرتے تھے۔ جو جس کتاب کو پڑھنا چاہتا

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خانصاحب کا دورۂ تفسیر قرآن اکابر علماء حق کے روحانی وعلمی فیضان کا سرچشمہ ہے

مولانا عبدالرشید انصاری (مدیر ماہنامہ نور علیٰ نور)

ماہِ رمضان المبارک جشن نزول قرآن کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں تلاوت قرآن اور علوم قرآن کے ابلاغ وتفسیر وسنت وشریعت کے اتباع اور اعمال صالحہ کی ایسی برسات اور بہار چھا جاتی ہے کہ پورے سال کی پیاسی نیک روحیں سیراب ہوتی ہیں اور بے قرار دل قرار پا جاتے ہیں۔ اس وقت قرآنی علوم اور معارف کی تدریس وتعلیم کا ایمان پرور سرچشمہ جامعہ عربیہ احسن العلوم بلاک ۲ گلشن اقبال کراچی میں جاری ہے جس سے ہزاروں مرد وخواتین مستفید ہو رہے ہیں۔ اس خصوصی درس قرآن کا آغاز پندرہ (۱۵) شعبان المعظم کو ہوا جو انشاء اللہ پچیس (۲۵) یا ستائیس (۲۷) رمضان تک جاری رہے گا۔

جامعہ عربیہ احسن العلوم کے بانی ورئیس اور مہتمم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان زید مجدہ نے دورۂ تفسیر قرآن کا یہ مبارک سلسلہ اکابر اہل حق کے طریق پر انیس (۱۹) سال سے شروع کر رکھا ہے جو روز بروز قبولیت پذیر ہے۔ حضرت مفتی صاحب کا درس قرآن امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حسین مرقع ہے، ان کے درس میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ اور حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے علوم کی مہک محسوس ہوتی ہے، اس لئے نہ صرف کراچی میں بلکہ پورے ملک سے شائقین علوم قرآن ان کے درس میں کھنچے چلے آتے ہیں۔

تھے کہ لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ آپ ایک نوجوان کے درس میں شرکت کرتے ہیں تو میں ان کو ایک جواب نثر میں دیتا ہوں اور وہ یہ کہ ان کا علم قدیم ہے اور دوسرا جواب نظم میں دیتا ہوں اور وہ یہ کہ

دن میں سو سو بار وہاں جانا پڑے
کوئی دیوانہ کہے یا سودائی سمجھے

یہ علمی سفر اسی طرح جاری رہا اور ۱۹۸۹ء میں باقاعدہ دورۂ تفسیر کا آغاز ہوا اسی سال ابتداء میں جامعہ میں باقاعدہ دارالحدیث قائم ہوا اور دورۂ حدیث کا آغاز ہوا اور دورۂ تفسیر کی اس نشست میں شرکاء کی تعداد جس میں علماء اور طلباء اور عوام الناس کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے ۴۰۰ کے قریب تھی۔ یہ تعداد آج ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔

الحمدللہ اس درس کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ پردہ نشین خواتین اور طالبات مدرسۃ البنات میں مکمل درس قرآن سنتی ہیں اور ان سے بھی باقاعدہ امتحان لیا جاتا ہے اور کامیاب طالبات کو اسناد بھی دی جاتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کئی طالبات فاضلات ہو کر حضرت والا کے مشن کا خواتین میں آگے بڑھا رہی ہیں۔

ابتداء سے ہی درس میں شریک مختلف مدارس کے مستحق طلباء کیلئے قیام وطعام ودیگر ضروری اشیاء کا انتظام جامعہ کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ اور درس میں شریک تمام افراد کو جامعہ کی طرف سے قرآن کریم ہدیہ دیا جاتا ہے اور اختتام پر باقاعدہ شرکاء دورۂ تفسیر کا امتحان لیا جاتا ہے اور کامیاب طلبہ اور شرکاء کو اسناد دی جاتی ہیں۔ مستحق طلباء میں انعامی رقوم، جوڑے اور مختلف کتابیں تقسیم ہوتی ہیں۔

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

جامعہ عربیہ احسن العلوم میں دورۂ تفسیر کا انعقاد

مولانا سہیل احمد صاحب
ناظم تعلیمات جامعہ احسن العلوم

ان ھذالقرآن یھدی للتی ھی اقوم ویبشّر المؤ منین الذین یعملون الصّٰلحٰت ان لھم اجرا کبیراً O (بنی اسرائیل آیت ۹)

قرآن کریم تمام انسانیت کیلئے رشدوھدایت اور نجات کا ایک ذریعہ اور وسیلہ بنا کر اتارا گیا ہے۔ جو کہ ایک مکمل ضابطۂ اخلاق اور عملی زندگی کیلئے ایک کامل راہنما ہے۔ قرآن کا نزول سرور کونین رحمۃ اللعالمین خاتم المرسلین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر بصورت وحی ہوا اور آنحضرت ﷺ سے بذریعہ تلاوت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین تک پہنچا اور صحابہ کرام نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیکر اپنے سینوں میں جگہ دیکر محفوظ کیا اور یہ وہ دور تھا کہ جب قرآن سمجھانے کیلئے آنحضرت ﷺ کی ذات موجود تھی اور قرآن کے سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں تھی۔

لیکن جیسے ہی سرور کونین ﷺ نے اس دار فانی سے حجاب فرمایا اور آہستہ آہستہ صحابہ کرام بھی اس دنیا کو خیرآباد کہتے گئے تو قرآن کے ضیاع کے اندیشے کے پیش نظر حضرت عثمانؓ کے دور میں قرآن کو ایک مصحف کے شکل میں جمع کیا گیا اور پھر صدی بصدی قرآن آگے بڑھتا گیا اس کو سمجھنے کیلئے مفسرین کرام نے تفاسیر مرتب کئے قرآن کا اصل روح سمجھنے کیلئے درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہوا۔

مفسر قرآن محدث دوراں حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب ساڑھے چھ گھنٹے درس قرآن کریم ارشاد فرماتے ہیں۔ درمیان میں طالبان قرآن کی سہولت اور انہیں تازہ دم کرنے کیلئے پندرہ منٹ کا وقفہ ہوتا ہے جس میں جامعہ کی طرف سے تمام شرکاء کے لئے بہترین چائے کا اہتمام کیا جاتا ہے جو کہ احسن العلوم کا خاصہ ہے۔ اس کے علاوہ پورا وقت حضرت مفتی صاحب کا درس جاری رہتا ہے۔ جامعہ عربیہ احسن العلوم کی مسجد میں دورۂ تفسیر قرآن کے شرکاء کا روزانہ عظیم اجتماع دیکھ کر قرون اولیٰ کے آئمہ و مجتہدین کرام کے اجتماعات کی یاد تازہ ہوتی ہے کہ امام غزالی، امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے درس کی کیا شان ہوتی ہوگی۔

بہر کیف ماضی قریب میں شیخ التفسیر امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ نے اپنے عہد مبارک میں دورہ ہائے تفسیر قرآن کے جو سلسلے قائم کئے تھے حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان کے دورۂ تفسیر نے ان کے خلاء کو پورا کردیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے درس قرآن میں ان اکابر اہل حق کی صاف گوئی لب ولہجہ کی سادگی اور علوم ومعارف کے وقار کی پوری جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے دورۂ تفسیر قرآن میں صرف دینی مدارس کے طلباء ہی شریک نہیں ہوتے بلکہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء اور اساتذہ، فارغ التحصیل علماء اور تعلیم یافتہ تاجر، وکلاء حضرات بھی فیضیاب ہورہے ہیں

حضرت مفتی صاحب کا یہ منفرد عظیم الشان درس قرآن

براہ راست سننے کیلئے URL:www.ahsanululoom.com پر نشر ہوتا ہے۔

www.paltalk کے گروپ Language By کی "انڈیا پاکستان" کیٹگری کے روم @@@

@@@The Defenders of Islam کو وزٹ کریں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

زیادہ رکھا اپنی طرف اُٹھنے والی انگلی برداشت کی مگر قرآن کے خلاف حرکت کرنے والی زبان کاٹ ڈالنے تک آرام سے نہیں بیٹھے، اہل حق کے مفسرین کرام دنیا و مافیہا سے بے خبر اور کلام اللہ کی تفسیر و تحقیق اور اس کے فیوض عوام و خواص تک پہنچانے میں مگن رہیں۔

قرآن کریم کے تفاسیر و تراجم کا جہاں تک تصنیف کا سلسلہ نکلا تو وہیں اس کلام کو سمجھنے اور سمجھانے کا ایک اور طریقہ جو کہ درس و تدریس کے شکل میں تھا نمودار ہوا جس سے خاص و عام چھوٹا بڑا امرد، زن غرض ہر کوئی فیض یاب ہو سکتا ہے ہر کسی کو اس میں شرکت کا موقع میسر ہوتا ہے جس کیلئے کوئی شرط اور کوئی قید نہیں ہوتی۔ قرآن کی تفسیر عام کرنے اور اس کا فیض ہر کسی تک پہنچانے کیلئے علماء کرام نے کئی طریقے وضع کئے اور اپنی انتھک محنت و کوشش کے بعد علماء مفسرین نے قرآن کریم کے بحر بیکراں میں سے ایسے موتی اور لعل و جواہر عوام الناس کے جھولیوں میں رکھے کہ جن سے خواص تو خواص عوام نے بھی با آسانی و با سہولت استفادہ کیا۔ اور ساتھ میں قرآن کا یہ معجزہ سامنے آیا کہ جتنا تفسیر کے بارے میں کسی کو علم نصیب ہوا اتنے ہی قرآن سے علوم و اسرار کے اور چشمے پھوٹتے ہوئے نظر آئے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر پرانی نہیں ہوتی جتنا اس کو پڑھا جاتا ہے اتنا ہی اس میں جدت آتا ہے اور تازگی آتی ہے جس کی وجہ سے علم تفسیر پڑھنے والے کو تھکن محسوس نہیں ہوتی ہے اور جس نے تفسیر سے متعلق جتنا علم حاصل کیا اس کی پیاس بجھی نہیں بلکہ مزید بڑھتی چلی جاتی ہے جو جتنا اخلاص و للہیت کے ساتھ اس کے گہرائی میں گیا اس کو اتنے ہی جواہر ہاتھ آئے۔

علم تفسیر کی وسیع میدان کے شہسواروں میں سے جہاں شیخ التفسیر مولانا حسین علیؒ صاحب مولانا محمد طاہر پنج پیریؒ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے نام آتے ہیں تو وہاں پر شیخ التفسیر والحدیث مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا نام بھی آسمان پر ایک جگمگاتے ستارے کی مانند ہے۔

جس ہستی نے فتنوں کے اس دور افتادہ دور میں صحیح طور پر تفسیر کا حق ادا کر کے عوام الناس کو قرآن کریم کی تعلیم سے روشناس کرایا۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے سال بھر کے دس مہینے قال اللہ

ہر دور میں قرآن کے متون کی حفاظت تو حفاظ کرام کے ذریعے رہی اور رموز واسرار کی حفاظت اور ان کا صحیح معنوں میں بیان و پرچار حق کی تشریح اور باطل کا قلع قمع مفسرین کرام اور علماء عظام کے بدولت ممکن رہا ہے۔

اگرچہ قرآن کے حفاظت کا خود اللہ رب العزت نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" مگر اس کا ذریعہ انسان ہی رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں قرآن تحریف سے پاک رہا ہے اور جس کسی نے معنوی تحریف کرنے کی جرأت کی تو علماء حضرات نے ان کی تردید اور ان کا پیچھا کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی اور قرآن کریم ایک ایسا کتاب ہے کہ جس کا سمجھنا اور اس کا منشاء جاننا بغیر کسی محقق اور مدقق اور کہنہ مشق عالم و مفسر کا درس سننے کے بغیر شائد ممکن نہ ہو، قرآن کا اصل روح سمجھنا اور اس کے اسرار اور رموز سے خود آگاہ ہونا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دینا کسی پروفیسر یا کالجیٹ ڈاکٹر کے بس کی بات نہیں ہے۔

اور حدیث شریف میں اس شخص کے بارے میں وعید آئی ہے "من فسر القرآن برأیہ واصاب فقد اخطأ ومن فسر القرآن برأیہ واخطأ فقد کفر"

کہ جو اپنے فہم اور منشاء کے مطابق قرآن کے کسی لفظ کی تفسیر کرتا ہے اور اس کی معنی بتلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین کرام اور علماء طلبۂ قرآن کریم اور تراجم میں حتی الامکان احتیاط برتنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کہیں حدیث کے وعید میں نہ آجائیں اسی وعید سے بچتے ہوئے مفسرین کرام نے قرآن کے ہزاروں تفاسیر لکھے قرآن کے تفاسیر سے مکتبے بھر دیے گئے لاکھوں دلوں کو نور کی ضیا بخشی لاکھوں بھٹکے ہوئے انسانوں کو توحید سے آشنا آراستہ کیا مفسرین اور علماء کرام کے تحقیق سے بدعتیوں اور باطل فرقوں کے کالے کرتوتوں کے پردے چاک ہوئے۔

قرآن کے اس تفسیری خدمت کیلئے مفسرین عظام نے اپنے دن رات ایک کر دیے، گرمی، سردی کا لحاظ نہ رکھا نرم وخت کو اپنے مزاج پر حاوی نہ ہونے دیا اپنے اہل وعیال سے تعلق کم مگر کلام اللہ سے تعلق

وقال رسول اللہ کے درس وتدریس میں گزرتے ہیں تو سال کے باقی ماندہ دو مہینے بھی آرام اور چین سے نہیں بیٹھتے بلکہ عوام اور خواص سب کے فائدے کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے آپ نے دورہ تفسیر رکھا جس سے ہر کوئی استفادہ کرسکتا ہے چھوٹا ہو، بڑا ہو جوان ہو یا بوڑھا ہو غرض ہر قسم کے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں چاہے وہ جس فیلڈ سے بھی تعلق رکھتا ہو مدرسے کا طالب علم ہو یا کالج کا سٹوڈنٹ ہو ڈاکٹر ہو یا تاجر ہو پروفیسر ہو یا کاریگر غرض ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والا ان دو مہینوں کو ضائع نہیں ہونے دیتا اپنے ایمان کو تازہ کرنے اپنے عقیدے کی تصحیح باطل کے رد میں دلائل اور مواد جمع کرنے اور قرآن سمجھنے کی خاطر ہزاروں لوگ گلشن اقبال میں واقع جامعہ عربیہ احسن العلوم کا رخ کرتے ہیں جہاں پر حضرت شیخ التفسیر کا دورہ تفسیر اپنے خاص آن وشان کے ساتھ جاری رہتا ہے اور حضرت خود جامعہ کے بانی ومؤسس ہیں۔

ہزاروں لوگ پورا سال ان دو مہینوں کے انتظار میں رہتے ہیں اور حضرت شیخ التفسیر والحدیث کے اپنے خصوصی انداز، شیریں گفتار، حسین لہجہ اور مدلل بیان کے ساتھ درس تفسیر سننے کا تڑپ اور ولولہ دلوں میں رکھتے ہوئے ہوتے ہیں اور وقت آنے پر سینکڑوں میل کا سفر کرکے حضرت مفتی صاحب کے خدمت میں حاضر ہونے کیلئے گلشن اقبال پہنچ جاتے ہیں اور ان دو مہینوں کا نظارہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے کہ پورا گلشن اقبال توحید والسنۃ کے پروانوں سے سجا اور بھرا رہتا ہے۔

واقعتاً یہ حضرت کے اعلیٰ کاوشوں کا ہی نعم البدل ہے اور یہ حضرت کے بہترین جدوجہد اور شدید محنت ہی کا نتیجہ ہے کہ حضرت کے اس مختصر دور امامت نے علاقہ گلشن اقبال کو حقیقت میں توحید والسنۃ کا گلشن بنادیا، ایسے موقع پر حضرت شیخ التفسیر والحدیث کا یہ شعر ہمیشہ سماعت کے پردوں سے ٹکراتا رہے گا۔

رشک نہ کرنا میری راحتوں پہ آج تم

ایک دور گزار آیا ہوں میں درد وستم کا

حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا تفسیری طرز وانداز تبلیغ وحدانیت، تشریح حق، رد باطل اور اسرار ورموز کی تفصیل

اگرچہ شیخ القرآن حضرت مولانا حسین علیؒ، شیخ القرآن مولانا طاہر پنج پیریؒ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے اسلوب وطریق پر ہے لیکن حضرت کا فقہی نہج اور تشریح مسئلہ عقائد ونظریات علماء دیو بند فقیہ الزمان حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید علامہ محمد یوسف البنوریؒ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، فقیہ العصر محدث اعظمؒ حضرت مولانا مفتی محمودؒ، اور قاطع الشرک وبدعت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم کے اسلوب اور انداز بیان پر ہوتا ہے۔

حضرت شیخ التفسیر والحدیث کے دورۂ تفسیر کی مقبولیت اور کامیابی وکامرانی کا راز یہی اپنے اکابرین کے عین نقش قدم پر چلنے میں مضمر ہے اور ساتھ میں حضرت مفتی صاحب کا اخلاص اور خالص نیت وفکر خلق اللہ کارفرما ہیں۔

حضرت شیخ التفسیر کا دورہ تفسیر شرک وبدعت کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کرنے والا ہوتا ہے جس میں حضرت بدعت اور بدعقیوں اور غلط رسوم کا ان کے بنیادوں تک پیچھا کرتے ہوئے عوام کو آگاہ کرتے ہیں۔ حضرت شیخ التفسیر ہر دعوی پر دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں حضرت کا دورہ تفسیر عام رسمی دورۂ تفسیر نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ ایک حقیقی دورۂ تفسیر ہوتا ہے جس میں ہر علم کے پیاسے کو اپنے پیاس بجھانے کی مداوی ملتی ہے۔

حضرت شیخ التفسیر والحدیث کا فیض پورے پاکستان میں بذریعہ سی ڈیز وکیسٹ جاری رہتا ہے اور پوری دنیا میں بذریعہ انٹرنیٹ دین اور مذہب کے بارے میں معلومات کے شوق والے حضرت کے نصائح سے استفادہ کرتے ہیں۔

غرض کچھ وہ خوش نصیب ہوتے ہیں کہ جو دنیا کے تمام مشاغل ترک کر کے حضرت اقدس کے خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں درس تفسیر سننے کیلئے ۔ اور کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو اعذار کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے ہیں تو وہ پھر کیسٹز سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعض وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو بہت ہی زیادہ دور ہونے کی وجہ سے انٹرنیٹ کے ذریعہ سے استفادہ کرتے ہیں اور تبلیغ دین واشاعت میں تحریکی

صدراول کے طبقات مفسرین

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''ولا یاتونک بمثل الا جئنک بالحق واحسن تفسیرا''(الفرقان آیت ۳۳)ترجمہ''اور یہ لوگ نہیں آتے ہیں آپ کے پاس کوئی پیچیدہ سوال لیکر مگر ہم لے آتے ہیں دوٹوک جواب اور بہترین تفسیر۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ نے قرآ ن کریم کے بعض مقامات کی تفسیر خود فرمائی' مثلاً حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے''ولا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً وایای فاتقون'' (بقرہ) اس کی تفسیر''فویل للذین یکتبون الکتٰب بأیدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ لیشتروا بہ''(بقرہ)

اس آیت سے حکم نا معلوم تھا کہ مصداق آیت کا کونسا طبقہ ہے، اس دوسری آیت میں وضاحت کر دی گئی کہ جو لوگ دین میں تحریف کرتے ہیں اور اغراض دنیا کیلئے غلط مسائل بتاتے ہیں یہ وعید ان کیلئے ہیں۔

مثال ۲۔''یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ''(سورہ نساء آیت ۵۹)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بعد اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اولوالامر کی تفسیر میں مفسر اعظم ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر جس کو حافظ ابن تیمیہ مرحوم اصل التفسیر اور امام التفسیر کہا کرتے تھے (دیکھئے منہاج السنۃ) نے متعدد اقوال نقل کئے تھے مثلاً شیخین، خلفائے راشدین ،حضرات صحابہؓ اور فقہاء کرام اور حکمرانان اسلام وغیرہ ،لیکن اولوالامر سے مراد دین کا وہ طبقہ ہے جن کا علم

دنیا میں حضرت نے ماھنامہ "الاحسن" کا اجرا کروایا۔

یہ سارے وہ اقدامات ہیں کہ جس سے حضرت کے اخلاص اور تبلیغ دین کی تڑپ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت نے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد کیلئے توحید کی آواز اور شفق کی گرج پہنچانے کیلئے ساماں تیار کیا ہوا ہے۔ اور اس کا اندازہ دورۂ تفسیر کے آج تک اپنے وقت مقررہ پر پابندی سے ہوتا ہے جس کی بدولت بے شمار ایسے لوگوں کی ایمان کی روشنی اور توحید کی چاشنی نصیب ہوئی جن کو شرک وبدعت کے گمنام اور تاریک ترجنگلوں اور بے بنیاد و غیر شرعی رسم ورواجوں کے بند بھیلوں میں چھوڑ دیا گیا تھا کہ جو اسلام اور شرک کے درمیان لٹکتی ہوئی تلوار کی مانند اپنی زندگی گزار رہے تھے۔ اس روح پرور اور ایمان افروز اجتماع نے بہت ساری برباد زندگیوں کو نور و ہدایت، صدق و وحدانیت کے مشعلوں سے روشن کروایا اور بہت سارے ایسے ہی قلوب ابھی تک اس مکتب سے سبق لینے کیلئے منتظر ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ جس طرح دورۂ تفسیر کا یہ سلسلہ آج تک مشعل راہ و ہدایت بنا ہوا ہے آئندہ بھی اور اس سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ قائم و دائم رکھے اور حضرت شیخ التفسیر کا سایہ شفقت تادیر ہمارے سروں پر قائم رہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے" وانزل اللہ علیک الکتب.....الخ (النساء آیت ۱۱۳)
اور" لتبینہ للناس مانزل الیہ" بہرحال یہ تفسیر بہت طویل ہے اور احادیث کی ان گنت کتابیں اور تفاسیر سے لبریز ہیں ائمہ حدیث نے کتب احادیث میں جو تفاسیر کے عناوین قائم کئے ہیں جیسے امام بخاری کی کتاب التفسیر، امام ترمذی کی کتاب التفسیر، امام حاکم نیشاپوری کی کتاب التفسیر وغیرہ کے علاوہ دیگر احکام اور امور پر مشتمل احادیث بھی درحقیقت قرآن کریم ہی کی تفاسیر ہیں۔ قرآن کریم اور سنت نبوی کے بعد حضرات صحابہ، تابعین اور ائمہ اجتہاد اور فقہ کی مختلف اور متنوع جدوجہد بھی تفسیر کا شاہکار ہے۔
تفسیر زاہدی میں انشاء اللہ تعالیٰ اس مختصر جائزے کی تفصیل ملے گی جو علماء کرام اور زبان فارسی کے شناوروں کیلئے بہترین خزائن علم اور دولت سرمدی ثابت ہوگی۔
حق تعالیٰ شانہ نے نبی کریم ﷺ کا منصب بیان فرمایا ہے" ویعلمھم الکتب والحکمۃ" اور" لتبین للناس مانزل الیہ" یعنی آنحضرت ﷺ کا منصب قرآن وسنت سمجھانا تھا۔ صحیح بخاری میں جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہمیں استخارہ فی الامور ایسا سمجھاتے تھے "کمایعلمنا سورۃ من القرآن" (بخاری ج ۱ ص ۱۵۵)
اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک ایک سورۃ حضرات صحابہ کو سبقاً سمجھایا اور پڑھایا کرتے تھے۔ ابن عباسؓ کو رات کے اندھیرے میں خدمت عزیزہ پر آنحضرت ﷺ کی دعا تفسیر قرآن جاننے کی اس سلسلہ تعلیم ہی کی کڑی تھی اور ابن عباسؓ سے بخاری کتاب التفسیر وغیرہ میں مروی ہے کہ وہ مشکل آیات کی تفسیر حضرت عمرؓ سے سمجھنے کے انتظار میں رہتے تھے۔ دیکھئے بخاری کتاب التفسیر" ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما" چنانچہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب کی یہ شان تھی کہ" اعمقھم علماً" یعنی ان کے علوم بڑے گہرے تھے۔ صحابہ کرام کے شاگرد حضرات تابعین بھی تفسیر قرآن کے خاصے ماہر تھے۔ چنانچہ امام مجاہد بن جبیرؒ، المتوفی ۱۰۲ھ نے تفسیری روایات جمع فرمائی تھیں، جس سے امام شافعیؒ، امام بخاریؒ، امام حاکم نیشاپوریؒ اور امام ترمذیؒ وغیرہ نے بڑا کام لیا ہے۔ اسی

استنباط اور استخراج کے درجے میں ہو۔

حضرات مجتہدین اور فقہاء کرام مراد ہیں اور یہ تفسیر خود قرآن کریم سے ثابت ہے، شائد یہی وجہ ہے کہ قرآن اور سنت میں فقہ اور فقہاء کا ذکر آیا ہے، علم کے کسی دوسرے درجے یا مقام کا ذکر نہیں ہے ۔مثلاً آنحضرت ﷺ کا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دعا دیتے وقت یہ ارشاد فرمانا" اللّٰھم فقھه فی الدین وعلمه الکتٰب "بعض طرق میں ہے" وعلمه التاویل"

آنحضرت ﷺ نے علماء امت کا منصب اور ضرورت فی الدین بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا" فقیه واحد اشد علیٰ الشیطٰن من الف عابد" (ملاحظہ ہو بخاری وغیرہ معتبرات حدیث)

اس سے ان لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو حدیث کے نام پر بے دینی کا پروپیگنڈہ کر کے فقہ اور فقہاء سے امت کو متنفر کرنے کا مذموم اور ناروا گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔انہیں جناب رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے جس میں آپ ﷺ نے معاذ بن جبل کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا کہ وہاں پہنچ کر لوگوں کے فیصلے کس سے کرو گے؟ معاذؓ نے کہا" بکتاب اللّٰه فقال فان لم تجده فیه قال فبسنة رسول اللّٰه، قال فان لم تجد فیھا قال اجتھد برأیی"

(وقد صححه ابن قیم فی اعلام الموقعین)

"قال السیوطی فی تدریبه علیٰ تقریب النوی وقد یحکم للحدیث بالصحة اذا تلقته الامة بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیح"

بہر حال حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فقہ اور اجتہاد کے مطابق فیصلے کرنے کا سن کر آنحضرت ﷺ خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا حمد اور شکر بجالائے۔

تفسیر کا دوسرا درجہ جس میں آنحضرت ﷺ نے تفسیر فرمائی ہو، آنحضرت ﷺ کی پوری زندگی قرآن کریم کی زندہ و تابندہ علمی و عملی تفسیر ہے، حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے" انا انزلنا الیک الکتٰب بالحق...الخ (النساء آیت ۱۰۵)

ضروری وضاحت

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جن حضرات نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اوران کے صاحزادوں کے تراجم وتفاسیر کو فارسی کے اول تراجم کہا ہے درست نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بے شمارتراجم وتفاسیر موجود ہیں۔

تفسیرِ قرآن کے بڑے ماہرین جن کوائمہ تفسیر کہتے ہیں

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مرتبے ومقام کا یہ عالم تھا کہ ان کے حق میں ۲۰ سے ۱۸ تک آیات نازل ہوئی ہیں جن کو جلال الدین سیوطیؒ نے مستقل رسالے کے شکل میں جمع کر کے نام رکھا ہے ''الیانع الثمر فی موافقات عمر'' جو الحاوی للفتاوی کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

(۳) حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ۔

(۴) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

(۵) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

آپ ان چھ بزرگ ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں حفظ کیا تھا، کاتب وحی ہونے کے علاوہ مشہور مفتی تھے، آپ قرآن کمیٹی کے صدر تھے، آپؓ سید القراء کہلاتے تھے اور آپ ہی کو پیغمبر نے ''اقرأ ھذہ الامۃ'' اس امت کا سب سے بڑا قاری کہا ہے۔

آپؓ کی سند تفسیر یوں ہے

ابوجعفر رازی عن ربیع بن انس عن ابی العالیہ، ابوالعالیہ کی وفات ۹۳ھ میں ہے۔ امام بغویؒ نے

طرح ابی بن کعب کی تفسیر اور ابن عباسؓ کی تفسیر بروایت علی بن ابی طلحہ المتوفی ۱۴۳ھ پر بھی اعتماد رہا ہے ابن خلکانؒ نے کہا ہے کہ ابن جریجؒ "اول من جمع الاحادیث بمکۃ" (مقدمہ فتح الباری) ابن جریجؒ کی تفسیر مکتوب تفاسیر میں اول تھی گئی۔ چنانچہ ابن ابی تغلب المتوفی ۱۴۲ھ محمد بن سائب کلبی المتوفی ۱۴۶ھ اور نحو کے امام امام کسائی المتوفی ۱۸۲ھ اور امام العربیہ قطرب المتوفی ۲۰۶ھ اور معانی قرآن کے امام فراء المتوفی ۲۰۷ھ جن کے بارے میں مشہور ہے "لولا الفراء لبطلت العربیۃ"

ہندوستان کے دور آخر کے سب سے بڑے عالم امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا ہے کہ تفاسیر قرآن کی تعداد دو لاکھ تک پہنچ گئی ہیں (یتیمۃ البیان ص ۲۶ محشیہ مولانا یوسف البنوریؒ بحوالہ استاذ گرامی قدر حضرت مولانا لطف اللہ صاحب جہانگیرویؒ)

بزرگ بن شہریار رامہرمزی نے (عجائب الہند) میں لکھا ہے کہ مہروق بن رائق بادشاہ نے ۲۷۰ھ میں عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز گورنر منصورہ کو لکھا کہ میرے پاس ایک ایسا عالم بھیجو جو قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر ہندی زبان میں کر سکے، چنانچہ مسلمان بادشاہ نے مہاراجہ کے پاس اپنا عالم بھیجا اور انہوں نے ہندی زبان میں قرآن کا ترجمہ و مفہوم پڑھانا شروع کر دیا، جب سورۃ یٰسین کی آیت "قل یحییہا الذی انشأھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم" پہنچے تو عالم دین کی تشریح و ترجمہ سن کر مہاراجہ نے زمین بوس ہو کر زار و قطار رونے کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ (رجال الہند والسند ص ۲۵۲)

مفسر عراقی نے جو ترجمہ یا تفسیر سندھی زبان میں لکھی تھی یہ قرآن کا پہلا ترجمہ تھا اور یہ اسی عالم کا تھا جس کے ہاتھ پر مہاراجہ مسلمان ہوا تھا۔ مشہور محدث عبد بن حمید المتوفی ۲۴۹ھ جو سندھ میں علاقہ "کچھ" کے رہنے والے تھے۔ سید محمد گیسو دراز المتوفی ۸۲۵ھ اور علی مہائمی بساوی کی تفسیر بھی قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی تفسیر "بحر مواج" بزبان فارسی ۸۲۸ھ سے پہلے لکھی گئی ہے۔ شیخ لطف اللہ نوح بالائی کا ترجمہ قرآن فارسی ۹۹۸ھ سے پہلے مکمل ہوا۔ اور نگزیب عالمگیرؒ کے استاذ ملا جیون جو نپوریؒ کی "تفسیرات احمدی" پر بھی ایک حد تک اعتماد رہا ہے۔

(۸) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

آپؓ آنحضرت ﷺ کی زوجہ وناموس تھیں "فی الدنیا والآخرۃ" نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں "خلفائے راشدین کے بعد سب سے بڑی فقیہا تھیں، آپؓ کے علمی مواخذات کبار صحابہ پر مشہور ہیں، جلال سیوطیؒ نے مستقل جمع کئے ہیں۔

(عین الاصابہ فی ما ادرکت عائشہ علی الصحابہ) آپؓ کی وفات ۵۸ھ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳ جون ۶۷۸ء میں ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

(۹) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

آپؓ آنحضرت ﷺ کے ابن عم تھے اور ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے بھانجے تھے، آپؓ چھوٹی عمر سے خدمت رسول میں حاضر تھے، آپؓ صغر سنی کے باوجود علم کبیر سے مالا مال تھے، آپؓ کے وسیع وعریض علوم کے صحابہ گواہ تھے، جن میں حضرت عمرؓ اور ان کے پنچایت مشہور تھے۔ بیشتر تابعین مفسرین آپؓ ہی کے تلامذہ تھے، امام التفسیر امام مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ ابن عباسؓ سے ۳۰ مرتبہ قرآن کریم پڑھا، آپ کے شاگردوں میں سعید بن جبیر، عکرمہ، طاؤس، ضحاک، عطاء خاصے مشہور ہیں عبداللہ ابن عباسؓ سے تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس ابوطاہر محمد یعقوب: المتوفی ۸۱۰ھ نے جمع کی ہے، اس کا سلسلہ اسانید بوجہ محمد بن مروان الکلبی غیر مستند رہا ہے تاہم ابن عباسؓ سے صحیح روایات کا مجموعہ بھی اس میں ضخیم موجود ہیں، ابوالعالیہ رفیع بن مہران بصری حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں مشرف بااسلام ہوئے، فاروق اعظمؓ سے تین مرتبہ قرآن پڑھا ابی بن کعبؓ اور ابن عباسؓ سے تفسیر پڑھی ہے، ابن عباسؓ تو ان کو اپنے پاس بٹھاتے تھے، حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ان کا انتقال ۹۳ھ میں ہوا ہے۔ سعید بن جبیر ہشام الاسدی نسلاً حبشی تھے، ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کے خاص شاگرد تھے، ابن عباسؓ سے جب لوگ مسائل پوچھنے آتے ابن عباسؓ سعید کی طرف اشارہ کرتے گویا ابن عباسؓ کا ان پر بڑا اعتماد تھا، قتادہ نے کہا ہے کہ تابعین میں سب سے زیادہ قرآن جاننے والے سعید بن جبیر ہیں، طبری نے کہا ہے "ھو ثقۃ امام

اپنی تفسیر میں اس سے زیادہ کام کیا ہے۔حاجی خلیفہؒ نے کشف الظنون میں کہا ہے کہ ابی بن کعبؓ سے تفسیر کا بڑا حصہ منقول ہے جو سنداً صحیح ہے۔تاش کبری زادہؒ نے مفتاح السعادہ میں ابی بن کعبؓ کی ضخیم تفسیر بحوالہ ابوجعفر رازی بسند صحیح ذکر کیا ہے۔(مفتاح السعادہ ج ۱ ص ۴۰۲)

(۶) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

جن کی کنیت ام عبد ہے،بخاری وغیرہ میں بھی آپ کے بارے میں منقول ہے کہ آپؓ آنحضرت ﷺ کے مسواک،تکیے اور جوتے اٹھانے اور خدمت کے لئے ساتھ رہا کرتے تھے "صاحب الوسادہ والسواک والنعلین" کہلاتے تھے،آنحضرت ﷺ نے آپ سے قرآن سنا ہے،ابن مسعودؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ دس آیات سمجھ کر عمل کر کے آگے بڑھتے تھے،عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں کی تعداد (۴۰۰۰) چار ہزار سے متجاوز ہے،عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ دیر تک کوفہ میں رہے، وہیں ان کا فیض علم پھیلا،شاگردوں کی ایک بڑی تعداد وہیں تھی،کوفہ کو دینی علوم کی ترویج کیلئے مرکزیت حاصل تھی،اس لئے فقیہ عراق امام ابوحنیفہؒ نے اپنی فقہ اور اجتہاد کی بنیاد وہیں رکھی۔

(۷) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

آپؓ معمر ترین افراد امت میں سے تھے۔مشہور ہے کہ آپؓ کی عمر ۲۵۰ سال تھی،مگر امام العصر مولانا انور شاہ صاحبؒ نے ۳۵۰ سال نقل فرمائی"واعلم ان عمر سلمان کان ثلث مائۃ وخمسین سنۃ"(فیض الباری ج ۳ ص ۸۴)۳۵ھ میں مدائن میں انتقال ہوا ہے،شمس الائمہ سرخسیؒ نے اپنی معروف اور مستند کتاب مبسوط میں لکھا ہے کہ فارس (ایران) کے نومسلموں نے حضرت سلمان فارسیؓ کی خدمت میں خط لکھا کہ وہ چونکہ ابھی ابھی اسلام لائے ہیں اس لئے عربی زبان میں نماز نہیں پڑھ سکتے اس لئے حضرت سلمان فارسیؓ نے ان کو سورۃ فاتحہ کا فارسی ترجمہ کر کے بھیجا کہ عربی سیکھنے تک اس سے نماز پڑھا کرو۔(مبسوط ج ۱ ص ۷۳ طبع مصر)

المسلمین، حجۃ ''ابن حبان نے کہا ہے''کان عبدا فاضلا ورعا ''شمس الدین ذہبیؒ نے فرمایا''ھو احد اعلام '' آپ پر ارباب صحاح ستہ نے حسن اعتماد کیا ہے، عبد الملک بن مروان کے التماس پر آپ نے قرآن کی ایک باقاعدہ تفسیر لکھی جس سے خلیفہ نے اپنے کتب خانہ آراستہ کیا، حجاج بن یوسف ثقفی نے سیاسی وجوہ پر انہیں بربریت کا نشانہ بنایا اور ۹۵ھ میں شہید کروے گئے۔

نوٹ: حجاج بن یوسف نے عراق میں ۲۰ سال حکومت کی اس دوران (۱۲۰۰۰۰) ایک لاکھ بیس ہزار انسان مرے جیل خانوں میں پچاس ہزار مرد وعورتیں شہید ہوئیں، سعید بن جبیر کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف سونہ سکا ایک دن راحت کا گذار نہ سکا اور پاگل ہو کر مرا۔ یہ چند حضرات جو ائمہ تفسیر بلکہ ان کے بھی مشائخ تھے، مختصراً ذکر دیئے گئے۔

(۱۰) ابا الاسود بن عمرو بن اسفیا

حضرت جو علیؓ کے شاگرد تھے، ان کی وفات ابن حجر کے خیال میں ۹۹ھ اور انہوں نے ۱۰۱ھ کہا ہے۔

(۱۱) ضحاک بن مزاحم

بلال خراسان کے مشہور عالم اور مفسر قرآن تھے امام احمد نے ان کی توثیق کی ہے، آپ سے پڑھنے والے اتنی بڑی تعداد میں تھے کہ آپ سواری پر بیٹھ کر طلباء کی حاضری اور نگرانی فرماتے تھے، کسی کسی دن آپ کے ہاں تین ہزار شاگردوں تک تعداد پہنچتی تھی، قرآن کی تفسیر ان سے منقول ہے ۱۰۲ھ میں خراسان میں انتقال ہوا۔

(۱۲) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ

آپ کا وطن افریقہ تھا ابن عباسؓ کے غلام تھے انہی سے پورا علم حاصل کیا عبداللہ ابن عباسؓ کے بیٹوں نے باپ کے علم کے احترام میں آزاد کیا، بخاری، مسلم میں کثرت سے ان سے روایات ہیں ۱۰۴ھ

میں فوت ہوئے۔

(۱۳) مجاہد بن جبیر

آپ فاروق اعظم کے دور خلافت میں پیدا ہوئے، ابن عباسؓ سے (۳۰) تیس مرتبہ قرآن پڑھا ابن سعد ابن حبان اور ابن جریر نے آپ کی تفسیر پر اعتماد کیا ہے مجاہد ۱۰۴ھ میں بحالت سجدہ مکہ میں فوت ہوئے۔ ۱۰۱ھ ۱۰۲ھ ۱۰۳ھ سب روایات موجود ہیں۔

ابن عباسؓ کے علاوہ آپ نے علی، عائشہ، ابو ہریرہ، ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے کسب فیض فرمایا ہے، آج کل امام مجاہد کی تفسیر باقاعدہ شائع ہو چکی ہے۔

(۱۴) طاؤس بن کیسان

یمن کے رہنے والے تھے ابن عباس کے علاوہ ۴۹ صحابہؓ کے شاگرد رہے ان کے بارے میں ابن عباسؓ کا جملہ مشہور ہے" انی لاظن طاؤس من اھل الجنۃ "مجھے امید ہے کہ طاؤس جنتیوں میں سے ہے، صحاح ستہ میں آپ کی روایات موجود ہیں، چالیس حج کئے ابن عباسؓ کی تفسیر پر روایات مرتب کر چکے ہیں ۱۰۶ھ میں مکہ میں فوت ہوئے۔

وضاحت: امام صاغانی نے کہا ہے کہ بہتر ہے کہ طاوس ایک "و" کے ساتھ لکھا جائے۔

(۱۵) حافظ ابو الخطاب قتادہ بن دعامہ

آپ عربی الاصل اور مادرزاد نابینا تھے، ابن سیرین کے شاگرد تھے، ابن سیرینؒ نے آپ کو احفظ کہا ہے، امام احمدؒ نے کہا ہے کہ قتادہ تفسیر قرآن میں اور اختلاف الفقہاء میں سب سے مقدم ہیں، علماء عراق نے آپ کو بصرہ کا بڑا عالم مانا ہے آپ کا انتقال ۱۱۷ھ میں ہوا۔

(۱۶) محمد بن کعب قرضی

آپ بھی ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کے شاگرد تھے، تفسیر کا یہ عالم ہے کہ کہا گیا ہے کہ جس روایت

میں فوت ہوئے۔

(۱۳) مجاہد بن جبیر

آپ فاروق اعظم کے دور خلافت میں پیدا ہوئے۔ ابن عباسؓ سے (۳۰) تیس مرتبہ قرآن پڑھا ابن سعد ابن حبان اور ابن جریر نے آپ کی تفسیر پر اعتماد کیا ہے مجاہد ۱۰۴ھ میں بحالت سجدہ مکہ میں فوت ہوئے۔ ۱۰۱ھ ۱۰۲ھ ۱۰۳ھ سب روایات موجود ہیں۔

ابن عباسؓ کے علاوہ آپ نے علی، عائشہ، ابوہریرہ، ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنھم سے کسب فیض فرمایا ہے، آج کل امام مجاہد کی تفسیر باقاعدہ شائع ہو چکی ہے۔

(۱۴) طاؤس بن کیسان

یمن کے رہنے والے تھے ابن عباس کے علاوہ ۴۹ صحابہؓ کے شاگرد رہے ان کے بارے میں ابن عباسؓ کا جملہ مشہور ہے'' انی لاظن طاؤس من اهل الجنة '' مجھے امید ہے کی طاؤس جنتیوں میں سے ہے، صحاح ستہ میں آپ کی روایات موجود ہیں، چالیس حج کئے ابن عباسؓ کی تفسیر پر روایات مرتب کر چکے ہیں ۱۰۶ھ میں مکہ میں فوت ہوئے۔

وضاحت: امام صاغانی نے کہا ہے کہ بہتر ہے کہ طاؤس ایک ''و'' کے ساتھ لکھا جائے۔

(۱۵) حافظ ابوالخطاب قتادہ بن دعامہ

آپ عربی الاصل اور مادرزاد نابینا تھے، ابن سیرین کے شاگرد تھے، ابن سیرینؒ نے آپ کو احفظ کہا ہے، امام احمدؒ نے کہا ہے کہ قتادہ تفسیر قرآن میں اور اختلاف الفقہاء میں سب سے مقدم ہیں، علماء عراق نے آپ کو بصرہ کا بڑا عالم مانا ہے آپ کا انتقال ۱۱۷ھ میں ہوا۔

(۱۶) محمد بن کعب قرظی

آپ بھی ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کے شاگرد تھے، تفسیر کا یہ عالم ہے کہ کہا گیا ہے کہ جس روایت

حفاظ قرآن اور علماء دین کا اکرام واعزاز اور مخالفین کی ریشہ دوانیاں

دینی امور پر اجرت لینا جائز ہے

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی محمد زر ولی خان صاحب مدظلہ العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر نے دین اسلام مخلوق کی ہدایت کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام (پ ۳ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۹) دین ماننے اور جاننے کے لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے اور کل کائنات کو ان کے اتباع کرنے کا پابند فرمایا ہے۔

"وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ" (النساء آیت نمبر ۶۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اتھو عمل دیا ہے وہ قرآن کریم ہے اور قرآن کے جاننے کے لیے اور اس پر صحیح عمل کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو واجب الاطاعت بنایا ہے

"وکیف تکفرون وانتم تتلی علیکم ایت اللہ وفیکم رسولہ" (آل عمران آیت ۱۰۱)

اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی اصل دین ہے لیکن یہ دین اللہ رب العالمین نے اولا حضرات صحابہ کو سکھلائے اور آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائی صحابہ کرام کی ان کاوشوں کو جس جماعت نے مسائل واحکام کے ساتھ مرتب فرمایا ہے وہ فقہاء کرام ہیں اور جن حضرات نے احادیث رسول اور آثار صحابہ اور تابعین کی محافظت فرمائی ہے وہ محدثین کہلاتے ہیں، قیامت تک دین پر چلنے والے کے لیے یہ

کو محمد بن کعب قرظی نہیں جانتے وہ روایت تفسیر کی نہیں ہو سکتی ۱۱۸ھ میں فوت ہوئے۔

(۱۷) اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن

آپ سدی کے نام سے مشہور ہیں سدی کا معنی دروازہ ہے، جامع کوفہ کے دروازہ کے باہر آپ خرید و فروخت کرتے تھے اس لئے سدی مشہور ہیں، حضرت انس بن مالک اور ابن عباس کے تفسیر کے شاگرد ہیں، امام بخاری کے علاوہ دوسرے محدثین نے آپ سے روایت کی ہے، آپ کی وفات ۱۲۷ھ میں ہے۔

(۱۸) زید بن اسلم

آپ مدینہ منورہ کے باشندے تھے، فاروق اعظمؓ کے غلام تھے، علم تفسیر میں بلند تھے، علی بن حسین بن علی آپ کے درس میں بیٹھتے تھے، آپ کے بڑے شاگردوں میں امام مالکؒ ہیں ۱۳۶ھ میں فوت ہوئے۔

(۱۹) علی بن ابی طلحہ

آپ کی کنیت ابوالحسن تھی ولادت جزیرہ میں ہوئی، زمانہ علم حمص میں گزارا، قرآن کریم کی تفسیر و تشریح ابن عباسؓ سے نقل کی اس نام کا ایک صحیفہ تیار کیا جو امام لیث المتوفی ۱۴۳ھ کے پاس موجود تھا، کہا جاتا ہے کہ بخاری اور ابن جریر نے اپنی اپنی تفسیریں ان سے نقل کی ہیں، امام احمدؒ کا ارشاد ہے کہ مصر میں تفسیر کی صحیفہ ہے جو علی بن ابی طلحہ سے روایت ہے، اگر مصر کیلئے صرف اس کا سفر کیا جائے تو کوئی مہنگا سودا نہیں، ابن کثیر وغیرہ کے ہاں ان کے اقوال موجود ہیں، علی بن ابی طلحہ کی وفات ۱۴۳ھ کو ہوئی۔

کاموں کے مرتکب ہیں مقصد یہی تھا کہ جب تک ان علماء پر مطلوب اعتماد برقرار رہے گا ہمارے ہر غلط عقیدے کے سلسلے میں عوام ان سے رجوع کریں گے اور ان کی نشاندہی کے بعد ہمارا وہ نظریہ اور عمل آگے نہیں بڑھ سکے گا لہٰذا ان دین کے ستونوں سے مطلوب اعتماد اٹھانے کے لیے خود انھیں بے دین کہہ دیا جائے تاکہ سو میں سے پانچ یا دس بھی ہمارے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ان پر مطلوبہ اعتماد کھو بیٹھیں اور یوں وہ ہمارے نظریات کا شکار ہو سکیں اسی طرح انہیں یہ بہت مشکل تھا کہ مسلمانوں میں یہ بات پھیلا دیتے کہ نماز باجماعت نہ پڑھا کریں یا اذان کا احترام نہ کریں یا مدارس دارالعلوم اور جامعات کو دینی درسگاہیں نہ سمجھا کریں کیونکہ ایسا کہنے میں شاید کوئی بھی ان کا ساتھ نہ دیتا لہٰذا دوسرا راستہ اختیار کیا کہ یہ تعلیم و تدریس امامت و اذان جس پر عموماً ضروریات جبریہ کی وجہ سے معاوضہ لیا اور دیا جاتا ہے انھیں بے دینی اور حرام خور کہا جائے تو خود بخود لوگوں کا ائمہ اور علماء سے اعتماد اٹھ کر نماز باجماعت چھوٹ جائے گی اور اذان کا احترام ختم ہو کر معاذ اللہ مساجد ویران ہونے لگیں گی۔ مدارس اور جامعات سے بے اعتماد ہو کر بڑے سے بڑے فتنے اور فرقے کے لیے ماحول سازگار ہو سکے گا۔

"یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون" (الصف آیت ۸)

زیر نظر رسالہ میں ہم اس بات کا جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ امور دین جیسے تدریس اور تعلیم امامت اور اذان وغیرہ پر ضرورتاً معاوضہ لینا کہاں تک جائز ہے علماء متقدمین اور متاخرین کے درمیان جو وجوہ زیر بحث ہیں میں انہیں زیر بحث نہیں لانا چاہتا علماء کرام اس سلسلے میں میری معذرت قبول فرمائیں۔

اس کے لیے امہات فقہ تفسیر و حدیث یہ عظیم کائنات الحمد للہ پوری جامعیت کے ساتھ موجود ہیں میں زمانہ حال میں ان امور دین پر اجرت کے جواز قرآن و سنت اور اہل دین کی روشنی میں پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ شیطانی فرقوں نے علماء اور ائمہ کے خلاف جو زہر اگلنا شروع کیا ہے ان کے ان شیطانی داؤ پیچ سے عامۃ المسلمین محفوظ رہ سکیں عام طور پر کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آیت ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا وایای فاتقون (بقرہ آیت نمبر ۴۱) ایسے مواقع سے متعلق ہے اور وہ اسکے ترجمے سے تعلیم دین

ضروری قرار دے دیا گیا کہ وہ ان اکابر امت کا احترام کریں احکام و مسائل میں حضرات فقہاء جو بحکم قرآن اولوالامر ہیں اور حضرات محدثین جو محافظان حدیث اور راویان اسلام ہیں ان کی پیروی کریں چودہ سو سالہ تاریخ اسلام گواہ ہیں کہ لوگوں میں اسلام اور ایمان کی محافظت اور بقاء کی وجہ قرآن و حدیث سے ان شناسوا اروں پہ اعتماد رہا ہے جن کی وجہ سے دین دنیا میں تاباں ہے مگر بدنصیب لوگ جیسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ کرامؓ کے قدر و منزلت سے منکر ہو کر ہمیشہ کے لیے منافقین قرار دے دیئے گئے اسی طرح بعد کے زمانے میں فقہاء کے مقام پہ بے اعتمادی کرنے والے اور محدثین کی خدمات جلیلہ پہ شک کرنے والے مختلف نا قدین اور انکے باطل فرقے وجود میں آئے ہیں یہ لوگ قرآن کریم کا باقاعدہ انکار تو نہ کر سکے اور نہ حدیث کا صریح لفظوں میں انکار کی جرأت کر سکے کیونکہ اس طرح ان کی کافرانہ رفتار میں سست روی واقع ہو جاتی مگر آثمہ اربعہ جیسے متبوعین کی تقلید کو قرآن و سنت سے اپنے سامنے سے ہٹانے لگے، بالکل اسی طرح زمانہ حال میں مختلف فرقے اور فتنے ہیں جن میں سے بعض تو صراحت کے ساتھ علماء کرام جو ہر دور اور ہر زمانے میں اسلام کی حفاظت کا ہراول دستہ اور دین کے اعتماد کا عظیم سرمایہ رہا ہے سے اعتماد ہٹانے لگے کیونکہ جب تک علماء دین سے اعتماد نہ ہٹے اور لوگ ان کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھنے لگیں کوئی بھی فرقہ اور فتنہ اپنے ناروا نظریات میں اور بے ہودہ خیالات میں کامیاب نہیں ہو سکتا چنانچہ غلام احمد قادیانی نے یہ شوشہ چھوڑا کہ حضرت عیسیٰؑ کی حیات کا عقیدہ علماء کرام کا قرآن و سنت سے متصادم ہے جبکہ اس عقیدے پہ ہر زمانہ میں اجماع رہا ہے اور اس کے ثبوت کے لیے قرآن کریم کی متعدد آیات اور کئی احادیث موجود ہیں دیکھئے "عقیدۃ الاسلام" اور "التصریح" وغیرہ۔

اسی طرح عنایت اللہ مشرقی نے فتنہ انکار حدیث کو پروان چڑھانے کے لیے علماء کرام پہ نا روا حملے کئے اور "مولوی کا غلط مذہب" وغیرہ رسائل لکھے حال ہی میں ایک فرقے نے اپنے ان روحانی آباؤ اجداد کے ایصال ثواب کے لیے اور ان کے پیغام افتتان کو مشتہر کرنے کے لیے یہ پروپیگنڈہ شروع کیا کہ دینی امور جیسے تدریس، امامت، تعلیم اذان وغیرہ پہ معاوضہ لینا معاذ اللہ حرام اور ناجائز ہے اور یہ علماء ان حرام

ہوا سمجھا ہے وہ غلطی پر ہیں "ولا دلیل فی الآیۃ علی ما ادعاہ ھذا الذاھب کما لا یخفی والمسئلۃ مبینۃ فی الفروع (پارہ نمبر ۱ صفحہ نمبر ۲۲۵) بعض لوگوں نے سورہ انعام کی آیت قل لا اسئلکم علیہ اجرا ان ھو الا ذکری للعلمین (الانعام آیت نمبر ۹۰) سے بحوالہ مدارک قرآن و حدیث کی تعلیم پر اجرت ناجائز لکھا ہے مگر یہ درست تفسیر نہیں ہے قواعد دین کے مطابق جو تفسیر کی گئی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں " واستدل بالآیۃ علی انہ یحل اخذ الاجر للتعلیم وتبلیغ الاحکام کلام للفقہاء علی طولہ مشہور غنی عن البیان" (ج ۔ ۷ صفحہ ۲۱۸) اس آیت سے تعلیم اور تبلیغ احکام پر اجرت لینا ثابت ہوا ہے بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے قرآن پر اجرت لینے کو اپنی صحیح میں گناہ فرمایا ہے اور باب باندھا ہے "باب من رایا بقراءۃ القرآن اوتاکل بہ فجربہ بخاری (ج ۔ ۲ صفحہ ۷۵۶) مگر واضح رہے اس باب میں امام بخاریؒ نے کوئی ایسی حدیث ذکر نہیں فرمائی جس سے تنخواہ کی حرمت معلوم ہوتی ہو بلکہ اس کے بعد کتاب النکاح میں متعدد طرق سے صحیح مرفوع اور مسند حدیث نقل فرمائی کہ جس تنگدست صحابیؓ کے پاس مہر کے پیسے نہیں تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی چند سورتیں جو انہیں یاد تھیں خاتون کا عوض مہر بنا کر اس کے ساتھ نکاح پڑھایا چنانچہ ملاحظہ ہو بخاری ج ۔ ۲ ص ۷۷۳، ۷۷۲، ۷۷۱، ۷۶۹، ۷۶۸، ۷۶۷، ۷۶۴، ۷۵۹) بلکہ امام بخاری کا یہ "باب التزویج علی القرآن وبغیر صداق" (ج ۔ ۲ صفحہ ۷۷۲) ایسے لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں بعض لوگوں نے کچھ روایات پیش کی ہیں جن سے اجرت کا ناجائز ہونا انہوں نے سمجھا ہے مگر علی التحقیق ایسی تمام روایات ضعیف ہیں علامہ آلوسی بغدادی تفسیر میں لکھتے ہیں

"وروی فی ذلک ایضا احادیث لا تصح" (ج ۲ صفحہ ۲۲۵)

صحیح البخاری، ابوداؤد اور دیگر صحاح ستہ میں حضرت عمرو بن سلمہؓ کا واقعہ موجود ہے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنے قبیلے نے امام چنا تھا اور ضرورت کی وجہ سے قوم نے ان کے لیے چندہ کیا اور ان کے کپڑے سی کر دے دئے (ابوداؤد ج ۱ صفحہ ۸۶)(بخاری ج ۲ صفحہ ۶۱۶) اس سے یہ بات

امامت اور اذان یا تدریس وغیرہ کا حرام ہونا ثابت کرتے ہیں جبکہ اس آیت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اصول تفسیر کے مطابق تفسیر کا پہلا وجہ وتفسیر الآیۃ بالآیۃ ہے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

"ولا یاتونک بمثل الا جئنٰک بالحق واحسن تفسیرا" (الفرقان آیت نمبر ۳۳)

اور یہ نہیں لاتے ہیں آپ کے پاس کوئی عجیب کی مگر ہم لے آتے ہیں آپ کے پاس حق اور بہترین تفسیر کرکے۔

مفسرین نے "القران یفسر بعضہ بعضا" حدیث سے بھی تفسیر کا یاد تھا وجہ مستقل فرمایا ہے جیسا کہ معتبرات تفاسیر کے مقدمات میں موجود ہے ملاحظہ ہو "تتمۃ البیان" "اتقان" وغیرہ وغیرہ

"ولا تشتروا" آیت کی تفسیر بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔

"فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھٰذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا"

(البقرہ آیت نمبر ۷۹)

تو بڑی خرابی ان کی ہوگی جو لکھتے ہیں کتاب کو اپنے ہاتھوں سے پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعے سے کچھ نقد قدر قلیل وصول کرلیں۔

معلوم ہوا کہ آیت کا تعلق تعلیم دین، امامت اور موذنی پر تنخواہ سے ہرگز نہیں بلکہ جو لوگ غلط مسائل لکھ کر انہیں دین کا حصہ بتاتے ہیں، آیت میں وعید شدید انہوں کے لیے ہے چنانچہ مشہور زمانہ مفسر علامہ آلوسی بغدادی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا "وقد صح انہم قالوا یا رسول اللہ انا خذ علی التعلیم اجرا فقال ان خیر ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ تعالیٰ" "وقد تظافرت اقوال العلماء علی جواز ذالک" (روح المعانی پارہ نمبر ۱ صفحہ نمبر ۲۳۵)

اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہم تعلیم پر اجرت لے سکتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہترین اجرت وہ ہے جو تمہیں کتاب اللہ کی تعلیم میں ملے اور علماء کے اقوال بے شمار اس کے جواز میں موجود ہیں مزید لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے آیت سے تعلیم پر تنخواہ کا ناجائز

مؤذنین جنہیں ضرورت بھی نہیں ہوتی تھی انہیں تنخواہیں دی جاتی تھیں (روح المعانی پارہ نمبر ۲۸ صفحہ ۳۶ سورہ حشر) امام ابوحنیفہؒ کے اصول کے پیش نظر احناف متاخرین نے تعلیم، امامت مؤذنی وغیرہ پر اجرت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے جس کے لیے مندرجہ ذیل معتبر کتابیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) ہدایہ ج۔۳ صفحہ ۳۰۳ "وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار تعلیم القران الیوم لانه ظهر التوانی الامور الدینیه ففی الامتناع بضیع حفظ القرآن وعلیه الفتوی"

(۲) فتح القدیر ج۔۸ صفحہ ۴۰، ۴۱

(۳) کفایہ ج۔۸ صفحہ ۴۰، ۴۱

(۴) البحر الرائق ج۔۸ صفحہ ۱۹

(۵) مبسوط سرخسی جز ۱۶، صفحہ ۳۷

(۶) قاضی خان علی الہندیہ ج۔۲ صفحہ ۳۳۵

(۷) عالمگیری ج۔ ۴ صفحہ ۴۴۸

(۸) شرح مجلہ رستم باز صفحہ ۳۳

(۹) رسائل ابن عابدین ج۔۱ صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱

(۱۰) فتاویٰ شامی (رد المحتار) ج۔۶ صفحہ ۵۵

(۱۱) فتح الباری ج۔۴ صفحہ ۵۳۰

(۱۲) المنھل العذب المورود ج۔۳ صفحہ ۲۰۸ تا ۲۱۰

(۱۳) بنایہ شرح ھدایہ ج۔۷ صفحہ ۹۴۴

(۱۴) فیض الباری ج۔۳ صفحہ ۲۷۶، ۲۷۷

بعض لوگوں نے مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر والے کے اپنے بزرگوں اور اساتذہ کے بارے میں پر تشدد جملے نقل کیے ہیں سو یہ کوئی فتویٰ یا تحقیقی مقالہ نہیں ہے بلکہ ردعمل ہے جیسا کہ "ضیاء النور" سے

معلوم ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں بھی امامت وغیرہ پر بشری ضروریات کی کفالت دارج تھی اور یہ جائز اور عبادت سمجھ کر کیے جاتے تھے اسی طرح بخاری شریف اور دیگر کتب میں آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کا سورہ فاتحہ پڑھنے پر حضرت ابو سعید خدریؓ کا بکریوں کا ایک ریوڑ جو تیس بکریوں پر اور بعض روایات میں اس سے زیادہ پر مشتمل تھا لینا ثابت ہے صحابہ کرامؓ کو اعتراض تھا کہ اس نے قرآن کریم پر یہ اجرت لی ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا " احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ " کہ سب سے زیادہ حقدار تم اس اجرت کے ہو جو تمہیں کتاب اللہ پر ملے اور تسلی خاطر کے لیے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا ہے " اقسموا واضربوا لی معکم سہما " کہ آپس میں تقسیم کر دو اور میرا حصہ بھی اپنے ساتھ مقرر کرلو (بخاری ج ۱ صفحہ ۳۹۴)

یہ بات اپنی جگہ کہ یہ رقیہ تھی یا علاج یا دوسری کوئی وجہ لیکن حضرت ﷺ کا ارشاد کتاب اللہ پر اجرت لینے کے جواز میں صریح ہے اسی لیے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں

"واستدل بہ للجمہور فی جواز اخذ الاجرت علی تعلیم القران "

(فتح الباری ج ۴ صفحہ ۵۳۰)

یعنی جمہور جو تعلیم قرآن کی اجرت کے جواز کے قائل ہیں انکے لئے اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے خود امام بخاریؒ نے سلف صالحین سے تقریبا اجماع نقل کیا ہے کہ وہ جواز اجرت کے قائل تھے

"وقال الحکم لم اسمع احدا کرہ اجر المعلم"

(بخاری ج ۱ صفحہ ۳۰۴)

کہ حضرت حکم فرماتے ہیں کہ میں نے کسی آدمی سے نہیں سنا جو تعلیم دینے والے کی تنخواہ اور اجرت کو ناجائز سمجھتا ہو اسی طرح امام شعبیؒ فرمایا کرتے تھے کہ معلم کو بغیر شرط کے جو کچھ دیا جائے وہ اسے قبول کرے امام حسن بصریؒ اور امام ابن سیرینؒ بھی جواز کے قائل تھے (بخاری ج ۱ صفحہ ۳۰۴)

خود خیر القرون میں مال فئی اور غنیمت کے بعض حصے آنحضرت ﷺ کے بعد علماء ائمہ کرام،

قرآن کریم کا خلاصہ

افادات　شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان دامت برکاتھم العالیہ

(جمع وترتیب : محمد ہمایوں مغل)

سورۃ الفاتحہ (نزول کے اعتبار سے ۵)

قرآن کریم کی ترتیب قرشی کے اعتبار سے پہلی سورت سورۃ فاتحہ ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا بیان ہے۔ الحمد للہ رب العالمین میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا بیان شروع ہو گیا۔ الرحمن الرحیم میں خالقیت کا بیان ہے، مالک یوم الدین میں مالکیت کا بیان۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی الوہیت بالصفات و الافعال بیان ہوئی اور موافقین اور مخالفین کا تذکرہ ہوا۔

سورۃ البقرہ (نزول کے اعتبار سے ۸۷)

اس سورت میں آٹھ مسائل کا بیان ہے جن میں سے چار اہم مہم ہیں اور چار توابع اور لواحق ہیں:

چار اہم مہم (۱) صداقت الکتاب (۲) ایمان بالآخرت (۳) توحید (۴) رسالت۔

چار توابع اور لواحق (۱) جہاد (۲) انفاق (۳) آداب (۴) تنظیم۔

ابتدائی ۔ر (۱۰۰) آیات میں توحید کا بیان ہے۔ ۷۶ آیات میں رسالت کا بیان ہے اور اس کے بعد جہاد کا بیان شروع ہوا اور اس کے ذیل میں مجاہد کے اوصاف عشرہ بیان فرمائے۔ اس کے بعد "و انفقوا" سے آخر تک تنظیم آداب اور انفاق کا بیان ہوا۔ ۔۔۔ۃ کا دعویٰ اور موضوع تھا "یا ایھا الناس اعبدوا ربکم" اور اس کو سورۃ میں چار بار دہرایا گیا "الٰھکم اللہ واحد" "اللہ ھو لا الٰہ الا ھو" "اللہ

واضح ہے چنانچہ اس بارے میں حق اور دوٹوک فیصلہ الصالح محدث کبیر مفسر اعظم حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کا ملاحظہ فرمائیں "اما علی المختار للفتوی فی زماننا فیجوز اخذہا لا للامام والمؤذن والمعلم والمفتی کما صرحابہ فی کتاب الاجارات (ج۔۲ صفحہ ۲۲۱) معارف السنن من البحر الرائق اقول ولکن الدلیل عام فیمکن ان یعم الحکم فی کل ما ظہر فیہ التوانی وعلم الحاجۃ الاتقعہ بشانہ واللہ اعلم " (ج۔۲ صفحہ ۲۲۱) معارف السنن مندرجہ بالا کتب حدیث، فقہ تفاسیر اور شروح معتبرہ سے واضح ہوا کہ زمانہ حال میں امامت موذنی، تعلیم، تدریس، اور دیگر تمام امور دینیہ پر اجرت اور تنخواہ وغیرہ لینا شرعاً درست اور جائز ہے جو لوگ اسکے خلاف کہتے ہیں وہ خالص کار خناس انجام دیتے ہیں جو مسلمانوں کے دلوں میں وساوس پیدا کرتے ہیں اسلیے قرآن کریم کی آخری سورتوں میں ایسے لوگوں کے شر سے پناہ مانگنے کی امت مسلمہ کو تاکید فرمائی گئی ہے کیونکہ یہ فتنۂ آخر زمان ہے جس کا کام احترام دین کو نقصان پہنچانا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اہل باطل کے دسیسوں سے اور وساوس سے حفاظت عطا فرمائیں (آمین)

تھے "ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم" اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں اور سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد چھ (۶) اقوال زریں پیش کئے گئے " ان اللہ سمیع علیم" "ان اللہ یرزق من یشاء" "ان ربی سمیع الدعا" "کذالک یفعل اللہ ما یشاء" "ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوا"۔ حضرت آدم، نوح اور اس کے بعد آل ابراہیم اور آل عمران کے واقعات کے ساتھ۔ حضرت عیسیٰ نے دنیا کی مختصری حیات کے ۳۳ سال گزارے قرآن کی حقیقت پر ۳۳ نکات پیش فرمائے۔ ۲۵ مقامات پر علماء سوء کی مذمت کی گئی اور عملاً جہاد یعنی احد اور بدر لڑا گیا۔

سورۃ النساء (نزول کے اعتبار سے ۹۲)

اس سورۃ میں امور مصلحہ کا بیان ہے۔ ۵۷ آیات میں ۱۱۶ امور کا تذکرہ ہے جو دعا یا قوت کرتی ہے اور اس کے بعد دوسرے حصے میں ۵۷ آیات ہیں اور ان میں آٹھ مسائل وہ ہیں کہ جن کا نفاذ حکمران کے ذمہ ہے اور آخری حصے میں لوگوں کی اقسام کا بیان ہے اور امت کو تلقین ہے کہ لوگوں کی قسمیں جان لو تاکہ برتاؤ صحیح کر سکو۔

سورۃ المائدہ (نزول کے اعتبار سے ۱۱۲)

سورۃ مائدہ میں حل و حرمت کا بیان ہے اور بتایا گیا ہے کہ نذر اللہ حق ہے اور نذر الاولیاء باطل ہے۔ محرمات وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے محرم قرار دیا ہے تمہارا عام بحائبہ وصیلہ وغیرہ سب بیکار ہے۔ "ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب"

سورۃ الانعام (نزول کے اعتبار سے ۵۵)

اس سورۃ میں داعی الی التوحید کے اوصاف بیان ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کے ۲۳ سالہ حصے تھے اس کے ذیل میں ۲۳ شبہات ذکر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ۶۳ سالہ عمر میں عمر بھر کی تبلیغ کو "قل" اور بغیر "قل" کے بیان کیا گیا۔

ما فی السموٰت والارض " ۔آیات خمسہ میں مومنین کے اوصاف بیان ہوئے۔تین آیات میں کفار کی مذمت ہوئی اور ایک رکوع میں دس (۱۰) نشانیوں کے ساتھ منافقین کی مذمت ہوئی اور دو مثالیں دے کر تشنیع و تخویف شروع ہوگئی۔خطابات ثلاثہ عامہ ہوئے اور اس کے بعد خطابات خاصہ شروع ہوگئے۔بنی اسرائیل کو تین بار خطاب کرکے نعمتوں کو یاد دلایا گیا پہلی بار نعم مجملہ ،دوسری بار نعم مفصلہ اور تیسری بار نعم مدلل۔چھ خطابات عموی کئے گئے اور تین قصے بیان فرماکر آخر میں دعا کا ذکر " وانصرنا علی القوم الکافرین " اور یہاں منصوبین کی مذمت مکمل ہوئی جنکا بیان اجمالی طور پر فاتحہ میں کیا گیا تھا۔

سورۃ آل عمران　(نزول نمبر ۸۹)

یہ سورت ضالین کی مذمت کے بیان میں ہے ان کے چھ شبہات تھے جن کے تفصیل جوابات دے گئے۔

پہلا شبہ ان النبی ﷺ لم یبعث الا للعرب کہ حضرت ﷺ صرف عربی پیغمبر ہیں اس کا رد کیا گیا اور فرمایا کہ حضرت ﷺ کل کائنات کے پیغمبر ہیں "یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ الخ "۔

دوسرا شبہ ان کا یہ تھا کہ نصرانیت مدوح فی الکتب ہے تو اس کا جواب دیا گیا کہ یہ اس وقت تھی جب تم لوگ توحید پر تھے۔

تیسرا شبہ ان کا یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں کیونکہ انہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو اپنا بیٹا کہا ہے۔اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ مسئلہ متشابہات میں سے ہے۔

چوتھا شبہ ان کا یہ تھا کہ وہ خود کو موحد کہتے تھے اس کا جواب یہ دیا گیا کہ تم موحد کیسے ہو تم تو تثلیث مانتے ہو۔

پانچواں شبہ ان کا یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کامل دین کے لئے آئے تھے تو آنحضرت ﷺ کی کیا ضرورت تھی؟ جواب یہ کہ حضرت عیسیٰ نے خود آنحضرت ﷺ کی بشارت دی ہے "و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد "(سورۃ الصف آیۃ ۶)

چھٹا شبہ ان کا یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں؟ اس کا جواب دیا کہ ان کی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہے وہ تو بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے

تعالیٰ ہے۔

سورۃ الرعد (نزول کے اعتبار سے ۹۶)

یہ سورۃ توحید پر دلائل متنوعہ کے بیان میں ہے "لہ دعوت الحق"

سورۃ ابراہیم (نزول کے اعتبار سے ۷۲)

یہ سورۃ سورۂ رعد کی تشریح اور تتمہ ہے۔

سورۃ الحجر (نزول کے اعتبار سے ۵۴)

اس سورۃ میں "تنبیہ المجرمین بعذاب السابقین" مجرموں کو تنبیہ کی گئی ہے گزشتہ امتوں کے عذاب کا تذکرہ کر کے اور اس پر مختلف انبیاء کرام کے واقعات پیش کئے گئے ہیں، تخلیق آدم کا ذکر ہے اور ابلیس کی مذمت کی گئی ہے۔

سورۃ النحل (نزول کے اعتبار سے ۷۰)

اس سورۃ میں بیان ہے اتمام نعمت کا۔

سورۃ بنی اسرائیل (نزول کے اعتبار سے ۵۰)

اس سورۃ میں ان امور کا بیان ہے جن کا مرتکب مستحق عذاب ہے اور وہ چار ہیں

(۱) منکر توحید (۲) منکر آیات (۳) مخرج رسول (۴) اختلاف دین

یہ سب کے سب عذاب کے مستحق ہیں اور تباہ و برباد ہوں گے۔

سورۃ کہف (نزول کے اعتبار سے ۶۹)

اس سورۃ میں فرمایا کہ اولیاء اللہ نہ متصرف ہیں اور نہ ہی غیب دان ہیں۔ اصحاب کہف کو دیکھو کیسے پریشان ہو گئے، ذوالقرنین پریشان ہوئے، خضر علیہ السلام کے حالات سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بے خبر ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ سے فرمایا کہ اے پیغمبر آپ بھی غیب دان نہیں اور نہیں جانتے کہ کل کیا ہوگا "لا

سورۃ الاعراف (نزول کے اعتبار سے ۳۹)

اس سورۃ میں ۷ پیغمبروں کے واقعات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ یہی آزمائشیں تمام انبیاء پر آئی ہیں۔

سورۃ الانفال (نزول کے اعتبار سے ۸۸)

اس سورۃ میں جنگ کے بعد ملنے والے مال غنیمت کی تقسیم کا طریقہ کار بتایا گیا۔

سورۃ توبہ (نزول کے اعتبار سے ۱۱۳)

اس سورۃ میں قتال کیا گیا اور مشرکین اور منافقین سے برأت کا اعلان کیا گیا۔

سورۃ یونس (نزول کے اعتبار سے ۵۱)

سورۃ یونس میں ایک مشہور شبہ کا رد کیا گیا کہ " ھولاء شفعٰونا عند اللہ " (آیت ۱۸) اور تین پیغمبروں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام کے واقعات پیش کئے۔

سورۃ ھود (نزول کے اعتبار سے ۵۲)

اس سورۃ میں اسی شبہ کا رد تفصیلی کیا گیا اور ۷ پیغمبروں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت ھود علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعات بیان ہوئے۔

سورۃ یوسف (نزول کے اعتبار سے ۵۳)

اس سورۃ میں بتایا گیا کہ انبیاء علیہم السلام غیب دان نہیں ہوتے، وہ تمھاری مدد کیسے کر سکتے ہیں؟ ابو الانبیاء حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف کے حالات سے بے خبر رہے اور رو رو کر بینائی بھی جاتی رہی لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات سے چالیس سال تک ناواقف رہے۔ کیونکہ وہ غیب دان نہیں تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو علم نہیں دیا گیا تھا۔ علم الغیب اور علیم بکل شی صرف اور صرف اللہ

سورۃ الشعراء (نزول ۴۷) سورۃ النمل (نزول ۴۸) اور سورۃ القصص (نزول ۴۹)

تینوں سورتوں میں صداقت الکتاب، اعجاز النبی اور شرک کا رد کیا گے ہے اور اس پر دلائل عقلیہ، دلائل نقلیہ، دلائل وحیہ اور دلائل الزامیہ دیئے گئے ہیں۔

سورۃ العنکبوت (نزول کے اعتبار سے ۸۵)

اس سورۃ میں انبیاء کرام کی ابتلاء کا بیان ہے۔

سورۃ الروم (نزول کے اعتبار سے ۸۴)

اس سورۃ میں توحید کا اثبات کیا گیا ہے مومنوں کی فتح کی شکل میں اور شرک کی نفی کی گئی ہے مشرکین کی شکست کی شکل میں۔

سورۃ لقمان (نزول کے اعتبار سے ۵۷)

اس سورۃ میں بتایا گے ہے کہ گزشتہ امتوں کے تمام نیک لوگوں نے شرک کی مذمت کی ہے اور حضرت لقمان نے بھی اپنے بیٹے کو یہی تاکید کی۔

سورۃ الم سجدہ (نزول کے اعتبار سے ۷۵)

اس سورۃ میں عبادات کی تاکید کی گئی ہے۔

سورۃ الاحزاب (نزول کے اعتبار سے ۹۰)

اس سورۃ میں قتال کا ذکر ہے۔ ۱۲ خطابات نبی کو کیے گئے ہیں اور ۱۲ خطبات امت کو اور چند مروجہ باتوں کی طرف تنبیہ کی گئی ہے کہ بے جا الفاظ نہ کہو، متبنی حقیقی بیٹا نہیں ہے، متبنی کی بیوی تمھاری بیوی بن سکتی ہے، یہ نہ کہو کہ فلاں آدمی کے دو دل ہیں اور فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اور تاکید کی کہ غلط باتوں سے بچو اور اپنی زبان کنٹرول میں رکھو۔

تقولن لشیء انی فاعل ذالک غدا"

سورۃ مریم (نزول کے اعتبار سے ۴۴)

اس سورۃ میں مزید وضاحت کی گئی کہ انبیاء علیہم السلام بھی غیب دان نہیں۔

سورۃ طٰہٰ (نزول کے اعتبار سے ۴۵)

اس سورۃ میں فرمایا کہ غیب دان تو کجا مصائب کے سبب پریشان ہوئے ہیں۔

سورۃ الانبیاء (نزول کے اعتبار سے ۷۳)

اس سورۃ میں فرمایا کہ حاجت روا اور مشکل کشا بھی نہیں ہیں۔ تمام پریشانیوں میں ایک اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور فرمایا نوح نے پکارا ہم نے نجات دی، داؤد اور سلیمان نے آواز دی ہم نے مدد کی، ایوب نے آواز دی ہم نے ان کی مشکل حل کی، اسماعیل، ادریس، ذوالکفل، ذوالنون (یونس) اور زکریا علیہم السلام سب کا یہی طریقہ تھا "کانوا یدعوننا رغباً و رھباً"۔

سورۃ الحج (نزول کے اعتبار سے ۱۰۳)

اس سورۃ میں شعائر اللہ کی تعظیم کا بیان ہے اور رد اصنام بمناسک الحج ہے۔

سورۃ المؤمنون (نزول کے اعتبار سے ۷۴)

اس سورۃ میں اہل ایمان کے اوصاف عشرہ بیان کئے گئے ہیں۔

سورۃ النور (نزول کے اعتبار سے ۱۰۲)

اس سورۃ میں دفع فحشاء کا بیان ہے۔

سورۃ الفرقان (نزول کے اعتبار سے ۴۲)

اس سورۃ میں اعجاز قرآن کریم کا بیان ہے۔

سورۃ یٰسین (نزول کے اعتبار سے ۴۱)

اس سورۃ میں تین پیغمبر اور ایک ولی حبیب نجار کے دلائل نقلیہ کا بیان ہے۔

سورۃ الصّٰفّٰت (نزول کے اعتبار سے ۵۶)

اس سورۃ میں ملائکہ کی شہادتوں کا بیان ہے۔

سورۃ ص (نزول کے اعتبار سے ۳۸)

اس سورۃ میں حق تعالیٰ شانہ نے اپنے مقبول اور برگزیدہ بندوں کا عجز بیان کیا ہے۔

سورۃ زمر (نزول کے اعتبار سے ۵۹)

اس سورۃ میں گزشتہ مسئلہ کی مزید توضیح اور تشریح ہے

یہاں سے سات (۷) سورتیں شروع ہو گئیں جن کو حوامیم سبع کہتے ہیں سورۃ مؤمن (نزول ۶۰) سورۃ حم سجدہ (نزول ۶۱) سورۃ شوریٰ (نزول ۶۲) سورۃ زخرف (نزول ۶۳) سورۃ دخان (نزول ۶۴) سورۃ جاثیہ (نزول ۶۵) سورۃ احقاف (نزول ۶۶)

ان ساتوں سورتوں میں چار مسائل کا بیان ہے

(۱) صدق الکتاب (۲) اعجاز النبی (۳) توحید خداوندی (۴) رد شرک۔

سورۃ محمد (نزول کے اعتبار سے ۹۵)

اس سورۃ میں ان لوگوں سے جہاد کی تاکید فرمائی جو لوگ مسئلۂ جہاد پر ناحق شبہات کرتے ہیں اور دین کا راستہ روکتے ہیں۔ اس سورت کا ایک نام سورۃ قتال بھی ہے۔

سورۃ فتح (نزول کے اعتبار سے ۱۱۱)

اس سورۃ میں فتح کی بشارت دی گئی۔

اب سورۃ سبا اور فاطر کا آغاز ہے اور یہاں سے چوتھا مسئلہ شروع ہوگا اور وہ ہے وقوع

قیامت کا کیونکہ اس سے پہلے تین مسئلے گزر گئے۔ پہلا مسئلہ تھا تخلیق کا کہ ہر مخلوق کا خالق اللہ ہے، یہ سورۃ

فاتحہ سے شروع ہوکر سورۃ مائدہ میں مکمل ہوگیا۔ دوسرا مسئلہ تھا ربوبیت کا کہ پالنے والا بھی صرف اللہ تعالیٰ

ہے اور وہ سورہ انعام سے شروع ہوکر سورۃ اسراء میں مکمل ہوگیا۔ تیسرا مسئلہ سورۃ کہف سے شروع ہوا کہ ہر

چیز میں اثر اور برکت ڈالنے والا اور سلطنت کلیہ پر جلوہ گر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے مکمل ہوا سورۃ

احزاب میں۔ ہر مسئلہ الحمد ہی سے شروع ہوا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین (خالقیت) سورۃ فاتحہ

الحمد للہ الذی خلق السموٰت والارض وجعل الظلمات والنور ثم الذین کفروا بربهم

یعدلون (ربوبیت) سورۃ انعام

الحمد للہ الذی انزل علیٰ عبدہ الکتاب (تاثیر اور برکت ڈالنے والے صرف اللہ تعالیٰ ہیں (سورۃ

کہف)

الحمد للہ خلق السموٰت والارض اور فاطر السموٰت والارض بیان وقوع قیامت سورۃ سبا

اور فاطر

سورۃ سبا (نزول کے اعتبار سے ۵۸)

اس سورۃ میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ قومیں تباہ و برباد ہوجائیں گی اور قیامت آئے گی جیسے کہ دنیا میں

قوم سبا تباہ و برباد ہوگئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت ختم ہوگئی اور ان کا انتقال ہوگیا لیکن پھر بھی

جنات کو پتہ نہیں چلا۔

سورۃ فاطر (نزول کے اعتبار سے ۴۳)

اس سورۃ میں وقوع قیامت پر دلائل عقلیہ کا بیان ہے۔

اس سورۃ میں منکر قول سے منع فرمایا گیا رسومات باطلہ کا رد کیا گیا اور اس کی سزائیں متعین فرمائیں۔

سورۃ الحشر (نزول کے اعتبار سے ۱۰۱)

اس سورۃ میں ارشاد فرمایا کہ کفار یقیناً ایک دن مار کھائیں گے۔ پہلا حشر دیکھ چکے ہیں اور دوسرا حشر ہونے والا ہے۔

سورۃ الممتحنۃ (نزول کے اعتبار سے ۹۱)

اس سورۃ میں تاکید فرمائی کہ دشمنوں اور مشرکین سے دوستی رکھنا بہت بری بات ہے۔

سورۃ الصف (نزول کے اعتبار سے ۱۰۹)

اس سورۃ میں تاکید فرمائی کہ مضبوط رہو اور دین پر جم کے رہو۔

سورۃ الجمعۃ (نزول کے اعتبار سے ۱۱۰)

سورۃ الجمعۃ میں نماز اور عبادات کی تاکید کی گئی۔

سورۃ المنافقون (نزول کے اعتبار سے ۱۰۴)

اس سورۃ میں منافقوں سے نفرت کا بیان ہے۔

سورۃ التغابن (نزول کے اعتبار سے ۱۰۸)

اس سورۃ میں چار ضابطے بتائے گئے (۱) ایمان باللہ (۲) جہاد فی سبیل اللہ (۳) انفاق فی سبیل اللہ (۴) اصلاح معاشرہ

سورۃ الطلاق (نزول ۹۹) سورۃ التحریم (نزول ۱۰۷)

اصلاح معاشرہ کے بعد یہ دو سورتیں ہیں اور ان میں بتایا گیا کہ پیغمبر کے گھر میں بھی اس قسم کے واقعات پیش آسکتے ہیں اور وہ بھی پابند ہیں کہ امت کے لئے نمونۂ عمل بنیں۔

سورۃ الحجرات (نزول کے اعتبار سے ۱۰۶)

اس سورۃ میں فاتحین اور غانمین کے اوصاف بیان ہوئے کہ وہ آداب بجالائیں گے، ایک دوسرے کے نام نہیں بگاڑیں گے، ایک دوسرے کے لئے شر اور نقصان کا باعث نہیں بنیں گے، ناحق کھوج نہیں لگائیں گے، غیبت نہیں کریں گے اور ایک دوسرے پر تفاخر کے قائل نہیں ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ یہ فرق تو ہم نے پہچان کے لئے کیا ہے۔ "یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا"

سورۃ ق (نزول کے اعتبار سے ۳۴)

اس سورۃ سے دوبارہ قیامت کا بیان شروع ہو گیا۔ اس کے بعد لگاتار چار سورتیں ہیں سورۃ ذاریات (نزول ۶۷) سورۃ طور (نزول ۷۶) سورۃ النجم (نزول ۲۳) اور سورۃ القمر (نزول ۳۷) اور ان چاروں سورتوں میں خالص قیامت کا بیان ہے۔

سورۃ رحمٰن (نزول کے اعتبار سے ۹۷)

اس سورۃ میں توحید کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان ہے اور تبشیر اور تخویف ہے۔

سورۃ الواقعہ (نزول کے اعتبار سے ۴۶)

اس سورۃ میں لوگوں کی اقسام ثلاثہ کا بیان ہے۔ سابقین، اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال اور آخر میں سورۃ کا خلاصہ۔

سورۃ الحدید (نزول کے اعتبار سے ۹۴)

اس سورۃ میں انفاق فی سبیل اللہ کا بیان ہے اور جہاد کی ترغیب دی گئی ہے۔

سورۃ المجادلہ (نزول کے اعتبار سے ۱۰۵)

اس سورۃ سے پھر بیان قیامت شروع ہو گیا اور لگاتار دس سورتیں، سورۃ الدھر (نزول ۹۸) سورۃ المرسلت (نزول ۳۳) سورۃ النباء (نزول ۸۰) سورۃ النازعات (نزول ۸۱) سورۃ عبس (نزول ۲۴) سورۃ التکویر (نزول ۷) سورۃ الانفطار (نزول ۸۲) سورۃ المطففین (نزول ۸۶) سورۃ الانشقاق (نزول ۸۳) تمام میں قیامت کا مفصل و مدلل بیان ہے۔

سورۃ البروج (نزول کے اعتبار سے ۲۷)

اس میں گزشتہ تمام سورتوں کا خلاصہ ہے۔

سورۃ الطارق (نزول کے اعتبار سے ۳۶)

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی تخلیقات سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر شھادت۔

سورۃ الاعلیٰ (نزول کے اعتبار سے ۸)

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کی تاکید۔

سورۃ الغاشیہ (نزول کے اعتبار سے ۶۶)

اس سورۃ میں پاکی ماننے اور نہ ماننے والوں کی جزا اور سزا۔

سورۃ الفجر (نزول کے اعتبار سے ۱۰)

اس میں گزشتہ سورۃ کے مسائل کا تکملہ۔

سورۃ البلد (نزول کے اعتبار سے ۳۵)

اس سورۃ میں بلدیہ کے نظم ونسق کے آداب۔

سورۃ الشمس (نزول کے اعتبار سے ۲۶)

سورۃ الملک (نزول کے اعتبار سے ۷۷)

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا مدلل بیان ہے۔

سورۃ القلم (نزول کے اعتبار سے ۲)

سورۃ القلم میں مسئلہ توحید کی مزید توضیح اور تشریح۔

سورۃ الحاقۃ (نزول کے اعتبار سے ۷۸)

اس میں پھر قیامت کا بیان شروع ہوگیا۔

سورۃ المعارج (نزول کے اعتبار سے ۷۹)

اس میں فرمایا کہ انبیاء کرام نے بھی یہی دعوت دی ہے۔

سورۃ نوح (نزول کے اعتبار سے ۷۱)

اس سورۃ میں بتایا کہ دیکھو منکرین توحید پر کیسا عذاب آیا۔

سورۃ الجن (نزول کے اعتبار سے ۴۰)

اس سورۃ میں فرمایا کہ دیکھو جنات نے بھی قرآن کریم سنا اور توحید پر آگئے۔

سورۃ المزمل (نزول کے اعتبار سے ۳)

اس سورۃ میں عبادات کی تاکید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کا بیان ہے۔

سورۃ المدثر (نزول کے اعتبار سے ۴)

اس سورۃ میں وحی کے منازل کا بیان ہے۔

سورۃ القیامۃ (نزول کے اعتبار سے ۳۱)

اس سورۃ میں جہاد اور جہاد میں استعمال ہونے والے گھوڑوں کا بیان ہے۔

سورۃ القارعۃ (نزول کے اعتبار سے ۳۰)

اس سورۃ میں قیامت اور وزن اعمال کا بیان ہے۔

سورۃ التکاثر (نزول کے اعتبار سے ۱۶)

اس سورۃ میں تین مراحل کو بیان کیا گیا (۱) انسان کا قبر دیکھ کر غافل ہونا (۲) ان پر عذاب کا آنا (۳) دنیا کے معاملات کا حساب کتاب۔

سورۃ العصر (نزول کے اعتبار سے ۱۳)

اس سورۃ میں ایمان، اعمال اور حق پر ثابت قدمی کا بیان ہے۔

سورۃ الھمزۃ (نزول کے اعتبار سے ۳۲)

اس سورۃ میں مال جمع کرنے اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے پر وعید آئی ہے۔

سورۃ الفیل (نزول کے اعتبار سے ۱۹)

اس سورۃ میں بتایا گیا کہ شعائر اللہ کی توہین ذلت اور خواری کا سبب ہے۔ دیکھو کعبۃ اللہ کی توہین کرنے والوں کا انجام۔

سورۃ القریش (نزول کے اعتبار سے ۲۹)

اس سورۃ میں کعبۃ اللہ کے فضائل اور برکات تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے۔

سورۃ الماعون (نزول کے اعتبار سے ۱۷)

اس سورۃ میں مشرکین کی تین قباحتیں بیان کی گئیں ہیں۔

سورۃ الکوثر (نزول کے اعتبار سے ۱۳)

اس سورۃ میں خلافت کے مسائل کا بیان۔

سورۃ اللیل (نزول کے اعتبار سے ۹)

یہ سورۃ گزشتہ سورۃ کا تکملہ ہے۔

سورۃ الضحیٰ (نزول کے اعتبار سے ۱۰)

اس سورۃ میں جناب نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔

سورۃ الم نشرح (نزول کے اعتبار سے ۱۲)

پیغمبر کو مزید تسلی دی گئی کہ ہر تنگی کے بعد اللہ تعالیٰ آسانی کے راستے ہموار کرتا ہے

سورۃ والتین (نزول کے اعتبار سے ۲۸)

چار چیزوں کی قسم کھا کر انسان کی تخلیق کا اعادہ کر اور نیک اعمال پر اجر ملنے کا بیان

سورۃ العلق (نزول کے اعتبار سے ۱)

اس سورۃ میں وحی اور نبوت کے ابتدائی دور کو بیان کیا گیا۔

سورۃ القدر (نزول کے اعتبار سے ۲۵)

قرآن کریم کے نزول کا تذکرہ اور شب قدر کی فضیلت کا بیان

سورۃ البینۃ (نزول کے اعتبار سے ۱۰۰)

اس سورۃ میں قرآن کریم کی فضیلت بیان کی گئی اور آخر سورۃ میں صحابہ کرام کے مناقب کا بیان ہوا۔

سورۃ الزلزال (نزول کے اعتبار سے ۹۳)

اس سورۃ میں وقوع قیامت کا اجمالی نقشہ کھینچا گیا۔

سورۃ العادیات (نزول کے اعتبار سے ۱۴)

اس سورۃ میں حضرت محمد ﷺ کے تین مقامات کا بیان ہے۔ آپ کا مقام، آپ کا پروگرام اور آپ کے دشمنوں کا انجام۔

سورۃ الکافرون (نزول کے اعتبار سے ۱۸)

اس سورۃ میں تین باتیں ہیں۔ کافروں سے بیزاری کا اعلان، اپنے دین پر قائم رہنے کی تاکید اور دین اسلام کے اعجاز کا بیان ہے۔

سورۃ النصر (نزول کے اعتبار سے ۱۱۴)

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت کا اعلان اور دین اسلام کی ترقی اور آنحضرت ﷺ کو تسبیح، تحمید اور استغفار کی تاکید۔

سورۃ اللھب (نزول کے اعتبار سے ۲)

اس سورۃ میں نبی کریم ﷺ کے دشمن کی تباہی کا اعلان ہے۔

سورۃ الاخلاص (نزول کے اعتبار سے ۲۲)

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی توحید خالص کا بیان ہے۔

سورۃ الفلق (نزول کے اعتبار سے ۲۰)

اس سورۃ میں حاسدین کے شر سے پناہ مانگنے کی تاکید کی گئی ہے۔

سورۃ الناس (نزول کے اعتبار سے ۲۱)

اس سورۃ میں جن و انس کے وساوس اور شر سے پناہ مانگنے کی تاکید کی گئی ہے۔

قرآن کریم کی سورتوں کے امتیازات

افادات: شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان دامت برکاتہم العالیہ

(جمع وترتیب: عبدالعظیم)

سورۃ الفاتحہ: اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے ذکر میں۔

سورۃ البقرہ: مضمون یہی ہے یہود کا بالتفصیل رد اور بنی اسرائیل کو تین خطابات مجمل، مفصل، مدلل۔

سورۃ آل عمران: عیسائیوں کے چھ شبہات کا رد، چھ اقوال زریں اور حضرت عیسیٰ کی عبدیت پر ۲۳ نکات۔

سورۃ النساء: متعلقین کے بیان اور احکام میں جیسے یتیم کے مال کی حفاظت، تعدد نکاح کا قاعدہ، وراثت کا قاعدہ وغیرہ۔

سورۃ المائدہ: بیان حل وحرمت، نذر رشد کا اثبات اور نذر لغیر اللہ کا رد، لقد کفر الذین الخ کہہ کر تین جگہ عیسائیوں کا رد۔

سورۃ الانعام: آداب دعوت وتبلیغ، دواعی الی اللہ اور دعوت کے راستے میں پیش آنے والی تکالیف پر صبر کی تلقین۔

سورۃ الاعراف: دعوت کے سلسلے میں جو مشکلیں پیش آتی ہیں ان کا ذکر کرکے چھ انبیاء کے حالات سے صبر کی تلقین ہے۔

سورۃ حج : اس میں رد ابتلایا کا علاج اور حج جیسی مقدس عبادت اور تقویٰ کا بیان

"واجتنبوا الرجس من الاوثان الخ"

سورۃ مؤمنون : اس میں مؤمنین کے اوصاف عشرہ کا بیان ہے۔

سورۃ نور : اس میں معاشرتی بے حیائی کا رد اور معاشرتی روز مرہ کے مسائل کا باتفصیل جائزہ۔

سورۃ فرقان : بیان مقصد نزول قرآن

سورۃ شعراء : اس میں بیان توحید، رسالت، آخرت اور شرک کی نفی۔

سورۃ النمل : ممتاز ہے مضامین اربعہ توحید، رسالت، آخرت اور رد شرک کے بیان میں۔

سورۃ قصص : مضامین اربعہ کی مزید تاکید اور تفصیل۔

سورۃ عنکبوت : اس میں آزمائش کا بیان ہے اور ایک قاعدہ ذکر کیا گیا "ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر"

سورۃ الروم : ممتاز ہے کہ اس میں فتح کی خوشخبری دی گئی ہے۔

سورۃ لقمان : اس میں توحید کے بیان کا اعادہ کیا گیا کہ نیک لوگوں نے بھی توحید بیان کی ہے دیکھو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو توحید کی نصیحت کی۔

سورۃ الم سجدہ : ممتاز ہے کہ اس میں عبادات کی تاکید کا بیان ہے۔

سورۃ الاحزاب : آخری غزوۂ احزاب کا ذکر اور ۱۲ اصلاحات۔

سورۃ سبا : ان سورتوں سے قیامت کا تفصیلی بیان شروع ہوا۔

سورۃ فاطر : اس میں بھی بیان قیامت۔

سورۃ الانفال : فتح البلاد کی صورت میں غنائم کی تقسیم کا ذکر۔

سورۃ توبہ : اس سورۃ میں ۱۲ مرتبہ منافقین کا رد ہوا ہے۔

سورۃ یونس : مشرکین کو شرک کے سلسلے میں تین شبہات ہوئے تھے ان میں سے ایک کا رد سورۃ یونس میں ہوا "ھٰؤلاء شفعاؤنا عند اللہ"

سورۃ ھود : تفصیلی تسلی ہے کئی انبیاء کے واقعات کے ساتھ۔

سورۃ یوسف : اس میں گزشتہ مضامین کا خلاصہ اور تتمہ ہے کہ انبیاء کرام غیب دان اور متصرف نہیں اور سورۃ یونس والے شبہ کا تقریباً اور تفصیلاً رد۔

سورۃ رعد : وقوع قیامت بذکر الانبیاء مذکور ہوا۔

سورۃ ابراہیم : اللہ تعالیٰ کے خاص پیغمبر حضرت ابراہیم کا واقعہ۔

سورۃ حجر : اس میں ان وجوہ اربعہ کو ذکر کیا گیا جن کا مرتکب مستحق عذاب ہے۔

سورۃ نحل : اس میں محرمات ابدیہ کا بیان ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل : ممتاز ہے کہ اس میں معجزات اور کرامات ملا جلا بیان ہے۔

سورۃ کہف : غیب دان صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، کوئی نبی اور ولی بھی غیب نہیں جانتا۔ اصحاب کہف کو دیکھو، حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی حضرت خضر کے حالات سے بے خبر ہیں۔

سورۃ مریم : اسی مضمون کی مزید تشریح کی گئی کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی غیب دان نہیں۔

سورۃ طٰہٰ : انبیاء کسی طرح غیب دان نہیں اس پر شاہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ۔

سورۃ انبیاء : انبیاء غیب دان اور متصرف کیا ہوتے سب کے سب پریشان رہے ہیں۔

سورۃ الواقعہ : ممتاز ہے قسموں کے بیان میں۔

سورۃ الحدید : ممتاز ہے جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کے بیان میں۔

سورۃ المجادلہ : اس میں رد المنکرات ہے۔ بیوی کو ماں کہنا، اس کے عضو مستورہ کو حرمت تابیدیہ سے تشبیہ دینا اور اس کا مفصل رد۔

سورۃ الحشر : یہاں سے مسبحات سورتوں کا آغاز ہوا ہے۔ ایک نہ ایک دن حشر ہوگا جیسے دنیا میں یہود کا حشر ہوا۔

سورۃ الممتحنہ : خود مسلمان کی سازشوں سے بھی بچنا ہے۔

سورۃ الصف : جہاد ہمیشہ جاری رہے گا۔

سورۃ الجمعہ : عبادات کے طور طریقے سیکھنا ضروری ہیں۔

سورۃ المنافقون : ممتاز ہے رد منافقت کے بیان میں۔

سورۃ التغابن : ایک نہ ایک دن آئیگا جس میں دنیا کا پورا حساب ہوگا " ذالک یوم التغابن "

سورۃ الطلاق : حرام و حلال کا فرق اور نکاح و طلاق کا فرق۔

سورۃ التحریم : گزشتہ سورۃ کے مضامین کا تکملہ۔

سورۃ الملک : اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر (۱۱) گیارہ دلائل۔

سورۃ القلم : ممتاز ہے کہ اس میں کتمان حق پر وعید سنائی گئی، مسائل کے بیان میں سستی نہ کرو۔ جو جانتے ہوئے بھی مسائل چھپائے اس کا کیا حشر ہوگا ؟

سورۃ الحاقۃ : قیامت کا خیال اور اس کے بارے میں سوچ و فکر کی تلقین۔

سورۃ المعارج : قیامت کی یاد دہانی۔

سورۃ یٰسین : انبیاء بنی اسرائیل میں سے تین کا تذکرہ اور پیغمبر سے ہر قسم کے عیب کی نفی "وما علمناہ الشعر" الخ۔

سورۃ صافات : ممتاز ہے انبیاء اور ملائکہ کے ذکر میں۔

سورۃ ص : گزشتہ سورۃ کے مضامین کو دہرایا گیا۔

سورۃ الزمر: گزشتہ دونوں سورتوں کا تکملہ۔

حوامیم سبعہ : سورۃ مومن، سورۃ حم سجدہ، سورۃ زخرف، سورۃ شوریٰ، سورۃ دخان، سورۃ جاثیہ، سورۃ احقاف۔ ساتوں سورتیں ممتاز ہیں چار مضامین کے بیان میں اثبات توحید، اثبات رسالت، ایمان بالآخرت اور رد شرک فعلی و اعتقادی۔

سورۃ محمد : یہ سورۃ ممتاز ہے مقصد قرآن کے بیان میں کہ دینی اور سیاست، امت جہاد ہے اور انسان جہاد سے کوئی نہیں رہ سکتا۔

سورۃ الفتح : قتال فی سبیل اللہ کا نتیجہ فتح ہے۔

سورۃ الحجرات : ممتاز ہے کئی مضامین کے بیان میں ۱۔ اصلاح البلاد بعد فتح البلاد ۲۔ نام بگاڑنے کی ممانعت ۳۔ غیبت کی ممانعت ۴۔ عیب جوئی کی ممانعت ۵۔ انبیاء کے آداب بجالانے کی تلقین ۶۔ انبیاء کو اپنے جیسا عام آدمی مت سمجھو ان کی تکریم و تعظیم بجالاؤ ۷۔ سب ایک آدم کی اولاد ہو برتری صرف باختیار تقویٰ ہے اس لئے تقویٰ پیدا کرو ۸۔ ایمان کا مقصد جہاد، انفاق اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ہے اور یہ سب کیوں؟ اس لئے کہ قیامت برحق ہے۔

سورۃ ق، سورۃ الذٰریٰت، سورۃ الطور، سورۃ النجم، سورۃ القمر سب کی سب سورتیں قیامت کے بیان میں ہیں۔

سورۃ الرحمٰن : ممتاز ہے نعمتوں کے بیان میں۔

سورۃ الم نشرح : ممتاز ہے نبی کریم ﷺ کو تسلی کے بیان میں۔

سورۃ التین : ممتاز ہے کہ اس میں گزشتہ متبرک چیزوں کا تذکرہ ہے۔

سورۃ العلق: ممتاز ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کی وحی کا تذکرہ ہے اور وحی کی آمد کی برکات کا بیان ہے

سورۃ القدر : ممتاز ہے قرآن کریم کی برکات اور معجزات کے بیان میں۔

سورۃ البینۃ : قرآن کریم کے موافقوں کا انعام اور مخالفوں کا انجام ہے

سورۃ الزلزال : وقوع قیامت کا بیان ہے۔

سورۃ العادیات : قیامت میں صرف وفاء عمل کام آئیگا۔

سورۃ القارعۃ : قیامت کا بیان ہے مختصرا۔

سورۃ التکاثر: ہر نعمت کے بارے میں سوال ہوگا تھوڑے سے عبرت لو۔

سورۃ العصر : ممتاز ہے کہ اس میں قرآن کریم کے تین مقاصد کا بیان ہے (۱) ایمان (۲) عمل (۳) صبر و حق۔

سورۃ الھمزۃ : دنیا کے مذموم اعمال میں سے غیبت، طعن اور حب مال کا بیان ہے

سورۃ الفیل : شعائر اللہ کی توہین عذاب خداوندی کا باعث ہے۔

سورۃ القریش : اے لوگوں! تم بھی رب کعبہ کی عبادت کرو اور توہین مت کرو۔

سورۃ الماعون : توہین جیسی بھی ہو جتنی بھی ہو توہین ہے۔ توہین کی اقسام (۱) تکذیب بالدین (۲) یتیم اور مسکین کی حق تلفی۔

سورۃ الکوثر : آنحضرت ﷺ کے تین مقامات کا بیان (۱) آپ ﷺ کا مقام (۲) آپ ﷺ کا پروگرام (۳) آپ ﷺ کے دشمنوں کا انجام۔

سورۃ نوح : تمام پیغمبروں نے اسی بات کی تلقین کی ہے۔

سورۃ الجن: جنات نے بھی یہی کہا اور جنات نہ نافع ہیں اور نہ ہی معبود۔

سورۃ المزمل ، سورۃ المدثر : نبی کو بھی یہی پیغام دیا گیا تھا۔

سورۃ القیامۃ : ممتاز ہے وقوعِ قیامت کے بیان میں۔

سورۃ الدھر: ممتاز ہے نعمتوں کے بیان میں۔

سورۃ المرسلات :ممتاز ہے قسموں کے بیان میں۔

سورۃ النبا، سورۃ النازعات، سورۃ عبس ، سورۃ التکویر، سورۃ الانفطار یہ تمام سورتیں ممتاز ہیں نعمتوں کے بیان میں۔

سورۃ المطففین : عمل کرو گے تو انعام پاؤ گے۔

سورۃ الانشقاق : قیامت میں زمین وآسمان پھٹنے والے ہیں، اعمال کی کوشش کرو ۔

سورۃ البروج : گزشتہ امتوں کی مثالوں کے ساتھ اس امت کا حال۔

سورۃ الطارق : زمین وآسمان کو گواہ بنا کر توحید الٰہی کو بیان کیا گیا۔

سورۃ الاعلیٰ : اسی اللہ کی پاکی کے ترانے اختیار کرلو۔

سورۃ الغاشیہ : ممتاز ہے نعمتوں اور قدرت الٰہی کے بیان میں۔

سورۃ الفجر : ممتاز ہے اوقات کی تکریم کے بیان میں۔

سورۃ البلد : ممتاز ہے احکام بلدیہ کے بیان میں۔

سورۃ الشمس ، سورۃ اللیل ، سورۃ الضحیٰ : سورج ، چاند، رات اور دن کو گواہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو بیان کیا گیا۔

مسئلہ توحید کی وضاحت

شیخ التفسیر حضرت مولانا غلام حبیب صاحب دامت برکاتہم

الحمد للہ، الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ وحدہ وحدہ لاشریک لہ، لا ثنا لہ ولا ضد لہ ولا کفو لہ، لا نظیر لہ ولا وزیر لہ، لا معین لہ ولا مشیر لہ، واشھد ان سیدنا وسندنا ونبینا واولانا واعلنا واجلنا ومولٰنا محمد عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین ۔ اما بعد ! فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ٥ الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرت رزقا لکم فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون ٥

میرے بزرگوں اور نہایت قابل احترام علماء کرام طلباء اور عزیز مسلمان بھائیوں اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا فضل وکرم اور مہربانی ہے کہ آپ اور مجھ کو اللہ رب العزت نے دین کی نسبت سے اس مرکز علوم نبویہ ﷺ میں دین کی نسبت سے چند لمحات کیلئے مل جل کے بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائی ۔ مخلوق جیسا

سورۃ الکافرون : ممتاز ہے کہ اس میں کفار سے سخت برأت کا اعلان کیا گیا ہے۔

سورۃ النصر : ممتاز ہے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے بیان میں۔

سورۃ تبت : جنہوں نے دین کی توہین کی انکا انجام خراب ہوا، دیکھو ابولہب کو۔

سورۃ الاخلاص : ممتاز ہے کہ اصل مقصد کو بیان کیا ہے اور وہ ہے توحید۔

سورۃ الفلق : ممتاز ہے کہ اس میں حاسدین سے بچنے کے لئے دعا بتائی گئی ہے۔

سورۃ الناس ممتاز ہے کہ اس میں خناس سے بچنے کی دعا بتائی گئی ہے۔

علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا مقصد بعثت بھی توحید کیلئے ہے۔ اور تمام کتب سماویہ جو بڑی بڑی کتب یا صحف کی صورت میں آئی ہیں وہ مسئلہ توحید کیلئے، اور انس و جن کی تخلیق جو ہے وہ بھی مسئلہ توحید کیلئے ہے" وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون " اللہ رب العزت فرماتے ہیں میں نے انس و جن کو نہیں پیدا کیا مگر اس مقصد کیلئے کہ "لیعبدون" یہ نہیں فرمایا "یعبدون" بلکہ یوں فرمایا "لیعبدون" معلوم ہوا کہ انس و جن کا وجود اور مقصد پیدائش جو ہے وہ اللہ کی عبادت ہے، اللہ کی معرفت حاصل کرنا ہے، اس شی کیساتھ، اس کیفیت کیساتھ، اس انداز کیساتھ جس طرح اللہ کریم اور اللہ مہربان چاہتے ہیں۔ اس اللہ کو یوں پہچانو جس طرح اللہ چاہتے ہیں۔

مسئلہ توحید پر قرآنی دلائل

سورت مزمل میں اس کو یوں تعبیر کیا ہے" وتبتل الیہ تبتیلا ٥ رب المشرق والمغرب لاالہ الا ھو فاتخذہ وکیلا ٥ "رب المشرق والمغرب" مغرب اور مشرق وآل مغرب وآل مشرق کا رب ہیں، مدبر ہیں، پالنے والے ہیں۔ "لاالہ الا ھو" امام رازیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "لاالہ الا ھو" سینتیس ۳۷ مرتبہ قرآن مجید میں ذکر ہے۔ اور میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ (جس کا نام میرے برادر محترم نے ابھی آپ کے سامنے کہا کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نور اللہ مرقدہ) کبھی کبھی یوں بھی کہا کرتے تھے کہ "لاالہ" کا معنی یوں کرو کہ اس "لا" سے پہلے جو صفت اللہ کیلئے ذکر ہے اس کی مخلوق سے نفی کر کے "الا" سے اللہ کیلئے ثابت کرو۔ تو اب دیکھو "رب المشرق والمغرب لا الہ الا ھو" معنی یہ ہوا کہ مشرق کا مالک مغرب کا مالک، مشرق و مغرب کا رب اللہ ہے۔ "لاالہ" کوئی رب نہیں مشرق و مغرب والوں کیلئے "الا ھو" مگر کون ہے؟ اللہ۔ جب اللہ ہی رب ہیں تو "فاتخذہ وکیلا" پس اللہ ہی کو اپنا وکیل اپنا کارساز مان لو۔

شیخ الشیوخ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ "وکیل" کا ترجمہ کیا کرتے تھے "فاتخذہ وکیلا" ربنا انتکلونا الیہ امورکم " اس کو اپنا کارساز، مدبر مان لو۔ اس کے بغیر کوئی کارساز اور مدبر نہیں

کہ مناسب ہے اور چاہئے اللہ رب العزت کا شکر یہ ادا نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ اللہ رب العزت خود فرماتے ہیں کہ "ولن تحصوھا" لیکن جتنا ہمارے بس میں ہے اتنی مقدار کے ہم مکلف ہیں، کہ ہم اللہ کے انعامات کا شکر یہ ادا کریں۔

محترم دوستوں کہاں میرا اتنا مرتبہ کہ میں آپ لوگوں کے سامنے لب کشائی کروں لیکن مجھ پر وقت کے مفسر، محدث، نہایت شجاع، جری اور بہادر عالم شیخ القرآن والحدیث حضرت العلامہ مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم نے شفقت فرمائی اور مجھ جیسے ناچیز، نا عالم، کم ظرف کو یہاں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب جناب محترم نے مجھے حکم دیا تو میرے پاس کوئی بہانا نہیں بنتا تھا کہ میں حاضر نہیں ہوتا۔ ایک طرف اپنے علم یا حیثیت کو دیکھتا ہوں تو میں تو اس جگہ پر بیٹھنے کے قابل نہیں ہوں، لیکن حضرت شیخ الحدیث والتفسیر اور مفتی صاحب مدظلہ العالی کے حکم کی تعمیل کی خاطر میں یہاں پر حاضر ہوا ہوں، اب دعا یہ ہے کہ آپ بھی میرے لئے دعا کریں اور میں بھی دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت مجھے قرآن وسنت کے موافق اور مناسب کچھ کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مسئلۂ توحید بہادروں کا مسئلہ ہے

ساتھ ہی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے یہ بات بھی کہی کہ توحید پر بیان ہوگا۔ معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کے اس مرد جری کا توحید کیساتھ کیسا تعلق اور نسبت ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ بہادروں کا ہے، اس لئے کہ یہ بہت مشکل اور دشوار مسئلہ ہے۔ قرآن وسنت کو آپ دیکھیں تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کیساتھ اقوام اور اُمم کا کسی مسئلہ پر اختلاف نہیں رہا اور نہیں آیا، اگر اختلاف آیا ہے تو اس مسئلہ پر آیا ہے، یعنی مسئلۂ توحید پر۔ تو مفتی صاحب دامت برکاتہم نے کہا کہ توحید کا مسئلہ بیان ہوگا۔

یہ مسئلہ تو بہت ہی بڑا ہے، بہت ہی طویل ہے اس کیلئے تو بہت وقت اور بہت عمر درکار ہے، لیکن مختصر بات آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں، کہ اگر مسئلۂ توحید کی اہمیت کو آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو قرآن کریم کے علوم سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ کائنات کا مقصد وجو بھی توحید کیلئے ہے، اور بعثت انبیاء کرام

پیدا کیے ہیں جو واقعی ہی اس (مسئلہ توحید) کا خیال رکھتے ہیں، اور اسی کو تو بہادر کہتے ہیں۔ "لیس من یقطع الطریق" وہ بہادر نہیں ہے کہ راہزنی کرے، ڈاکے مارے اور لوگوں کو رسوا کرے اس کو بہادر نہیں کہتے۔ بہادر وہ ہے جو کہ بڑے شیطان کے سینے پر بیٹھ جائے۔ تو مجھے حکم دیا کہ مسئلہ توحید بیان کرو، یہ تو بہادروں والا مسئلہ ہے۔ اللہ کریم ایسے علماء حضرات کا سایہ ہم پر تم پر دیر تک قائم رکھے اور اللہ کریم ان کی عمر دراز فرمائے کہ ان کے سائے کے نیچے اللہ کے دین کی خدمت ہوتی رہے۔ یہ جو مرکز ہے "احسن مرکز" ہے اللہ کریم اس مرکز کو قائم و دائم رکھے، اپنی توحید کیلئے محمد رسول اللہ کی سنت کیلئے۔

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کا ذکر خیر

تو کیونکہ توحید کیا چیز ہے، مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی بات پسند آتی ہے؟ یہ مولانا حسین علیؒ کی بات ہے "اور یا مخلوق سے رشتہ توڑ، خالق سے رشتہ جوڑ" ابھی میرے محترم بھائی نے کہا کہ یہ (شیخ التفسیر حضرت مولانا غلام حبیب صاحب دامت برکاتہم) شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے شاگرد ہیں، مجھے اس پر انتہائی فخر ہے۔ کسی زمانے میں "قصیدہ" بنایا تھا اس وقت حضرت الشیخؒ بقید حیات تھے۔ میرے ذہن میں اب وہ قصیدہ آتا ہے اور طلباء بھی بہت بیٹھے ہیں تو میرا خیال ہے کہ وہ سناؤں، اس وقت یہ قصیدہ بنایا تھا:

غلام اللہ لہ اسم کریم — و فی تقریرہ ذوق کثیر

لہ فی فن تفسیر کمال — لیس لہ لہذا الفن مثال

الا یا شائقی فہم القرآن — ا نبئکم بفہام الزمان

اوئ فی بلدۃ القندیس راجیا — تعالوا حصلوا منہ تہاجا

واقعی اللہ کریم نے اسے قرآن کی سمجھ عطا کی تھی اور اس کیساتھ ساتھ اللہ نے صفت بہادری اور شجاعت بھی نصیب کی تھی۔ بہادر ہونا شجاع ہونا یہ کمال کی صفت ہے۔ مجھے ساتھیوں نے حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی شجاعت کے بڑے بڑے قصے سنائے، کہا کہ مبتدعین سے یوں مقابلہ کیا اور ایسا کیا اور یوں کیا اور یوں کیا، خدا شاہد ہے کہ دل بہت خوش ہوا۔ اگر ایسے علماء ہوں تو انشاء اللہ یہ دین محفوظ رہے

ہے "فاتخذہ وکیلا" "تو مقصد یہ کہ توحید کا معنی اللہ کو اس معنی سے پہچاننا ہے جس طرح اللہ کریم چاہتے ہیں۔

اور امام قرطبیؒ اپنی تفسیر میں بھی توحید کا معنی یوں لکھتے ہیں، کہ توحید کیا ہے: "لیس کمثلہ" کے نیچے لکھتے ہیں سورۃ شعراء میں کہ توحید کیا ہے، توحید کس کو کہتے ہیں؟" لیس کمثلہ" وہاں لکھتے ہیں کہ توحید کا معنی یہ ہے" کہ اس کو اپنی ذات میں ایک مانو، اپنی صفات میں ایک مانو، اپنے افعال میں ایک مانو" اس کی ذات کیساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، اس کی صفات کیساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، اس کے افعال میں بھی کسی کو شریک نہ بناؤ۔ توحید کا معنی یہ ہے کہ۔

"لیس کذاتہ ذات ولا کصفتہ صفت ولا کفعلہ فعل"

وہ ذات میں لا شریک لہ، وہ صفات میں لا شریک لہ، وہ اپنے افعال میں لا شریک لہ، اپنی ذات اور اپنی صفات میں یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ جب یہ مسئلہ حل ہو گیا تو "وتبتل الیہ تبتیلا"

حضرت الشیخؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرے شیخؒ یوں ترجمہ جو حاصل ترجمہ ہے یوں بھی کبھی کہا کرتے تھے کہ" او بابا" یہ مولانا حسین علیؒ کا طرز ہے سب کو" رحمۃ اللہ علیہ" اور چونکہ میں تو اپنے شیخ سے نقل کرتا ہوں۔ فرمایا کرتے تھے:" وتبتل الیہ تبتیلا "" او بابا او بابا مخلوق سے رشتہ توڑ، خالق سے رشتہ جوڑ"۔" وتبتل الیہ تبتیلا" کیا معنی؟ یوں کہو کہ:

وہی مالک وہی داتا		وہی مشکل کشا سب کا
وہی ایک غوث اعظم ہے		میں للکار دیتا جا

غوث اعظم، فریادرس کائنات اور مخلوقات کا کون ہے؟ اللہ

یہ مسئلہ مشکل ہے اور یہ مسئلہ بہادروں والا مسئلہ ہے۔ اور حضرت الشیخ دامت برکاتہم ماشاء اللہ نام تو سنتے تھے لیکن جب میں نے دیکھا پہلی مرتبہ تو میں سمجھ گیا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے علماء میں ایسے بہادر بھی

اس لئے کہ لوگوں نے تو "الٰہ" بہت بنا رکھے تھے، جیسے سورت نوح میں آتا ہے

"لاتذرن الھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا"

انہوں نے تو بہت سارے الٰہوں کو معبود بنا رکھے تھے۔ حضرت نوحؑ فرماتے ہیں کہ: "مالکم من الٰہ غیرہ" نہیں ہے تمہارے لئے کوئی ایسی ذات جس پر اللہ کے سوا الوہیت کا تصور کیا جائے۔ الٰہ ہونا تو درکنار، وجود الٰہ ہونا تو درکنار، اللہ کے بغیر ایسی ہستی نہیں کائنات میں جس پر الوہیت کا تصور کیا جائے۔ تو کہو: "یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ"

"والی عاد اخاھم ھودا قال یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ"

"والی ثمود اخاھم صلحا قال یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ"

"والی مدین اخاھم شعیبا قال یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ"

انداز بھی ایک ہے، مسئلہ بھی ایک ہے، معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسئلہ جو کہ متفق علیہ تھا وہ توحید کا مسئلہ تھا۔ وہ مسئلہ کہ جس میں کسی زمانے میں انبیاء کے درمیان اختلاف نہیں رہا، وہ کونسا مسئلہ تھا؟ توحید کا مسئلہ تھا۔

بیان توحید میں اخلاص بہت ضروری ہے

اس لئے سورت انبیاء بھی سنو اور اسی طرح سورت مؤمنون بھی سنو: "ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاعبدون" جب سورت مؤمنون میں انبیاء کا ذکر آتا ہے تو "ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون" یہاں تمہ "فاعبدون" پر وہاں تمہ "فاتقون" پر۔ ایک تو یہ کہ یہ قرآن عظیم کا تفنن ہے کہ یہاں "فاعبدون" پر تمہ آیا ہے اور وہاں "فاتقون" پر تمہ ہے۔ لیکن ایک قول مفسرین یوں بھی لکھتے ہیں کہ سورت انبیاء میں دعوت توحید تھی تو اس لئے تمہ "فاعبدون" سے آیا، اور سورت مؤمنون میں حکم تھا کہ "یاایھا الرسل کلوا من الطیبت واعملوا صالحا" وہاں پر اکل حلال کا حکم تھا اس لئے تمہ فاتقون آیا۔ لیکن میرے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ: "ان ھذہ امتکم" ایک کتاب ہے "کتاب التسہیل" انہوں نے لکھا ہے کہ کتاب کے پانچ معنی ہیں، تتبع سے زیادہ بھی مل سکتے ہیں۔ تو ایک معنی ہے ان میں سے

گا۔لیکن اگر چاپلوسی کرنے والے حضرات ہوتا پھر آگے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اسی مسئلے کی وضاحت کی ہے

میں نے کہا کہ انس و جن کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ ''لیعبدون ''انبیاء کرام کا مقصد بعثت کیا ہے؟ اللہ کریم فرماتے ہیں

''وما ارسلنا من قبله من رسول الا نوحی الیه انه لا الٰه الا انا فاعبدون''

اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میں نے جتنے بھی انبیاء کرام بھیجے تو اس لئے کہ ''لیعبدون'' ''فاعبدون'' اور اس طرح قرآن کریم کی پہلی سورت جہاں سے تفصیلی واقعات انبیاء شروع ہوتے ہیں، سورت اعراف میں اللہ کریم فرماتے ہیں:

''لقد ارسلنا نوحاً الی قومه فقال یقوم اعبد وا اللّٰہ مالکم من الٰه غیره''

انداز خطاب بھی دیکھیں کتنا عجیب شفقتوں سے بھرا ہوا خطاب ہے۔ میں اپنے درس میں طلباء کو کہا کرتا ہوں کہ سورت طٰہٰ میں تبلیغ کا انداز بھی ذکر ہے کہ ''وقولا له قولا لینا'' اور فرمایا کہ ''ولا تنیا فی'' تو میں کہا کرتا ہوں کہ طلباؤں ان دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ بیان کے وقت تمہارا لہجہ نرم ہو لیکن مسئلہ خوب گرم ہو(سبحان اللہ)۔''ولا تنیا فی ذکری'' کا یہ مطلب ہوا۔

انداز دعوت ہو تو کیسا؟ محبتوں سے بھرا ہوا نرم لہجہ، لیکن مسئلہ ہو گرم۔ تم کہو کہ: لہجہ نرم ہو مسئلہ گرم ہو۔''یقوم''شفقتوں سے بھرا ہوا خطاب ہے، اے میری قوم۔''اے لوگوں'' یہ لہجہ صحیح نہیں ہے۔ اومیری قوم، او میرے دوستوں، او میرے بھائیوں، یعنی بہترین لہجہ ہو۔''یقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الٰه غیره''، ''من ''بھی ذکر کیا''الٰه''بھی ذکر کیا، اس''من ''اور''الٰه'' کو اگر جاننا ہو تو حضرت شیخ القرآن و شیخ المفسرین شیخ الحدیث حضرت مفتی محمد زرولی خان دامت برکاتہم العالیہ ابھی دورۂ تفسیر شروع کرنے والے ہیں آپ عزم کرلیں کہ دورۂ تفسیر میں بیٹھیں گے تو آپ کو پتہ لگ جائے گا کہ''من ''اور ''الٰه'' کا کیا مطلب ہے۔

سے بھی محروم نہیں ہے نا، کھانا ملے یا نہ ملے چائے تو ضرور ملے نا۔ اب چائے کی لذت دودھ سے ہوتی ہے۔ اب کبھی یوں بھی سوچ لیجئے، فکر کرو کہ یہ چیزیں کس نے بنائی ہیں، اور حق انصاف بھی یہ ہے کہ جس کی چیز ہو اس کا شکر بھی ادا کیا جائے۔ یہ نہیں کہ نعمت ایک کی ہو اور شکریہ غیر کا ہو، یہ تو پھر ایک مذاق ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں: "وان لکم فی الانعام لعبرۃ" "تمہارے لئے تمہارے چوپاؤں میں اللہ کی معرفت کیلئے بہت بڑی دلیل اور عبرت ہے۔ اب انداز بدلتا ہے، اللہ کریم فرماتے ہیں: "نسقیکم" "لوگ کیا دودھ دیتے ہیں کیا؟ اگر کیا رہو یہ ضد یں تو ہماری بھینسیں پھر دودھ نہیں دیتیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں اولوں، اولوگوں، یہ جو دودھ تم پیتے ہو یہ کسی کی طاقت سے نہیں بنا" "نسقیکم" "یہ ہم ہی پلاتے ہیں تم کو۔ "نسقیکم" "ہم پلاتے ہیں تم کو کیا چیز؟" "من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین" "ہم پلاتے ہیں تم کو دودھ خالص، اوپر خون ہوتا ہے نیچے گوبر ہوتا ہے، ان دونوں غلیظوں اور گندی چیزوں کے درمیان سے اللہ کریم فرماتے ہیں کہ ہم تم کو پلاتے ہیں" دودھ خالص" اور ایک ایسا دودھ "سائغا للشاربین" "۔ اب یہ نعمت کس کی ہے؟ جس کی نعمت ہو اس کا شکریہ ادا کرو۔ یوں نہ ہو کہ نعمت ایک کی ہو اور شکریہ غیر کا ہو۔ اور یہی شکر جو ہے اس کو توحید کہتے ہیں۔ اس شکر کو کیا کہتے ہیں؟ توحید۔

علماء دیوبند کے ایک مشہور بزرگ عالم ہیں شاہ عبدالقادر صاحب کہو: رحمۃ اللہ علیہ، وہ جب قرآن میں شکر کا لفظ آتا ہے تو بعض بعض مقامات میں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ "اشکر لہ" "اس کا حق مانو۔ شکر کا کیا معنی کرتے ہیں؟ یعنی اسی ہی کا حق مانو، یعنی جس کی نعمتیں ہو اس کا شکر ادا کرو۔ اس طرح قرآن کریم نے جب لقمان حکیم کے موتیاں بیان کئے ہیں وہاں بھی شکر ذکر ہے۔ "ولقد اتینا لقمن الحکمۃ ان اشکر للہ"۔

اور شکر کس کو کہتے ہیں؟ حضرت جنید بغدادی صاحب کہو: رحمۃ اللہ علیہ بزرگوں کیساتھ محبت رکھو اور بزرگ حضرات دین کو سمجھے ہیں اور دین کی بہت خدمتیں کی ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ وہ "ان اشکر للہ" "کا معنی یوں لکھتے ہیں کہ: "الا تری معہ شریک فی نعمہ" "اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں

"دین" کا۔ "ان هذه امتكم" یہ تمہارا دین ہے، جو کہ اصول میں ایک ہے۔ وہ کونسا دین ہے جو ایک ہے؟ وہ یہ ہے کہ "وانا ربكم فاعبدون"۔ انبیاء بھی سب آئے تھے تو توحید کیلئے، کتابیں بھی سب آئیں کس لئے "وما امروا الا ليعبدالله مخلصين له الدين"۔ تمام آسمانی کتابوں کے ذریعہ حکم دیا گیا عبادت کرو اخلاص کیساتھ۔ اخلاص کا کیا معنیٰ؟ اخلاص خلوص کو کہتے ہیں، یعنی شرک سے پاک ہونا، یا سے پاک ہونا، ہر قسم شرک وریاء سے پاک ہو، جس میں شرک وریاء کی ملاوٹ نہ ہو اس کو اخلاص کہا جاتا ہے۔ اور اگر شرک وریاء کی ملاوٹ ہو تو اس کو اخلاص..... نہیں کہا جاسکتا۔ جیسے کہ مفسرین حضرات نے لکھا ہے یہاں "مخلصين" کے نیچے لکھا ہے: اخلاص سے عبادت کرو، اور اخلاص کس چیز کو کہتے ہیں

"تمييز العمل من الشرك والرياء كتمييز اللبن من المحرث والفرث"

اللہ کریم ہمیں دودھ پلاتا ہے، کیا اس میں خون کی ملاوٹ ہے، کیا اس میں گوبر کی ملاوٹ ہے؟ اللہ کریم فرماتے ہیں میں تمہیں ایک صاف ستھری چیز دودھ کی صورت میں پلاتا ہوں، جس میں نہ گوبر کی ملاوٹ ہے، اور نہ خون کی ملاوٹ ہے۔

میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب گیارہویں پر رد کرتے تھے تو اس آیت کو پڑھتے تھے "وان لكم في الانعام لعبرة"۔ قرآن ایک عجیب کتاب ہے، اگر کوئی مسجد میں نہیں گیا، علماء کیساتھ اس کو بیٹھنے کا موقع نہیں ملا پھر بھی اللہ کی پہچان سے معذور نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ کریم کی پہچان جو مسئلہ توحید ہے، وہ امور عقلیہ پر بھی منحصر ہے۔

ان البعرة تدل على البعير　　　وان آثار الاقدام تدل على المسير

والسماء ذات ابراج　　　والارض ذات فجاج

والبحار ذات امواج　　　والجبال ذات افراج

افلا يدل ذالك على الله اللطيف الخبير

اگر کوئی شخص علماء کرام کے پاس نہیں گیا پھر بھی معذور نہیں اس لئے کہ اب تو کوئی "جاہل"

ہے۔اس نے لکھا ہے کہ: آداب پر عمل کرو تو مستحب کی توفیق نصیب ہوگی، مستحبات پر عمل کرو تو سنت کی توفیق نصیب ہوگی، سنت پر عمل کرو تو واجب کی توفیق نصیب ہوگی، واجبات پر عمل کرو تو فرائض کی توفیق نصیب ہوگی۔

تقویٰ کہتے بھی اس کو ہیں جیسا کہ حافظ عماد الدین نے لکھا ہے:

هل لذنوب صغيرها و كبيرها ذاک تقیٰ

واصنع كماشٍ فوق ارض الشوک يحضر ما يرىٰ

لا تحقرن صغيرة ان الجبال من الحصاة

تو گناہوں کو کم نہ جانو جس کا نام گناہ ہو اس سے بچنے کی کوشش کرو، جس کا نام خیر ہو تو اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

عرض یہ کر رہا تھا میرے دوستوں کہ اللہ کا حق ماننا شکر ادا کرنا اس کو توحید کہتے ہیں۔ تو انس و جن کا مقصد تخلیق کیا ہے؟ توحید۔ انبیاء کرام مقصد بعثت کیا ہے؟ توحید۔ اور کتب سماویہ کا مقصد بھی کیا ہے؟ توحید۔ اب جب اللہ کریم اپنی توحید بیان کرتے ہیں، اللہ اللہ، اس کے مختلف عنوانات ہوتے ہیں۔ یہ آیت مبارکہ جو میں نے آپ حضرات کے سامنے پڑھی ہے، یہاں ذرا دیکھو قرآن کا اپنا ایک انداز ہوتا ہے۔ عادات فصحاء اور بلغاء یہ ہوتی ہے کہ صرف اپنی بات کو منواتے نہیں بلکہ اپنی بات کو پیش کر کے دلیل سے منواتے ہیں، اور اپنے مخاطب کو دلیل کی قوت سے مجبور کرتے ہیں۔ تو اب سنو: سورہ بقرۃ کا پہلا دعویٰ ہے توحید کا "یاایھا الناس اعبدوا ربکم" یہ کیا ہے؟ دعوئے توحید۔ اللہ کی عبادت کرو کیوں؟ اب دلائل بیان کرتے ہیں، کہ ہمارے فلاں فلاں احسان کو یاد رکھو۔ جب احسانات بیان کرتے ہیں تو اس کے بعد پھر نتیجہ ہوتا ہے۔ پہلے دعویٰ، پھر دلائل اور دلائل کے بعد پھر ثمرہ۔ تو جو آیت مبارک میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے دعویٰ توحید بھی ہے اور دلائل توحید پر ہیں اور اس کے بعد نتیجہ بطور ثمرہ ہے۔

اب دیکھیں "یاایھا الناس اعبدوا ربکم" "اے لوگوں رب کی عبادت کرو۔ اس سے پہلے

اللہ کا کوئی شریک نہ بناؤ۔

اور لقمان بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ بعض لوگوں نے ان [illegible] کہا ہے۔ لیکن جمہور کا قول کیا ہے؟ سو یاد رہے کہ جھگڑنا نہیں چاہئے، تحقیق الگ چیز ہے، لیکن جھگڑنا نہیں چاہئے۔

۔ و ذوالقرنین لم یعرف نبیا کذا لقمان فاحذر عن جدالی

جھگڑے نہ کرو لقمان بھی ولی کامل تھے، ذوالقرنین بھی ولی کامل ہیں۔ اور اللہ کریم فرماتے ہیں: ''ولقد اتینا لقمن الحکمۃ'' اگر لقمان حکیم کی حکمتوں کو آپ جاننا چاہتے ہو تو تفسیر آلوسی دیکھو کہ اس بار لقمان حکیم کی حکمتیں کیسے بیان کی ہیں۔

ایک جگہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں کہ ''یا بنی ان الدنیا بحر عمیق'' اے بیٹے یہ دنیا تو بہت بڑا سمندر ہے، اس میں بہت سے لوگ ڈوب کر ختم ہو چکے ہیں، اگر اس سمندر سے نجات چاہتے ہو تو ''فاتخذ سفینۃ تقوی اللہ'' تو پھر اللہ سے ڈرتا اور تقویٰ کو کشتی بناؤ۔ جب آگے سمندر، دریا ہو اور کشتیاں موجود ہوں تو آدمی پار ہو جاتا ہے۔ تو یہ دنیا تو سمندر عمیق ہے، تقویٰ کو اختیار کرو ان شاء اللہ نجات حاصل ہو گی۔ واقعی لقمان کی باتیں بڑے مزے کی اور عجیب ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ''یا بنی لا یکن الدیک اکیس منک ینادی بلیل وانت نائم'' او بیٹے یہ مرغ بھی تم سے بہتر نہ ہو کہ یہ رات کو اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے اور تو سویا ہوا ہے، اور یہ مرغ جو ہے یہ رات کو با قاعدہ اللہ کی تسبیح اور ثنا بیان کرتا ہے۔ ہر گل اپنے اپنے ٹائم پر کرتا ہے۔ اگر تم اپنی گھڑی کو ''الارم'' پر رکھو تو تمہارے الارم میں تقدیم تاخیر تو ہو سکتی ہے لیکن مرغ کی آواز مقررہ وقت میں تاخیر نہیں آسکتی۔ تو اس لئے کہتے ہیں کہ ''یا بنی ان الدنیا بحر عمیق''

یہ دنیا تو بہت بڑا سمندر ہے، تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

اور اس طرح کبائر سے بھی بچو اور صغائر سے بھی بچنے کی کوشش کرو، اس لئے کہ ایک تفسیر جس کا نام ہے ''نظم الدرر'' سورت آل عمران کی تفسیر میں لکھا ہے۔ یہ بعض وقت جو ہم کہتے ہیں کہ بھئی یہ مستحب عمل ہے اتنی ضرورت نہیں چھوڑ دو اس کو، اور کبھی کہتے ہیں کہ سنتیں چھوڑ دو، اور کبھی کہتے ہیں کہ واجب

"واللہ ما مســـــت دیباجا ولا حریرا الین من کف رسول اللہ ﷺ"

دنیا کے کسی ریشم میں، میں نے وہ لطافت محسوس نہیں کی کہ جو نزاکت اور لطافت محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں تھی۔

آج ایک بہت بڑی دعا کرنے والا ہوں میرے عبداللہ ذرا چادر تو بچھاؤ۔ جب عبداللہ چادر بچھاتے ہیں تو اللہ کے نبی ﷺ اپنے ہاتھ مبارک اٹھاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ: "اللھم علمہ الکتاب" اے اللہ میرے اس عبداللہ کو اپنے قرآن کے علوم سے نواز۔

اس لئے حسن بصریؒ نے لکھا ہے: جو "صاحب البرھان فی علوم القرآن" والے نے نقل کیا ہے "علم القرآن ذکر لا یعلموہ الا ذکورا من الرجال" یہ تو بہادروں کا علم ہے قرآن والا۔ اور خوش نصیب ہے وہ شخص جو سال میں بخاری پڑھائے اور احادیث رسول اللہ پڑھائے اور اس کا تعلق قرآن سے ہو اور جس کا تعلق سنت مصطفیٰ سے ہو اور جس کا تعلق فقہاء امت سے ہو۔ اللہ کریم ایسے بہادروں اور بزرگوں کا سایہ ہم پر لمبا اور دراز فرمائے۔

حضرت ﷺ فرماتے ہیں: "اللھم علمہ الکتاب" اے اللہ اے اللہ اس عبداللہ کو قرآن کے علوم سے نواز۔ اب دعا کا اثر یہ تھا کہ جتنی مہارت قرآن میں عبداللہ کو تھی کسی عبداللہ کا نظیر کوئی بھی نہیں تھا، اس لئے اس کو ترجمان القرآن کہا کرتے تھے۔

"اعبدوا ربکم" کا ترجمہ ابن جریر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں یہ معنی جو نقل کرو فرماتے ہیں: "اعبدوا ربکم ای افردوا الطاعۃ والعبادۃ لربکم دون سائر خلقہ"۔ عبادت اور طاعت کس کیلئے کرو "فصل لربک وانحر" نماز عبادت بدنی ہو تو رب کیلئے، عبادت مالیہ ہو تو رب کیلئے۔

اعلان کیجئے کہ "ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین ○ لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین"۔

تین فرقوں کا ذکر آیا ہے۔ (۱) مومنین۔ (۲) کفار (۳) اور منافقین، ماشاء اللہ۔ اب علماء "یاایھا الناس" ان تینوں فرقوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ پھر اس پر بہت سارے اشکالات ہیں، لیکن آسان سی بات ہے (۱)... اگر خطاب ہے مومنین سے تو دوام مراد ہے۔ (۲)... اگر خطاب کفار سے ہے تو حدوث مر ہے۔ (۳)... اگر خطاب منافقین سے ہے تو خلوص مراد ہے۔ تو تینوں آگئے۔ "یاایھا الناس" او دنیا م رہنے والو مومنو! اعبدوا ربکم "توحید پر ڈٹے رہو۔" یاایھا الناس "او لوگو جو رب کو نہیں ماننے حید کی صفتوں کیساتھ" اعبدوا ربکم "اللہ کی عبادت اس کیلئے خاص کرو۔ او منافقین" اعبدوا ربکم اپنی عبادات میں خلوص پیدا کرو۔ تو دوام ہے تو حدوث ہے تو خلوص ہے۔ اسلئے فرمایا کہ "اعبدوا ربکم اللہ ہی کی عبادت کرو۔ صرف یہ نہیں کہ رب کی عبادت کرو، بلکہ یوں معنی کرو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

اس لئے کہ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آئے اور اللہ کے نبی کے سامنے بیٹھے، اللہ کے نبی نے حکم دیا کہ عبداللہ آج رحمت نبوت جوش میں ہے لوگ تو ہاتھ اٹھا کے د مانگتے ہیں آج آپ چادر بچھاؤ کہ میں تیرے لئے دعا مانگو، یہ دعا ایسی نہیں کہ ہاتھ سما سکے، چادر بچھاؤ تا ک میں تیرے لئے دعا کروں۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ چادر بچھاتے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک اٹھاتے ہیں، اللہ اکبر۔ اللہ کے نبیؐ کے ہاتھ بھی کس شان والے ہوں گے۔ اس لئے تو کس نے کہا ہے بہت اچھا جملہ ہے مجھے بہت پسند ہے، کیا آپ لوگوں کو بھی سناؤں، اچھا جی تو سیرت کیساتھ اس کا تعلق ہے۔ وہ ایسے ہاتھ تھے جس کی مثال بھی پوری دنیا میں نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ:

ما ان رایت ولا سمعت بمثله

فی الناس کلهم بمثل محمد

او انسؓ او انسؓ او خادم رسول ﷺ اللہ کے نبی کے ہاتھ کی صفت تو بیان کرو تم نے تو بہت سی خدمتیں کی ہیں۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

دی ہے۔

ہر چیز جب سبب سے مانگو ادب سے مانگو، محبت سے مانگو، خوشامد سے مانگو، اللہ سے مانگو لیکن ادب سے مانگو، محبت سے مانگو، خوشامد سے مانگو۔

فلا تمدح بامر قط غیر — علی باب الاله لکم نصیب

امام عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الفتح الربانی" پانچویں صفحے پر لکھتے ہیں، اور مشرکوں کو تنبیہ کی ہے، اور الفاظ اس طرح ہیں: "یا طالب الاشیاء من غیر ما انت عاقل" اے غیر اللہ سے بغیر اسباب کے مانگنے والے تیرا عقل ہی نہیں "ما انت عاقل" تو بے عقل ہے۔ آگے دیکھو دلیل بیان فرماتے ہیں کیا عجیب جملہ ہے "ھل من شئی" آیا ہے کوئی ایسی چیز جو تجھے ضرورت ہو اور اللہ کا خزانہ اس سے خالی ہو۔ بات سمجھ گئے۔ "ھل من شئی لیس ھو فی خزائن اللہ" آیا ہے کوئی ایسی چیز جس کا تجھے ضرورت ہو اور خزانہ رب اس سے خالی ہو۔ اللہ کا خزانہ ہر چیز سے بھرا ہوا ہے۔ اور ایسا بھرا ہے بھرا ہے کائنات کو ابتداء سے دیتا ہے دیتا رہے گا اور خزانہ جس طرح تھا اس طرح رہے گا۔ اس لئے قرآن کریم میں بھی اللہ کریم ذکر کرتے ہیں "وان من شئی الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم" تمام خزانے کس کے پاس ہیں؟ "وما ننزلہ الا بقدر معلوم"۔

غرض کرنا تھا کہ اللہ کریم فرماتے ہیں "بیدک الخیر" بادشاہ ہے تو بادشاہوں کا، جو چاہے تو ہی کرتا ہے۔ یہ بزرگ لوگ بڑے عجیب ہیں، نمونے عجیب ہیں۔ یہ جب کسی مسئلے کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تو اس کی تہہ تک اپنے آپ کو پہنچاتے ہیں۔

شیخ عطار نے توحید کی خوشبو کو عطر کیا ہے اور "اللھم مالک الملک" کا ترجمہ انہوں نے بہت عجیب لکھا ہے جو کہ فارسی میں ہے۔

طرفة العین جہاں بر ہم زند — کس نمی آرد کہ آنجا دم زند

اوست سلطان ہر چہ خواہد آں کند — عالم را دردمی ویراں کند

اللہ کریم فرماتے ہیں : محبوب اعلان کیجئے ''اللھم ملک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشآء وتعز من تشاء وتذل من تشآء بیدک الخیر'' اے بادشاہوں کے بادشاہ مرضی تیری ہو تو امیر سے گدا کر بنائے ، مرضی تیری ہو تو فقیر درویش سے بادشاہ بنائے ، مرضی تیری ہو تو عزت دے تو دین سے دے ، مرضی تیری ہو تو بے دین کو ذلیل وخوار کر دے۔

اب اعلان ہوتا ہے : ''بیدک الخیر'' پڑھو ! ''بیدک الخیر'' اللہ اللہ۔

توحید کی اہمیت دیکھئے ! اللہ کریم فرماتے ہیں : ''بیدک الخیر'' کیا ترجمہ کرو گے ! تو قرآن کا فن ہے عجیب ہے ''بیدک'' کو پہلے ذکر کیا اور ''خیر'' کو موخر کیا یہاں بھی حصر مقصود ہے ، خیر کو ''الخیر'' سے معرف باللام کر دیا تو تعمیم مقصود ہے ، تو مسئلہ توحید کی اہمیت واضح ہے تو کیا معنی کرو گے ؟ ''بیدک الخیر'' میرا خیال ہے کہ میں پہلے پشتوں میں ترجمہ کر دوں تا کہ اپنے دل کا بوجھ نکال دوں۔ ''بیدک الخیر'' تو ترجمہ یہ ہے : خاص پہ لاس ستا کے دی ټول خیر ونه ۔ اب معنیٰ کرو : ''بیدک الخیر'' خاص تیرے ہی ہاتھ میں تمام خیر ہی خیر ہے۔ خیر بھی اس کے قبضے میں ، تکالیف بھی اس کے قبضے میں۔ لیکن خیر کو کیوں ذکر کیا ؟ اس لئے کہ ہر ایک انسان خیر ہی چاہتا ہے۔ ہر ایک کیا چاہتا ہے ؟ خیر چاہتا ہے۔ اللہ کریم سمجھانا چاہتے ہیں : او میرے بندے اگر تجھے خیر چاہئے تو اللہ کے در سے ملے گا کسی غیر کے در سے نہیں ملتا اس لئے فرمایا : ''بیدک الخیر'' جب اس کے خزانوں میں ہے تو پھر مانگو تو کس سے مانگو۔ ایک سالک کہتا ہے ، صوفیاء حضرات یہ بڑے عجیب لوگ ہوتے ہیں۔ ایک صوفی صافی لکھتے ہیں ''فلا تدع بامر قط غیر'' کس سے مانگو گے اپنی حاجت کو

فلا تدع بامر قط غیر　　　　علی باب الالٰہ لکم نصیب

حاجات میں اللہ کو چھوڑ کر غیروں سے نہ مانگو بغیر اسباب کے اس لئے کہ اللہ کے خزانوں میں تمہارا بھی حصہ ہے۔ ہاں فرق یہ ہے کہ جب تمہارا کسی کیساتھ حصہ ہو تو مخلوق سے مانگنا طاقت سے ہے خالق سے مانگنا عجز سے ہے۔ یہاں اگر کوئی حق ہو تو طاقت چلتی ہے لیکن وہاں مانگنے میں کیا چلتا ہے ؟ عاجزی چلتی ہے زاری

اسلام عدل ومساوات پر مبنی اعتدال پسند مذہب ہے جس کو یہ امتیاز وخصوصیت حاصل ہے کہ اس نے سابقہ تمام ادیان ومذاہب کے انتہا پسندانہ اصول واحکام کی بیخ کنی کر کے "لا اکراہ فی الدین" "لا تغلوا فی دینکم اور خیر الامور اوسطھا کے بلند پایہ اصول واحکام پر اپنی مذہبی بنیاد قائم کی ہے۔

موجودہ بائبل (توراۃ) میں یہودیت کے انتہا پسندانہ احکام

(۱) اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا اور پھر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا۔

(۲) ان علاقوں کے پھل دار درخت اپنے لئے چھوڑ دو اور بے پھل درخت کاٹ کر اڑا دو۔

(۳) ان بچوں میں جتنے لڑکے ہیں سب کو مار ڈالو اور جتنی عورتیں مرد کا منہ دیکھ چکی ہیں ان کو قتل کر ڈالو۔ لیکن ان لڑکیوں کو جو مرد سے واقف نہیں اور اچھوتی ہیں اپنے لئے زندہ رکھو۔

(۴) یہودیت کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنے والوں کے بارے میں کہا گیا ہے۔

تو اس شہر کے باشندوں کو تلوار سے ضرور قتل کر ڈالنا اور وہاں کا سب کچھ اور چوپائے وغیرہ تلوار ہی سے نیست ونابود کر دینا اور وہاں کی ساری لوٹ کو چوک کے بیچ جمع کر کے اس شہر کو اور وہاں کے لوٹ کا تنکا تنکا خداوند اپنے خدا کے حضور آگ سے جلا دینا۔

(۵) جو کوئی (سبت) ہفتہ کے دن کام کرے اسے مار ڈالا جائے۔

موجودہ انجیل کے رو سے عیسائیت کے خلاف عقل اور انتہا پسندانہ احکام

(۱) اور جو کوئی ان چھوٹوں میں سے جو مجھ پر ایمان لائے ہیں کسی کو ٹھوکر کھلائے اس کے لئے یہ بہتر ہے کہ ایک بڑی چکی کا پاٹ اس کے گلے میں لٹکایا جائے اور وہ سمندر میں پھینک دیا جائے اور اگر تیرا ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے کاٹ ڈال اور اگر تیرا پاؤں تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے کاٹ ڈال اور اگر تیری آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال ڈال۔

(۲) یہ نہ سمجھو کہ میں (عیسیٰ) زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرنے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔ کیونکہ

نے میں کسی پر جبر کرنا اسلام میں روا نہیں

(۲) اُدع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم ۔ ۔ ۔ الآیۃ اور اپنی رب کی طرف دعوت وحکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ اس طریقہ سے بحث وتمحیص کر جو بہت ہی بہتر ہو۔

(۳) خذا لعفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین " درگزر کی عادت بنایئے اور نیکی کا حکم کیجئے اور جاہلوں سے چشم پوشی کیجئے

(۴) والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس ط واللہ یحب المحسنین "(اور جنت کے حق دار وہ پرہیزگار ہیں جو) غصہ کو پی جانے والے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند رکھتا ہے۔

(۵) من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض کانما قتل الناس جمیعاً" جس کسی نے کسی انسان کو بغیر نفس کے بدلے کے یا زمین میں فساد پھیلانے کے قتل کر دیا تو گویا اس نے تمام روئے زمین کے انسانوں کو قتل کر دیا۔

احادیث سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد الالا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی (خطبۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا) اے لوگو! تمہارا رب ایک تمہارا باپ (حضرت آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ خبردار کسی عربی کو کسی عجمی پر یا کسی عجمی کو کسی عربی پر یا کسی گورے کو کسی کالے پر یا کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی برتری اور فضیلت حاصل نہیں ہاں تقویٰ سے فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

(۲) لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب " پہلوان وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دے پہلوان وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

یہ باتیں سن کر وہ فوراً مسلمان ہو گیا اور کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ پھر آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اب میں کیا کروں آپ ﷺ نے فرمایا تم ایسے وقت اسلام لائے ہو کہ نہ تو اس وقت کسی نماز کا وقت ہے نہ روزے کا زمانہ ہے زکوٰۃ تم پر فرض نہیں اس وقت ایک ہی عبادت ہو رہی ہے جو تلوار کے چھاؤں میں انجام دی جاتی ہے وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ۔ چرواہے نے کہا کہ میں اس جہاد میں شامل ہو جاتا ہوں لیکن اس میں دو میں سے ایک صورت ہوتی ہے یا غازی یا شہید تو اگر میں اس جہاد میں شہید ہو جاؤں تو آپ میری کوئی ضمانت لیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اس بات کی ضمانت لیتا ہوں کہ اگر تم اس جہاد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں پہنچا دیں گے اور تمہارے جسم کی بدبو کو خوشبو سے تبدیل فرما دیں گے اور تمہارے چہرے کی سیاہی کو سفیدی میں تبدیل فرما دیں گے۔

چونکہ وہ چرواہا یہودیوں کی بکریاں چراتا ہوا وہاں پہنچا تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم یہودیوں کی جو بکریاں لے کر آئے ہو ان کو جا کر واپس کرو اس لئے یہ بکریاں تمہارے پاس امانت ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ جن لوگوں کے ساتھ جنگ ہو رہی ہے جن کا محاصرہ کیا ہوا ان کا مال، مال غنیمت ہے۔ لیکن چونکہ وہ چرواہا بکریاں معاہدے پر لے کر آیا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے حکم دیا کہ پہلے وہ بکریاں واپس کر کے آؤ پھر آ کر جہاد میں شامل ہونا۔

چنانچہ اس چرواہے نے جا کر بکریاں واپس کیں اور واپس آ کر جہاد میں شامل ہوا اور شہید ہو گیا۔ اسلام میں کافروں کے بچوں، عورتوں، بوڑھوں، راہبوں اور اپنی عبادات میں مشغول لوگوں کے ساتھ نرمی رواداری کا معاملہ کیا ہوا ہے اور آنحضرت ﷺ نے اپنے زریں اصول سے امت کو سمجھایا ہوا ہے اور ان اصول پر خیر القرون اور نیک مسلمان بادشاہوں کا طریقہ اور عمل رہا ہے اسی طرح حیوانات اور پرندوں اور درختوں اور اپنے خالص جانی دشمنوں سے آپ کا یہ وطیرہ رہا ہے "اذھبوا فانتم الطلقاء" مکہ مکرمہ کی فتح کے موقع پر سب دشمنوں کو معاف کر چکے ہیں و صلی اللہ تعالیٰ علی نبینا محمد و آلہ و صحبہ و سلم۔

میں اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کروں۔ اور آدمی کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہونگے۔

(۳) میں زمین پر آگ بھڑکانے آیا ہوں اور اگر لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا۔

(۴) مریم نامی ایک بدچلن عورت عیسیٰ کی خدمت کرتی اور عیسیٰ اس سے محبت رکھتا تھا۔

ہندو مت کے ظالمانہ احکام

(۱) دھرم (مذہب) کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلا دو۔

(۲) جس طرح بلی چوہے کو تڑپا تڑپا کر مارتی ہے اس طرح ان کو تڑپا کر مارو۔

اسلام میں ایک چرواہے کا عجیب واقعہ

غزوہ خیبر کے موقع پر ایک چرواہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا، وہ یہودیوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا، اس چرواہے نے جب دیکھا کہ خیبر سے باہر مسلمانوں کا لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں تو سوچا کہ دیکھوں یہ مسلمان کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ بکریاں چراتا ہوا لشکر میں پہنچا اور پوچھا کہ تمہارے سردار کہاں ہیں؟ صحابہ کرام نے بتایا کہ ہمارے سردار محمد ﷺ اس خیمے کے اندر ہیں۔ پہلے تو چرواہے کو یقین نہیں آیا کہ اتنے بڑے سردار ایک معمولی سے خیمے میں کیسے بیٹھ سکتے ہیں۔ اور پوچھا کہ آپ ﷺ کیا پیغام لائے ہیں، اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے سامنے اسلام اور ایمان کی دعوت رکھی، اور اسلام کا پیغام دیا، اس نے پوچھا کہ اگر میں اسلام کی دعوت قبول کرلوں تو میرا کیا انجام ہوگا۔ اور کیا رتبہ ہوگا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اسلام لانے کے بعد تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے، اور ہم تمہیں گلے سے لگائیں گے۔ چرواہے نے کہا کہ آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں کہ میں کہاں اور آپ کہاں۔ میں ایک معمولی سا چرواہا ہوں ایک سیاہ فام انسان ہوں میرے بدن سے بدبو آرہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ہم تمہیں ضرور گلے سے لگائیں گے اور تمہارے جسم کی سیاہی کو اللہ تعالیٰ تابانی سے بدل دیںگے اور اللہ تعالیٰ تمہارے جسم سے اٹھنے والے بدبو کو خوشبو سے تبدیل کر دیگے۔

مفردات میں ہوتا ہے اور تاویل کا استعمال معانی اور جملوں میں (۲) تفسیر عام کتب الہیہ اور غیر کتب الہیہ میں اور تاویل خاص ہے کتب الہیہ کے ساتھ۔

(۳) تیسرا قول۔ ابو منصور ماتریدیؒ کا ہے کہ تفسیر کہتے ہیں کہ جس میں قطعی طور پر مراد باری تعالیٰ معلوم ہو اور تاویل کہتے ہیں چند احتمالات میں سے ایک کو ترجیح دینا بغیر قطعی فیصلہ کئے ہوئے۔

(۴) چوتھا قول عند البعض کہ تفسیر مایتعلق بالروایۃ کو کہتے ہیں اور تاویل مایتعلق بالدرایۃ کا نام ہے۔

علم تفسیر کی تعریف

علم تفسیر کی تعریف علامہ ابو سلیمان جملؒ نے یہ کی ہے:

"ھو علم یبحث فیہ عن احوال القرآن المجید من حیث الدلالۃ علی مراد اللہ بحسب الطاقۃ البشریۃ وبحسب مایقتضیہ القواعد العربیہ"

ترجمہ: یہ وہ علم ہے جس میں قرآن مجید کے احوال سے بحث کی جاتی ہے اس اعتبار سے تاکہ مراد باری تعالیٰ پر دلالت ہو باعتبار انسان کی طاقت کے اور باعتبار اس کے کہ جس کو قوانین عربیہ تقاضا کرتے ہیں۔

ہر تعریف میں جنس اور فصول ہوا کرتے ہیں تو اس میں "ھو علم یبحث فیہ" یہ بمنزلہ جنس کے ہے جس میں تمام علوم داخل ہیں "عن احوال القرآن" پہلی فصل ہے اس سے باقی علوم نکل گئے "بحسب الطاقۃ البشریۃ" سے اس طرف اشارہ ہے کہ قرآن کریم کے اسرار و رموز اور عجائبات جو تفسیر میں مذکور ہیں یہ اتنی ہیں کہ جتنی انسان کو اللہ تعالیٰ نے طاقت دی ہے ورنہ تو قرآن مجید کے عجائبات بے شمار اور غیر فنائی ہیں۔ "وبحسب مایقتضیہ القواعد" سے اشارہ اس طرف ہے کہ جو معنی ضابطہ عربی کے مطابق نہیں وہ تحریف کہلائے گا نہ کہ تفسیر۔

علم تفسیر کا موضوع

علم تفسیر کا موضوع کلام اللہ یعنی قرآن مجید ہے کیونکہ فن کا موضوع وہ ہوتا ہے جس کے احوال سے بحث ہو اور تفسیر میں قرآن مجید سے بحث کی جاتی ہے یعنی اس کے مضامین سے بحث ہوتی ہے۔

تعارفِ علمِ تفسیر

﴿مولانا غلام غوث اربانوی دیوبندی صاحب﴾

تفسیر کا لغوی معنی

تفسیر لغۃً ماخوذ ہے ''فسر'' سے جس کا معنی ہوتا ہے ''الکشف والابانۃ'' ظاہر ہونا یا ظاہر کرنا۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ جس مادہ میں: ف، س، ر ہو اس کے اندر کشف کے معنی پائے جاتے ہیں۔ جیسے کہ قرآن کریم میں ہے ''والصبح اذا اسفر'' قسم کھاتا ہوں صبح کی جب کہ وہ روشن ہو جائے۔ اور سفر کو بھی سفر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مسافر کیلئے دنیا کے حالات اور لوگوں کے اخلاق منکشف کر دیتا ہے۔ امام موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ ''فسر'' مقلوب از سفر ہے۔ پھر فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ سفر کا استعمال کشف اعیان کیلئے ہے، اور فسر کا استعمال کشف معانی کیلئے ہے۔

تفسیر اور تاویل میں فرق

ایک ہے تفسیر دوسرا ہے تاویل۔ کیا ان میں فرق ہے یا نہیں، اس بارے میں مفسرین حضرات کے اقوال مختلف ہیں۔ اس بارے میں چار اقوال منقول ہیں۔

(۱) پہلا قول۔ حضرت ابوعبیدہ'' کا ہے کہ: ان میں کوئی فرق نہیں دونوں مترادف ہیں۔

(۲) دوسرا قول۔ امام راغب'' کا ہے کہ: ان میں دو طرح کا فرق ہے (۱) تفسیر کا استعمال الفاظ اور

(۱) موضوع کے اشرف و افضل ہونے کی وجہ سے جیسے فن صیاغت یہ افضل ہے فن دباغت سے کیونکہ صیاغت کا موضوع "ذہب وفضہ" ہے۔

(۲) کبھی فن افضل ہوتا ہے بوجہ صورت کے اشرف ہونے سے جیسے "طبع سوف" کا فن افضل ہے "طبع قدور" کے فن سے کیونکہ تلوار کی صورت اشرف ہے ہنڈیا کی صورت سے۔

(۳) کبھی فن کی فضیلت بوجہ غرض کے افضل ہونے کے جیسے "فن طب" افضل ہے "فن کناست" سے کیونکہ طب کی غرض اصلاح بدن ہے جو افضل ہے فن کناست کی غرض سے کیونکہ اس کی غرض ہے میدان کی صفائی۔

(۴) کبھی فن افضل ہوتا ہے بوجہ شدت احتیاج کے جیسے "علم فقہ"۔ اب علم تفسیر میں چاروں چیزیں موجود ہیں کیونکہ اس کا موضوع قرآن ہے جو افضل ہے اور اس کی صورت مسائل و احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہیں، اور اس کی غرض سعادۃ الدارین کا حاصل کرنا ہے یہ بھی افضل ہے اور اس طرف شدت احتیاج بھی ہے۔ تو جب چاروں وجوہ فضیلت کی پائی گئیں تو علم تفسیر افضل ہوا۔

اعتراض : علم تفسیر کو رئیس العلوم اور افضل و اشرف کیسے کہا گیا ہے حالانکہ علوم میں سے علم کلام بھی تو ہے اور یہ علم کلام اشرف من علم التفسیر ہے کیونکہ علم کلام کا موضوع ذات اللہ اور صفات اللہ ہیں، اور علم تفسیر کا موضوع فقط کلام اللہ ہے جو صفت کے درجے میں ہے اور ذات اشرف ہوتی ہے صفت سے ؟

الجواب الاول : علوم دینیہ سے اختصاص کیا گیا ہے علم کلام کا کہ علم تفسیر علم کلام کے بغیر دوسرے علوم سے افضل ہے۔

الجواب الثانی : ہمیں تسلیم نہیں کہ علم کلام افضل ہے علم تفسیر سے، کیونکہ علم کلام کا موضوع ذات اللہ اور صفات اللہ کیساتھ خاص ہے اور علم تفسیر کا موضوع کلام اللہ جس میں ذات اللہ کا بھی ذکر آتا ہے، اس کے علاوہ اور احکام اور مسائل کا بھی ذکر ہے، تو کلام اللہ مشتمل علی العموم ہوئی، اور موضوع علم کلام کا خاص ہے، اور جو چیز مشتمل علی العموم ہو وہ اشرف ہوتی ہے اس سے جو مشتمل علی الخاص ہو لہٰذا علم تفسیر ہی افضل العلوم

علم تفسیر کی وجہ تسمیہ

تفسیر فسر سے ماخوذ ہے جس کا معنی کھول کر کسی چیز کو بیان کرنا، اور تفسیر میں بھی قرآن مجید کے مو
اور مطالب کو واضح کر کے بیان کیا جاتا ہے اس لئے اس کو تفسیر کہتے ہیں۔

علم تفسیر کے واضع

اهل العلم من عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ هذا علی التحقیق کما شهد اللہ بذالک
(صاوی حاشیہ جالین ص ۲)۔

علم تفسیر کا حکم

یہ واجب علی الکفایہ ہے یعنی امت محمدیہ کے ذمہ مجموعی طور پر ضروری ہے، اگر بعض افراد نے اس
کو سرانجام دیا تو باقی بری الذمہ ہوں گے ورنہ سب گناہگار ہوں گے۔ اس لئے آج تک مفسرین حضرات
نے اس کام کو اپنا نصب العین بنایا ہوا ہے۔ ہمارے زمانے میں اس وقت اس ذمہ داری کو "بحر العلو
والمعارف حامل لوائے توحید وسنت ماحی شرک وبدعت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان
دامت برکاتہم العالی مادامت الشمس واللیالی، احسن العلوم میں احسن طریقے سے ہر شعبان ورمضان میں
انجام دیتے ہیں (اللہ تعالیٰ حضرت دامت برکاتہم کے سایہ کو ہم سب پر تادیر قائم ودائم رکھے آمین بجرمۃ
اللہ عبداً قال امینا)۔

علم تفسیر کی فضیلت

علم تفسیر کا مرتبہ سب سے اونچا ہے اس وجہ سے علم تفسیر کو رئیس علوم دینیہ کہا گیا ہے۔ فن تفسیر کی
فضیلت اس آیت سے بھی بخوبی واضح ہے "ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا" حکمت
سے مراد فہم قرآن ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا اس کو بہت بڑی خیر دی گئی۔ نیز ہر فن کی فضیلت
چار چیزوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔

باقوال تبع التابعین۔(۹) تفسیر القرآن مطابقاً بقواعد الصرف والنحو واللغة۔

اور مفسر کیلئے پندرہ علوم پر مہارت کاملہ کا ہونا ضروری ہے۔ کما شیخنا محمد زرولی خان له ید طولی فی العلوم والفنون سیما فی التفسیر والحدیث والفتوی۔

اور رئیس العلوم ہوا۔

الجواب الثالث : علم کلام کا موضوع ذات اللہ نہیں، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ علم کلام کا موضوع "معلومات اللہ من حیث انہ یثبت بہ العقائد الدینیہ " اور کلام اللہ معلومات اللہ پر مشتمل ہے۔ لہٰذا علم تفسیر کی شرافت ہوئی۔

الجواب الرابع : من وجہ علم تفسیر افضل ہے، اور من وجہ علم کلام۔ علم کلام اس لئے من وجہ اشرف ہے کہ علم تفسیر کا موضوع کلام اللہ ہے اور کلام اللہ کا سمجھنا موقوف ہے اس پر کہ پہلے اثبات متکلم کیا جائے اور متکلم کا اثبات علم کلام سے ہوتا ہے۔ اور من وجہ علم تفسیر اسلئے افضل ہے کہ علم کلام میں بحث عقائد کی ہوتی ہے اور عقائد قرآن مجید سے معلوم ہوتے ہیں، لہٰذا علم تفسیر اشرف ہوئی من وجہ علم کلام سے، تو علم تفسیر کو رئیس العلوم کہنا صحیح ہوا۔

سوال : جدید ذہن کے حامل افراد کہتے ہیں کہ قرآن مجید سمجھنے کیلئے علم تفسیر کی ضرورت نہیں بلکہ تھوڑی سی عربی کا جاننا بھی ہے کہاں تک صحیح ہے ؟

جواب : یہ بات سو فیصد غلط ہے بلکہ قرآن دانی کیلئے علم تفسیر نہایت ضروری ہے اس کے بغیر قرآن مجید سمجھ نہیں آسکتا حتی کہ صحابہ کرام باوجود عربی دان ہونے کے اور عربی میں مہارت کاملہ رکھنے کے قرآن کے معانی و مطالب سمجھنے میں آنحضرت ﷺ سے سوال کرتے تھے۔ جب فہم القرآن کیلئے صحابہ کرام کو تفسیر حاصل کرنے کی ضرورت تھی تو دوسروں کیلئے بطریق اولیٰ فن تفسیر کی ضرورت ہوگی۔ اس بارے میں احادیث میں بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

اقسام تفسیر

تفسیر کی چھ قسمیں ہیں۔ (۱) تفسیر القرآن بالقرآن۔ (۲) تفسیر القرآن باقوال النبی ﷺ وافعالہ۔ (۳) تفسیر القرآن باقوال الصحابہؓ۔ (۴) تفسیر القرآن باقوال التابعین۔ (۵) تفسیر القرآن

ابتداء اسلام میں لوگ اس کتاب کو سمجھنے کیلئے خود نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے چنانچہ حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ منقول ہے کہ ایک صحابی نے جب قرآن کی یہ آیت سنی "کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود" "یعنی تم کھاؤ پیو جب تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے واضح اور ممتاز ہو" تو اس صحابی نے اپنے سرہانے تکیہ کے نیچے ایک سفید اور ایک سیاہ دھاگہ رکھا اور کھاتے پیتے رہے یہاں تک کہ دن کے ابتدائی حصے میں بھی وہ دونوں دھاگے گھر کے اندر ایک دوسرے سے ممتاز نظر نہیں آئے۔ اس کے بعد جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع کیا تو آپ ﷺ نے وضاحت کی کہ اس سے مراد صبح صادق کا ظہور ہے جس سے رات کی سیاہی رخصت ہونے لگتی ہے اور دن کی روشنی کا آغاز ہوتا ہے۔ پھر خود قرآن کریم میں بھی "من الفجر" کا لفظ نازل ہوا جو اس وضاحت کی تصدیق کرتا ہے۔

کتب احادیث کی اندر اس قسم کی اور بھی واقعات منقول ہیں۔ اس کے بعد جب نبی اکرم ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو فہم قرآن کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف رجوع کیا جانے لگا، اسی طرح طبقہ بطبقہ یہ علم سینوں میں محفوظ ہو کر منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ علم کے تدوین کا زمانہ شروع ہوا تو دوسرے علوم کی طرح علم تفسیر کی تدوین بھی ہوئی اور یہ علم سینوں سے سفینوں میں منتقل ہوا اور اس کے اصول و قواعد بھی مدون ہوئے۔

علماء تفسیر نے تفسیر قرآن کی مختلف صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن کریم سے کی جائے۔ قرآن کریم میں بعض دفعہ ایک بات کو ایک مقام پر اجمالاً بیان کیا جاتا ہے پھر خود قرآن کریم اس بات کو دوسرے مقام پر تفصیل سے بیان کرتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں انبیاء و سابقین کے بعض قصص جو متعدد مقامات پر بیان کئے گئے ہیں وہ اس کی مثال ہیں۔ اسی طرح بعض دفعہ ایک ہی واقعے کو مختلف مقامات پر مختلف الفاظ میں ذکر کیا جاتا ہے جس سے الفاظ کے اختلاف سے بھی وضاحت ہو جاتی ہے اور معنی و مراد متعین کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

تفسیر قرآن کے سلسلے میں ایک جسارت

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ

قرآن کریم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے نازل کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ھدی للناس وبینت من الھدی" کہ یہ کتاب لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور ہدایت کے دلائل وبراہین پر مشتمل ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے وقت نزول سے لے کر اب تک اس امر کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کتاب سے اللہ تعالیٰ کے بہت سارے بندوں نے ہدایت حاصل کی اور راہ ہدایت پر چلنے کی توفیق سے وہ بہرہ ور بھی ہوئے۔

نیز یہ بھی مسلم ہے کہ قرآن معجز اور لاجواب کتاب ہے جس کے مقابلے سے آج تک پوری دنیا عاجز ہے۔ چنانچہ خود قرآن کریم سے یہ تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ قرآن نے یہ چیلنج دیا کہ اگر لوگوں کو شک ہے کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب نہیں بلکہ حضرت محمد ﷺ کی بنائی ہوئی کتاب ہے تو ارشاد ہوا کہ تم بھی ان جیسے انسان ہو تم اسی قوم اور قبیلے اور اسی زبان اور علاقے سے تعلق رکھتے ہو جس سے محمد بن عبد اللہ ﷺ کا تعلق ہے، لہٰذا تم اس جیسی کوئی کتاب بنا کر پیش کرو، یا کم از کم دس سورتیں یا اس سے بھی کم ایک سورت ہی بنا کر پیش کرو لیکن تاریخ عالم شاہد ہے کہ اس وقت سے لیکر اب تک دنیا اس کتاب کا مثل پیش کرنے سے عاجز ہے اور عاجز رہے گی۔

اسی طرح یہ بات بھی مسلم ہے کہ اس کتاب سے ہدایت کا حصول اس کے فہم پر موقوف ہے اس لئے کہ جب تک کسی چیز کو سمجھا نہ جائے اس وقت تک اس کا مفہوم متعین کرنا یا اس کی مراد اور مقصود کو حاصل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

ہے اگرچہ قرآن فہمی کے لئے واحد بنیاد نہیں اور صرف لغت سے قرآن کو سمجھنا ممکن بھی نہیں اسی لئے تو صحابۂ کرام کے لئے بھی بعض آیات کا سمجھنا ممکن نہ ہوا حالانکہ وہاں اہل زبان تھے اور لغت ان کی اپنے گھر کی چیز تھی، لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا کہ فہم قرآن میں اس کی بنیادی اہمیت ضروری ہے اس لئے علماء تفسیر نے اس کی طرف بھی خاص توجہ دی اور لغت قرآن یعنی قرآن کے مفردات کے لغوی معانی پر خاص کتابیں لکھیں۔

متقدمین علماء میں سے سیبویہ، اخفش، ابن قتیبہ، ابو فرا اور بہت سارے علماء نے اس پر کتابیں لکھی ہیں لیکن ان کتابوں میں سے اکثر کتابیں نایاب ہیں یا تو وہ کتابیں ضائع ہو چکی ہیں اور اب دنیا میں ان کا وجود نہیں یا دنیا کے مختلف کتب خانوں میں مخطوط شکل میں موجود ہیں(۱) لیکن عام لوگوں کے لئے ان سے استفادہ ممکن نہیں، امام راغب اصفہانی یا بعض دوسرے علماء کی کتابیں اگرچہ طبع بھی ہو چکی ہیں لیکن چونکہ وہ کتابیں عربی میں ہیں اس لئے عوام کے لئے ان سے استفادہ ممکن نہیں تھا اس لئے برصغیر کے علماء نے اس طرف توجہ کی اور قرآن کی لغت اور الفاظ قرآن کی تشریح پر کتابیں لکھیں۔

اب ظاہر ہے قرآن کریم کی متذکرہ بالا صورتوں کو مدنظر رکھ کر وہی شخص تفسیر لکھنے اور کرنے کا اہل ہو سکتا ہے جس کو عربی زبان، اس کے اسالیب، تفسیر روایات اور سلف صالحین کے تفسیری اقوال کا علم حاصل ہو اور علوم القرآن پر اس کی گہری نظر ہو، ہمارے آج کے اس دور کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ کئی لوگ عربی زبان سے یکسر ناواقف ہونے کے باوجود چند ترجمے دیکھ کر قرآن کریم کی تفسیر لکھنا شروع کر دیتے ہیں (مشہور ہے کہ سابق صدر پاکستان غلام اسحاق خان صاحب بھی تفسیر لکھنے پر آج کل طبع آزمائی کر رہے ہیں۔) اور بہت سارے لوگ قرآنی علوم سے ناواقفیت کے باوجود "درس قرآن" کے حلقے شروع کر دیتے ہیں، یہ بڑی جسارت ہے جس سے ہدایت کے بجائے زیغ وضلال کے راستے کھلتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں فہم سلیم عطا فرمائے آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

---

(۱) یہ قدیم زمانے کی بات ہوگی جب کتابیں نایاب تھیں اب ان تمام علماء کرام کی کتب چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں اور ہر مدرسہ و اہل علم کے کتب خانہ میں بھی ان کتب کے تمام نسخے موجود ہیں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر وتشریح احادیث مبارکہ سے ہو۔ تفسیر کی یہ صورت بھی
بہتر اور زیغ وضلال سے مامون صورت ہے۔ علماء تفسیر نے اس طرح کی تفسیریں لکھی ہیں جن میں
جریر طبریؒ اور ابن کثیرؒ اور امام سیوطیؒ کی تفاسیر بہترین اور جامع ہیں۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی آیت کی تفسیر وتشریح خود نبی اکرم ﷺ سے منقول نہ ہو تو پھر
دیکھا جائے گا کہ اس آیت کے متعلق نبی اکرم ﷺ کے صحابہؓ جو مزاج شناسانِ رسول ﷺ تھے ان سے
تشریح منقول ہے کہ نہیں، اگر ان حضرات سے کسی آیت کی تفسیر منقول ہو تو پھر اس کو لیا جائے گا اور
کو قرآن کریم کا مفہوم اور مراد کہیں گے۔

(۴) اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر کسی آیت کی تفسیر وتشریح معلوم کرنے میں مذکورہ بالا
تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو پھر اس آیت کی تفسیر کیلئے تابعین کے اقوال کی طرف رجوع
کریں گے کیوں کہ ان حضرات نے اس علم کو براہ راست ان لوگوں سے حاصل کیا تھا جنہوں نے نبی اکرم
ﷺ کی صحبت اٹھائی تھی اور قرآن کریم کے علوم کو نبی اکرم ﷺ سے حاصل کیا تھا۔

نیز یہ بھی ایک بدیہی بات ہے کہ تابعین کی جماعت دین کی فہم، خداترسی اور علم وتقویٰ میں اعلیٰ مقام
پر فائز تھی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہترین دور اور زمانے میں ان کو پیدا کیا تھا اور قرآن کریم کی آیت
"والذین اتبعوھم باحسان" کا ان کو مصداق بنایا تھا یہ سب ان کے لیے فضائل ومناقب ہیں
بعد والے لوگوں کو اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں، اس لئے عقل سلیم کا تقاضا یہی ہے کہ قرآن کریم کا
مفہوم ومراد جتنا وہ جانتے تھے بعد والے اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے، اس لئے ان کے اقوال اس سلسلے
میں قابل اعتبار ہونے چاہئیں۔ اسی بناء پر اصول تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ان چاروں طریقوں سے ہٹ
کر ان اصول کو نظر انداز کر کے جو تفسیر لکھی جائے گی وہ صحیح تفسیر نہیں ہوگی بلکہ تفسیر بالرائے ہوگی جس کی
مذمت نبی اکرم ﷺ نے احادیث میں بیان فرمائی ہے۔

پھر یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ قرآن کو سمجھنے کیلئے مفردات قرآن کے لغوی معنی کی سمجھ کو بنیادی اہمیت حاصل

سے پانچ برس پہلے کا بھی ہے لیکن صحیح تر بات پہلی ہے)

خود ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تب میری عمر دس برس تھی آپؓ کے والد نے انہیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے انہیں اپنے دہن مبارک سے چبائی ہوئی کھجور سے گھٹی دی۔ گویا اس دنیا میں آپؓ کی پہلی خوراک حضرت ﷺ کا لعاب مبارک اور آپ ﷺ کی پس خوردہ کھجور تھی۔ ایسے بچے کا علم و فضل اور سعادت مندی بے مثال واعلیٰ کیونکر نہ ہوتے دہن نبوت سے یہ گوہر گراں مایہ میسر آ گیا گویا اس امر کا اشارہ تھا کہ اس بچے کو امام المفسرین بنا کر اس مستفیض رحمۃ للعالمین کا فیض علم جہان بھر میں پھیلے گا۔

علامہ ابن کثیرؒ آپ کی پیدائش کی مزید تفصیل یوں بتاتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جن دنوں رسول اللہ ﷺ شعب میں محصور تھے میرے والد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے محمد ﷺ ام الفضل حاملہ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا چچا ممکن ہے کہ اللہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دے (ابن عباسؓ فرماتے ہیں) جب میری والدہ محترمہ نے مجھے جنم دیا تو میرے والد مجھے آنحضرت ﷺ کے پاس لے گئے، اس وقت میں ایک کپڑے میں لپٹا ہوا تھا، آپ ﷺ نے اپنے لعاب دہن سے مجھے گھٹی دی۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق اللہ کے نبی نے سوائے عبداللہ ابن عباسؓ کے کسی اور بچے کو گھٹی نہیں دی۔　　　(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۹۵)

حسب نسب کے اعتبار سے حضرت میمونہؓ کے سگے بھانجے تھے اس حوالے سے آنحضرت ﷺ آپ کے خالو بھی تھے۔ اسی طرح آپ کی کاشانہ نبوت تک براہ راست رسائی تھی۔

حلیہ مبارک:

روشن چہرہ، گندمی رنگ، دراز قد، گھنے بال، آپ اتنے حسین اور وجیہ تھے کہ لوگ چودھویں کے چاند کو دیکھ کر آپ کو یاد کرتے تھے۔　　　(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۴۷)

ترجمان القرآن مفسر اعظم

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی شخصیت پر ایک جامع اور محقق مقالہ

حضرت مولانا حافظ قاری مفتاح اللہ صاحب

استاذ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن

نام وکنیت: آپ کا اسم سامی عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی القرشی ہے اور کنیت ابوالعباس ہے۔

لقب: ترجمان القرآن ، حبر الامۃ ، البحر۔

پیدائش:

آپ ہجرت سے تین برس قبل اس وقت پیدا ہوئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے مقاطع کے سبب شعب ابی طالب میں محصور تھے ۔ایسے وقت میں آپؓ کی ولادت باسعادت سے مسلمانوں میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی آپ کی تاریخ پیدائش میں کچھ اختلاف ہے تاہم اکثر مؤرخین کی رائے ہجرت سے تین برس قبل ہی کی ہے۔حافظ ابن حجر پیدائش کی مختلف روایات میں تطبیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ولد بنو هاشم بالشعب قبل الهجرة بثلاث وقيل بخمس والاول اثبت"

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ ،از ابن حجر عسقلانی تذکرہ ابن عباس ،ج ۱ص ۳۲۲)

(آپ شعب ابی طالب میں تین برس قبل ہجرت پیدا ہوئے بعض کے نزدیک ضعیف قول ہجرت

اپنے دائیں جانب فرمادیا۔ پھر آپ ﷺ نے پانچ رکعتیں پڑھیں اس کے بعد پھر دو رکعتیں پڑھ کر سو گئے یہاں تک کہ آپ گہرے نیند میں چلے گئے اس کے بعد بیدار ہو کر فجر کی نماز کیلئے مسجد تشریف لے گئے۔ (بخاری کتاب العلم)

اس واقعہ میں حضرت ابن عباسؓ کی فہم وفراست دیکھئے کہ کس طرح انہوں نے آنحضرت ﷺ کے رات کے ایک ایک معمول کو نوٹ کیا، نماز کی کیفیت ورکعات اور بعد میں آپ ﷺ کی نیند اور مسجد جانے تک احوال کو جزئیات کے ساتھ بیان فرمادیا اور یہ جائزہ نوٹ کرنے کیلئے آپ نے اپنی نیند تک کو قربان کیا وگرنہ ابتدائے جوانی کے اس دور میں نیند کا سخت غلبہ ہوتا ہے لیکن آپؓ نے آنحضرت ﷺ کی شبانہ عبادت کو محفوظ کر کے امت تک پہنچانے کیلئے نیند کی قربانی دی اور خود آنحضرت ﷺ نے آپ کو کس پیار بھرے لہجے میں پکارا جس سے ان کی دلجوئی ہوئی اور ابن عباسؓ نے وفورِ شوق میں نیند ترک کر کے آپ ﷺ کے ساتھ شریک عبادت ہو گئے اور عبادت سے لیکر آپ ﷺ کے فجر تک کے معمولات کو کیسے ذہن نشین فرمایا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے جس سے ابن عباسؓ کی خدمت اور مزاج رسول سے آگاہی کا علم ہوتا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک دن رحمت عالم ﷺ حضرت میمونہؓ کے ہاں رات قیام فرما تھے میں نے رات کو حضرت میمونہؓ کے ہاں حضرت ﷺ کے وضو کیلئے پانی رکھا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا۔ ''اللهم فقهه في الدين وعلمه التاويل''

(مسند امام احمد بن حنبل ج احدیث نمبر ۳۲۸)

اے اللہ اس بچے کو دین کی گہرائی سمجھا اور قرآن کا پختہ علم عطا فرما۔

دیگر روایات کے الفاظ اس طرح ہیں ''اللهم فقهه في الدين''

(بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ)

اللهم علمه الحكمة (مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل عبداللہ ابن عباسؓ)

بچپن میں ہی کاشانۂ نبوت میں حاضری

مکہ مکرمہ آپ کی پیدائش اسلامی ماحول میں ہوئی آپ کی والدہ محترمہ اُم الفضل مسلمان ہو چکی تھیں۔ ابن اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے مولیٰ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع فرماتے ہیں کہ میں عباس بن عبدالمطلب کا غلام تھا تب اسلام ہمارے گھر میں داخل ہو چکا تھا حضرت عباسؓ اور اُم الفضل اسلام لا چکے تھے۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۳۳۸)

پھر ہجرت کے بعد آپ ؓ کو صحبت نبوی سے فیض یاب ہونے کے کثیر مواقع میسر آئے، بالخصوص آپ کی سگی خالہ اُم المومنین حضرت میمونہؓ کے توسط سے کاشانۂ نبوت کے اندر معمولات اور آنحضرت ﷺ کی نجی صحبتوں سے جس طرح آپ فیض یاب ہوئے کسی دوسرے صحابی کو اس طرح کے لئے مواقع میسر نہ آسکے۔

آنحضرت ﷺ کی دعا اور اس کی برکات

آپ کی فیض طلب وجستجوئے علم سے لبریز طبیعت کو جب آنحضرت ﷺ کی نجی زندگی اور گھریلو زندگی دیکھنے کا موقع ملا تو آپ ؓ نے اپنی متواضع وموٴدب شخصیت کے سبب جلد ہی آنحضرت ﷺ کا خصوصی قرب حاصل کرلیا۔ انہیں مزاج شناسی کا اللہ تعالیٰ نے خصوصی ملکہ عطا فرمایا تھا۔ جس کے سبب آپ ؓ نبی کریم ﷺ کے معمولات وطبع مبارک کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت فرماتے رہے۔ ایسے ہی ایک واقعہ کا تذکرہ وہ اپنی زبان سے یوں بیان فرماتے ہیں:

ایک رات میں نے اپنی خالہ اُم المومنین حضرت میمونہؓ کے ہاں رات قیام کیا جس رات اتفاق سے وہ رات نبی کریم ﷺ کی یہاں قیام کی رات تھی، آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لائے اور گھر میں چار رکعت پڑھ کر سو گئے پھر اٹھے اور فرمایا اے (غلام) تم بھی اٹھ جاؤ چنانچہ آپ ﷺ نماز میں کھڑے ہوئے میں بھی آپ ﷺ کی بائیں جانب آکر کھڑا ہو گیا آنحضرت ﷺ نے مجھے

مسعودؓ پھر ان چھ صحابہ کا علم دو صحابہ کی ذات میں مجتمع ہو گیا یعنی حضرت علیؓ اور عبداللہ ابن مسعودؓ۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب المناقب)

اور مؤخر الذکر شخصیات فہم قرآنی میں ابن عباسؓ کا خصوصی مرجع تھیں، اسی لئے اہل علم میں یہ بات معروف ہے کہ اگر ہمیں کسی معاملے میں حضرت علیؓ یا ابن مسعودؓ کا قول درکار ہو اور وہ نہ ملے اور ابن عباسؓ کا تفسیری قول مل جائے تو اسے حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کا قول سمجھو، کیونکہ ابن عباسؓ کی اکثر تعبیرات قرآن ان ہی دو ہستیوں کے علم کی مرہون منت ہیں۔

مختصراً یوں سمجھئے کہ اکابر مفسرین صحابہ کے مجموعی علم کے تنہا آخری ترجمان ہیں۔ شاید اسی سبب انہیں امت نے "ترجمان القرآن" کے خطاب سے نوازا۔

آپ کی جستجوئے علم ان اکابر صحابہ سے مستفیض ہونے کی حد تک ہی نہ تھی بلکہ آپؓ کو جہاں بھی پتہ چلتا کہ فلاں جگہ کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی موجود ہے تو ان کے پاس طلب علم کی نیت سے پہنچ جاتے اس طرح کا ایک واقعہ خود اپنی زبان سے یوں بیان فرماتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میں نے بعض صحابہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ باقی ہیں آئیں کوئی ایسی صورت بنائیں کہ ہمیں ان سے علم کے حصول کا موقع میسر آ جائے۔ ان صحابہ نے کہا اے ابن عباسؓ تمہارا کیا خیال ہے کہ کسی وقت لوگ علم کے حوالے سے تمہارے محتاج ہوں گے؟ سو انہوں نے اس طرح سے میری تجویز کو رد کر دیا۔ اب میں نے خود ہی ہمت کر کے اس کام کو شروع کرنے کا عزم کیا۔ میں خود صحابہ کی تلاش کرتا جہاں بھی ان کا پتہ چلتا میں ان کے پاس پہنچتا، ان سے علم کی باتیں معلوم کرتا، اس جستجو میں مجھے کسی بھی شخص کا علم ہوتا تو میں طلب علم کی خاطر دور دراز کا سفر کرتا۔ ایسے شخص کے دروازے پر پہنچتا اگر وہ صاحب اس وقت آرام فرما ہوتے تو میں انہیں زحمت دیئے بغیر انتظار کرتا اور اپنی چادر کو وہیں تکیہ بنا کر بیٹھ جاتا، ہوا کے جھکڑ میرے چہرے کو گرد آلود کر دیتے۔ اس حالت میں وہ صاحب جب باہر نکل کر مجھے دیکھتے تو کہتے "اے

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے ابن عباسؓ کو دو مرتبہ دعا دی ہے ایک حضرت میمونہؓ کے ہاں گھر میں اور دوسری محفل میں۔ معلم اعظم کی ان دعاؤں کا اثر تھا کہ آپ فہم و فراست، ذہانت و ذکاوت و دین کے گہرے فہم، حاضر دماغی میں مثال آپ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بدرجہ وسعت حافظہ عطا فرمایا تھا، فہم اور معارف قرآنی کے بیان میں کم عمر ہونے کے باوجود آپ کا مقام و مرتبہ اکابر صحابہ کی طرح تھا۔

حصول علم کا شوق اور جذبہ

نبی کریم ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے خلفائے راشدین بالخصوص حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما سے خصوصی استفادہ کیا۔ حضرت عمرؓ تو خود آپ سے بھی تشریحات قرآنی سن کر استفادہ کرتے تھے۔

حضرت علیؓ کے تفسیری نتائج کو اگر کسی نے صحیح معنوں میں جذب کیا ہے تو وہ حضرت ابن عباسؓ ہیں۔ اسی طرح ابی بن کعبؓ کہ جنہیں لسان نبوت نے "اقرأ القرآن" سب سے بڑا قاری قرار دیا۔ حضرت ابن عباسؓ خلوت و جلوت میں ان کے حاضری دیتے تھے اور غواصی قرآنی سے فیضیاب ہوتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ وہ جلیل القدر صحابی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا۔ مجھے سورۃ نساء پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے عرض کیا، کیا میں آپ کو سناؤں؟ حالانکہ قرآن آپ ہی پر اترا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میں دوسروں سے قرآن سننا پسند کرتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے پڑھنا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچے "فکیف اذا جئنا من کل امة بشهيد وجئنا بک علی هؤلاء شهيدا" تو بے ساختہ نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے" جو شخص چاہے کہ قرآن کو اس طرح تر و تازہ تلاوت کرے جیسے وہ اترا تھا تو وہ ابن مسعودؓ کی طرح پڑھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب المناقب)

امام مسروقؒ جو تابعی اور امت کے کبار علماء و مفسرین میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں "اصحاب رسول کا علم چھ اصحاب کرام کی شخصیت پر ختم ہو گیا یعنی عمرؓ، علیؓ، ابی بن کعبؓ، ابو درداؓ، زید بن ثابتؓ علاوہ

آپؓ کی ذکاوتِ علم اور قرآن فہمی کی چند مثالیں

ابن مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے پاس طالبانِ دین کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ ان کے سامنے آپ تفسیر قرآن، احادیث نبویہ اور فقہی مسائل بیان فرماتے تھے۔

آپؓ اعلیٰ درجے کی خطیب تھے قرآنی علوم ومعارف پر بات کرتے تو طبیعتوں میں نشاط پیدا ہو جاتا۔ آپؓ کی اثرانگیزی ایسی تھی کہ جب آپؓ حضرت علیؓ کے زمانے میں امیر حج مقرر ہوئے تو وہاں آپؓ نے سورۃ بقرہ کی تلاوت فرمائی اور پھر اس کی اس دلنشین پیرائے میں تفسیر بیان کی کہ اگر اسے ترک کفار بھی سن لیتے تو شاید وہ ایمان لے ہی آتے۔

(ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ا، ص ۳)

مستدرک میں روایت ہے کہ عکرمہؒ کہتے ہیں کہ میں، حی بن یعلیٰ اور سعید بن جبیر تینوں اکٹھے ابن عباسؓ کے پاس حاضر ہوتے تو میں نسب کے بارے میں سوال کرتا، حی ایام عرب سے متعلق سوال کرتے اور سعید بن جبیر فتووں کے بارے میں آپؓ سے دریافت کرتے۔ آپؓ ہر ایک جواب مرحمت فرماتے تو آپؓ کے جامع جوابوں سے یوں معلوم ہوتا کہ گویا ہم علم کے ایک سمندر میں تیر رہے ہیں۔

(المستدرک للامام ابن حاکم ج ۳ ص ۵۳)

آپؓ کے علم وفضل کا بے کنار سمندر ایسا تھا کہ جس سے ہر قسم کے تشنگانِ علوم کی پیاس بجھتی تھی۔ آپؓ کی جامعیت کی شان ایسی تھی کہ دین کے ہر شعبے کے متعلق لوگ آ کر آپؓ سے رہنمائی لیتے تھے۔ جاہلی ادب، لغات عرب اور ایام العرب (عرب کی تاریخ بالخصوص جنگوں کی تاریخ) میں آپؓ سے بڑھ کر اور کوئی مؤرخ نہ تھا۔ ابن کثیرؒ نے اس طرح کی ایک محفل کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ابوصالحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کی مجلس دیکھی ہے کہ اگر تمام قریش اس پر فخر کریں تو ان کو اس فخر کا حق ہے میں نے دیکھا ہے کہ لوگ ان کے دروازے پر جمع ہوتے یہاں تک کہ راستہ تنگ ہو جاتا کہ کوئی شخص آنے جانے پر قدرت نہ رکھتا۔ فرمایا کہ ایک دن میں ان

رسول ﷺ کے چچازاد بھائی! آپ کیوں تشریف لائے، میرے پاس پیغام بھیج دیا ہوتا" تب میں جواباً عرض کرتا کہ نہیں یہ فرض تھا کہ میں (حصول علم) کے لئے خود آپ کی خدمت میں آؤں۔ چنانچہ میں ان سے مطلوبہ حدیث کی تفصیل دریافت کرتا، مختلف سوال کرتا اور سیراب ہو کر وہاں سے چلا آتا طلب علم کا یہ سلسلہ ایک عرصے تک جاری رہا۔ جب لوگ دینی مسائل و اشکالات کے معاملے میں مجھ سے ہر طرح سے سوالات کرنے لگے اور میرے گرد کثیر پوچھنے والوں کا مجمع اکٹھا ہو جاتا اس طرح سے ایک مجمع تو ان انصاری بزرگ نے دیکھا جنہوں نے میری تجویز سے اتفاق نہیں کیا تھا تو فرمایا کہ یہ نوجوان مجھ سے زیادہ عقلمند تھا۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۳۲۳)

گویا اس طرح سے آپ نے حصول علم کا کوئی موقع ضائع نہ فرمایا جہاں سفر کرنا پڑا تو سفر کیا۔ مشقتیں اٹھانی پڑیں وہ اٹھائیں حتیٰ کہ صعوبتیں جھیلنی پڑیں تو نبی کریم ﷺ کے دین کے حصول کے خاطر جھیلیں ہر طرح کی شدائد کو برداشت کیا اور وقت و وقت بھر اس مقصد کیلئے کوشاں و سرگرداں رہے چنانچہ اتنی جان گسل علمی جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ اپنے وقت کے اہل علم کا مرجع بن گئے۔ اس قدر علم و فضل کے باوجود ان کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ صحابی رسول ﷺ حضرت زید بن ثابت کو گھوڑے پر سوار دیکھا تو بطور تواضع آگے بڑھ کر ان کے گھوڑے کی لگام اس طرح پکڑ لی جس طرح ایک خادم پکڑا کرتا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا "اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد ایسا نہ فرمائیے" آپ نے جواباً فرمایا "اھکذا نفعل بکبرائنا و علمائنا" ہم اپنے بزرگوں اور علماء کا ایسے ہی ادب کرتے ہیں۔ (البیہقی ج ۲ ص ۱۶۱ کتاب الفرائض باب ترجیح قول زید بن ثابت)

یہ ہے وہ شان تواضع جو انسان کو بلندیوں تک پہنچاتی ہے آپ اکابر صحابہ کرام بشمول عمر اسی طرح صحابہ کرام میں شاید ہی کوئی ایسا ہوگا کہ جس سے آپ نے استفادہ علمی نہ کیا ہو یہی سبب تھا کہ آپ دین کے ترجمان و شارح بن گئے اطراف و اکناف میں ہر جوان اور اہل علم آپ کے ارشادات توشہ سمجھتے تھے۔

مثال ایک قدر طویل واقعہ ہے اس میں آپؓ کی معجز بیانی اور تفسیر میں آپؓ کے تبحر کا کس قدر علم ہوگا۔

امام عبدالرزاقؒ حضرت عکرمہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حروریہ (خارجی فرقہ) علیحدہ ہو کر ایک گھر میں موجود تھا تو میں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ اے امیرالمومنین! نماز کو ذرہ موخر کیجئے! میں ان لوگوں سے بات چیت کیلئے جاتا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا کہ مجھے تیرے بارے میں جان کا خوف ہے میں نے کہا کہ انشاء اللہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حسب طاقت خوبصورت یمنی لباس پہنا ان کے پاس گیا وہ اس وقت بھری دوپہر میں آرام کر رہے تھے، آپؓ کہتے ہیں کہ میں ایک ایسی قوم کے پاس پہنچا کہ میں نے اس سے زیادہ مجاہدہ کرنے والی کوئی قوم نہیں دیکھی، ان کے ہاتھ ایسے تھے جیسے اونٹ کے گھٹنے (یعنی ان کے ہاتھ کام کی وجہ سے سخت ہوگئے) اور ان کے چہروں سے سجدے کے نشانات نمایاں ہو رہے تھے۔ آپؓ کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا تو وہ کہنے لگے "خوش آمدید" اے ابن عباسؓ کیسے آئے ہو؟ میں نے کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ تم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے بارے میں بات چیت کروں، ان کے متعلق وحی الٰہی کا نزول ہوا اور وہ اس کی تاویل اور مراد سے خوب واقف ہیں۔ تو ان میں سے بعض کہنے لگے کہ اس سے بات نہ کرو لیکن کچھ دوسرے لوگ کہنے لگے کہ خدا کی قسم ہم اس سے ضرور بات کریں گے، آپؓ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کے عمزاد (چچازاد بھائی) اور آنحضرت ﷺ کے داماد پر کس بات کا الزام لگاتے ہو جو آنحضرت ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے بھی ہیں، حالانکہ دیگر صحابہ کرامؓ بھی ان کے ساتھ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم ان پر تین باتوں کا الزام لگاتے ہیں، جن میں سے پہلی بات یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے دین کے معاملہ میں لوگوں کو حکم اور ثالث بنایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"ان الحکم الا للہ" یعنی حکم صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ آپؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ دوسری بات کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ انہوں نے قتال کیا لیکن نہ تو (مخالفین کو) قید کیا اور نہ ہی ان کے مال کو غنیمت بنایا، اگر وہ لوگ کافر تھے تو ان کے مال و اسباب ان کیلئے حلال تھے اور اگر وہ مومن تھے تو ان

کا خون ان پر حرام تھا۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اچھا! تیسری بات کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ انہوں نے امیر المؤمنین (کا لقب) اپنی ذات سے مٹا دیا (ہٹا دیا) اگر وہ امیر المؤمنین نہیں ہیں تو پھر امیر الکافرین ہوئے! آپ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں اللہ کی کتاب کی سے آیات پڑھوں اور آپ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کروں جو تم تسلیم کرنے والے ہوں تو کیا تم اپنی باتوں سے رجوع کر لو گے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو میں نے کہا کہ رہی تمہاری یہ بات کہ انہوں نے دین کے معاملہ میں لوگوں کو حکم بنایا ہے تو دیکھو اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔

"یایھا الذین امنوا لا تقتلوا الصید و انتم حرم .... یحکم بہ ذوا عدل منکم (المائدہ)

اے ایمان والو! وحشی شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالت احرام میں ہو ...... جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں۔

نیز عورت اور اس کے شوہر کے بارے میں ارشاد اللہ کا ہے۔

"وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا" (النساء)

اور اگر تم کو ان دونوں میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے بھیجو۔

ان آیات کی روشنی میں میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ مردوں کو ان کے خون اور جانوں اور ان کے درمیان صلح صفائی کیلئے حکم (ثالث) بنانا زیادہ اہم ہے جس کی قیمت صرف ربع درہم (چوتھائی درہم) ہو؟ انہوں نے کہا کہ خدا جانتا ہے کہ لوگوں کی صلح صفائی اور ان کی جان بچانے کیلئے حکم بنانا زیادہ اہم امر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا یہ مسئلہ صاف ہو گیا؟ (اشکال دور ہو گیا) تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ جانتا ہے کہ ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا کہ انہوں نے ان لوگوں سے قتال کیا مگر نہ کوئی قیدی بنایا اور نہ ان کے مال کو غنیمت بنایا تو مجھے بتاؤ کہ کیا تم اپنی ماں عائشہ کو قیدی بنا لو گے؟ اور کیا تم ان کے ساتھ اس عمل کو جائز سمجھتے ہو جو دوسری عورت کے ساتھ حلال سمجھتے ہو؟ اس طرح تم کفر اختیار کرو گے

ہر سر محفل امتحان لیا گیا اور بالآخر یہ تسلیم کرنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان (ابن عباسؓ) کو قرآن فہمی سے حظ وافر عطا فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مجھ کو بدری صحابہ کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے اور مجھے محسوس ہوا کہ چھوٹی عمر کی وجہ سے یہ حضرات میرا اس طرح آنا نامناسب سمجھ رہے ہیں۔ چنانچہ اس امر کو حضرت عمرؓ نے بھی محسوس فرمالیا اور بتایا کہ ان میں سے جس نے آپ سے تعلیم (قرآن فہمی) پائی ہے۔

چنانچہ ایک دن حضرت عمرؓ نے بزرگوں کی محفل میں بطور امتحان مجھ سے پوچھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق کیا رائے رکھتے ہو۔

"اذا جاء نصر الله والفتح ○ ورأيت الناس يدخلون في دين الله افواجا ○ فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا ○"

تو بعض شیوخ نے فرمایا کہ اس میں اللہ کی حمد و تعریف اور اس سے مغفرت و معافی مانگنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ جب کہ اس کے سبب ہمیں نصرت و فتح عطا ہو۔ (آیت کا ظاہری مفہوم یہی ہے) اس پر حضرت عمرؓ نے میری طرف توجہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس سورۃ کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے میں نے کہا اس میں (ظاہری مفہوم کے علاوہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے رحلت فرما جانے کی خبر ہے۔ کیونکہ جب اللہ کی مدد اس طرح سے آجائے اور لوگ فوج در فوج دین میں داخل ہونے لگیں تو یہ (مشن نبوت) کی تکمیل ہے اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے سفر کر جانے کی علامت ہے اس لئے آپ کو تسبیح و استغفار کا حکم فرمایا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اطمینان کا اظہار کیا اور فرمایا میری بھی یہی رائے ہے

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۶۱)

دوسرا واقعہ بھی دلچسپ ہے اس سے آپ کی ذہانت اور قوت استنباط کا پتہ چلتا ہے کہ بخاری نے بواسطہ ابن ابی ملیکہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے ایک روز

طور پر آپؓ کی تفسیر کا اندازہ بقول ابن حجرؒ اس طرح کا تھا ''اگر کوئی آپؓ سے مسئلہ پوچھتا اور اس معاملے میں قرآن حکیم سے واضح حکم ملتا تو آپؓ اسے بتلا دیتے، وگرنہ قولِ رسول (حدیث وسنت) کو بنیاد بناتے اور اگر قولِ نبی سے مسئلہ صراحتاً ثابت نہ ہوتا تو شیخین کے اقوال کو دیکھتے اگر یہاں سے بھی مسئلے کے حل کی جانب آپؓ کی دانست میں کوئی اشارہ نہ ملتا تو پھر اپنی رائے بیان فرماتے۔ جو دلائل و براہین سے مرضع ہوتی۔ محمد حسین ذہبی کے بقول آپؓ اہل کتاب سے بھی رجوع فرماتے۔ جہاں بھی قصص قرآنی کا انجیل سے اتفاق ہوتا تو آپ قرآن کے اس مجمل کو انجیل سے مفصلاً کھولتے لیکن اس معاملے میں آپؓ از حد درجہ محتاط رہتے۔

خلفائے راشدین کے دور میں اسلامی تمدن کو جو وسعت ملی، تو بہت سے مسائل ایسے پیدا ہوئے کہ جن کی پہلی مثال نہ تھی۔ آپؓ نے اسلامی تہذیب کی وسعت پذیری میں بھرپور حصہ لیا اور ایرانی و دیگر متمدن اقوام کے قبولِ اسلام سے جو ذہنی وسعت پھیلی اور جو نت نئے مسائل پیدا ہوئے آپؓ نے انہیں اپنی خاص اجتہادی بصیرت اور ذوقِ قرآنی سے حل کیا۔

آپؓ کے چند معروف تلامذہ

مکہ مکرمہ کے مکتبِ تفسیر کے آپؓ امام ہیں اور مدینہ منورہ، عراق، دمشق، اور دیگر بلادِ اسلامیہ میں فنِ تفسیر کو عروج آپؓ ہی کے تلامذہ نے دیا۔

سعید بن جبیر، امام ضحاک، امام مجاہد بن جبیر، امام قتادہ، علی بن ابی طلحہ، مقاتل بن سلیمان، امام شعبہ بن حجاج، امام سفیان بن سعید ثوری، ابو عمرو بن العلا اور حضرت عکرمہ مشہور ہیں۔

آپؓ کی مرویات

امام بخاریؒ نے اپنی الجامع الصحیح میں آپ کی (۱۲۰) روایات لی ہیں۔ امام مسلمؒ نے (۹۰) صحاح و دیگر کتب حدیث میں آپؓ کی مرویات کی تعداد (۱۶۶۰) یا (۱۷۱۰) تک بیان کی گئی ہیں۔

حدیث کا شاید ہی کوئی ایسا مجموعہ ہو جس کی کتاب التفسیر میں آپؓ کی روایات درج نہ

تم سب میں سے زیادہ قرآن کے جاننے والے ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ ابن عباسؓ "فتی الکھول" یعنی جوان جسم والے پختہ دانشمند ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول

آپ قرآن کی تفسیر ایسے کرتے ہیں کہ کسی شفاف پردے کے پیچھے سے گویا غیب کی چیزیں دیکھ رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول

"اعلم امة محمد بما انزل علی محمد" آنحضرت ﷺ کی امت میں شریعت محمدیہ کو سب سے زیادہ جاننے والے آپ ہیں۔ مستدرک میں ابن عمرؓ سے ایک طویل روایت ہے جس کے آخر میں لسان نبوت نے ابن عباسؓ کو "حبر الامة" علم کا سمندر فرمایا۔ خلفائے راشدین و کبار صحابہ بھی ان سے قرآن فہمی سے مستفید ہوتے رہے۔

اہم اسباب فضیلت

آپؓ کی شخصیت کے علمی فضائل و مناقب متعدد ہیں تاہم اگر مختصراً ذکر کیا جائے تو آپ کے امتیازات یہ ہیں۔

(۱) دعائے نبوت کا فیضان (۲) کاشانۂ نبوت میں تربیت (۳) کبار صحابہ کی صحبت (۴) طلب کا ازحد شوق (۵) بے مثال قوت حافظہ (۶) مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہونا (۷) اخاذ فکر و رسا طبیعت۔

طرز تفسیر

آپ کا انداز تفسیر بہت پہلودار ہے جس میں لغت عرب و اشعار عربیہ کی روشنی میں تحقیقی علمی امثلہ ہیں، کہیں عربوں کے محاورہ و بولیوں پر بحث و تحقیق ہے کہیں "ایام العرب" کا تذکرہ ہے تو کہیں جاہلی ادب کے کسی گوشہ پر اخذ و استفادہ کے ساتھ ساتھ نقد و جرح بھی ہے۔ یہ تو ہوا ایک خاص پہلو لیکن اس

پاکستان میں قرآن کریم کے نایاب نسخے کی طباعت

مولانا مجاہد الحسینی مدظلہ

احسن الخالقین کی نازل کردہ احسن الکتب قرآن کریم کے تاریخی اور نادر و نایاب نسخہ کو جامعہ عربیہ احسن العلوم کے رئیس المحدثین حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان مدظلہ نے بطریق احسن طبع کرانے کی سعادت حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ کی آخری مقدس کتاب جو انسانوں کی رشد و ہدایت کے لئے نازل ہوئی وہ قرآن کریم ہے جس طرح یہ کتاب تمام علوم و فنون کا خزانہ ہے اسی طرح انسانی زندگی کے تمام دائروں میں عروج اور ترقی کی بھی ضامن ہے اس مقدس کتاب کی اثر خیزی اور انقلاب آفرینی کی دنیا معترف ہے اور اس کی لسانی اور معنوی ندرت نے دنیا کے بڑے بڑے ادباء، علماء اور شعراء کو سرنگوں ہونے پر مجبور کر دیا ہے، "لاریب" کہ یہ کلام الٰہی ایسا ہے کہ اس کی ایک سورۃ کی مثل کوئی بھی پیش نہیں کر سکتا۔ پوری کائنات میں بے مثال، نادر اور ہر اعتبار سے عجیب و غریب اور فکر انسانی کو روشنی عطا کرنے والی آسمانی کتاب ہے۔ قرآن کریم کے بے شمار پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی ہر دور میں مساعی حسنہ بروئے کار آتی رہیں ان میں سے اس کی خطاطی و خوشنویسی کے بھی کئی پہلو نظر نواز ہوتے رہے، کسی نے قرآن کریم ایک دو انچ کے ٹکڑے کے سائز کے کاغذ پر لکھنے کی سعادت حاصل کی، کسی نے بڑے سے بڑے سائز پر کئی من وزن کی صورت میں کتابت کا شرف حاصل کیا، کسی نے آب زر (سونے کے پانی) اور زعفران کے ساتھ قرآن کریم کی خطاطی کی سعادت پائی،

ہوں۔ تفسیر ابن جریر طبری سے لیکر جتنی امہات تفاسیر ہیں وہ آپؓ کے تفسیری اقوال سے مزین ہیں۔ لہٰذا طلبہ آپؓ کے فہم قرآن سے بے اعتنائی نہیں کر سکتا۔

وفات حسرت آیات

عمر کے آخری مرحلے میں آپؓ آب وہوا کی تبدیلی کی خاطر طائف کی وادی میں فروکش ہوئے اور یہاں عمر آخر اسی جگہ کو اپنے قیام کے آخر سے متصور کر کے رکھا۔ آخر عمر میں بینائی چلی گئی تھی لیکن آپؓ اس پر زیادہ غمگین نہ ہوئے۔

ان یأخذ اللہ من عینی نورهما ففی لسانی و قلبی منهما نور

قلبی ذکی و عقلی غیر ذی دخل وفی فمی صارم کالسیف مأثور

اگر اللہ کے حکم سے میری آنکھوں کی بصارت جاتی بھی رہی تو کیا غم، میری زبان اور میرے دل میں اس سے بڑھ کر نور ہے۔ میرا دل پاک وطاہر ہے اور میری عقل وفہم میں کوئی کمی نہیں اور میرے منہ میں اللہ نے جو زبان رکھی ہے وہ تیغ براں سے بڑھ کر ہے۔

وفات

بالآخر یہ مفسر اعظم ترجمان القرآن دعائے نبوی کا فیض یافتہ حبر الامت فی التاویل قرآن کا سب سے بڑا عالم، علم وفضل کا آفتاب (۷۱) برس تک اپنی علمی وفکری تابانیوں سے ایک عالم کو منور کرتا ہوا ۶۸ھ کو طائف کی وادی میں جا غروب ہوا۔

"کل من علیها فان ویبقی وجه ربک ذو الجلال والاکرام"

محمد بن حنفیہ نے جنازہ پڑھایا اور فرمایا۔ اس امت کے سب سے بڑے عالم قرآن کو ہم نے آج زمین کے نیچے ڈال دیا۔

جس میں دو جلدوں پر مشتمل فنِ کتابت و تزئین سے آراستہ قرآن کریم کا نسخہ دو بڑی جلدوں میں ہے جس کی
سائز سے چوبیس انچ لمبائی اور سولہ انچ چوڑائی ہے۔ اس کے ہر صفحے کی پہلی، درمیانی اور آخری سطر
سنہری روشنائی سے کتابت شدہ ہے۔ یہ ضخیم اور وزنی قرآن کریم دو خطاط حضرات کی خوبصورتی کا شاہکار ہے۔
قرآن کریم کے نادر و نایاب قلمی نسخوں کا ایک گلشن پروفیسر عبدالجبار شاکر نے بیت الحکمۃ کے نام سے لاہور
میں سجا رکھا ہے۔ اس میں ڈیڑھ سو قلمی خطاطی کے نسخے موجود ہیں۔ ان میں چند ایسے بھی قدیم قلمی مخطوطے
موجود ہیں جو شاید دنیا بھر میں منفرد و مثالی ہیں۔

ایک نادر و نایاب قرآنی نسخہ

خطاطی کے نادر و نایاب قرآن کریم کی اس طرح ترتیب کیا گیا کہ پہلی سطر میں ابتدا الف کی کتابت
ہوتی ہے تو اسی صفحے کی آخری سطر بھی الف سے شروع کی گئی ہے۔ دوسرے صفحہ کا آغاز "ب" سے ہے
تو صفحے کی پہلی سطر سے لے کر پوری سطر بھی "ب" سے ہی شروع ہے اور آخر درمیان میں "ب" یا واو کے حرف
سے ابتدا ہے تو اس کے بالکل سامنے دوسرے صفحے کے درمیان میں ب یا واو ہوگی یعنی جیسے پہلے صفحے کے
حروف ہیں ایسے ہی دوسرے صفحے کے درمیان میں ب یا واو ہوگی یعنی جیسے پہلے صفحے کے حروف ہیں ایسے
ہی دوسرے صفحے کے ہیں۔ اس طرح مکمل قرآن کریم کی خطاطی کا شاہکار مرتب ہوا ہے۔ اسی خطاطی سے مزین
قرآن کریم کی طباعت و اشاعت سلطنت عمان کے حکمران صاحب الجلالۃ سیدنا السلطان قابوس بن سعید
المعظم نے [illegible] کے اخراجات کی سعادت سے سرفراز ہوئے ہیں۔ ان کی اجازت اور عنایت سے پاکستان
میں ایسے نادر و نایاب قرآنی نسخے کی طباعت کا شرف حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا مفتی زرولی خان
صاحب دامت برکاتہم کو حاصل ہوا ہے۔ انہوں نے احسن المطابع کی جانب سے احسن الکتب کو اپنے جامعہ
کے زیر اہتمام جس احسن طریقے اور حسن ذوق و شوق کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ کیا ہے قابل صد
تحسین ہے۔ حضرت مولانا مفتی زرولی خان کی شخصیت علم و فضل کے اعتبار سے ہمارے اسلاف کی تاریخ
یادگار ہے۔ ان کے تبحر علمی اور وسعت مطالعہ کا علماء و فضلاء میں زبردست اعتراف پایا جاتا ہے۔ آپ

کوئی چاول کے دانے پر سورۃ اخلاص کا خطاط ہوا، چین میں ایک ایسی مسجد ہے جس کی دیواروں پر مکمل قرآن کریم لکھا گیا ہے، مسجد الحرام مکہ معظمہ میں مجھے ایسے کلام کریم کی تلاوت اور زیارت کی سعادت ملی جس کی شاہکار خطاطی کے ساتھ طباعت اس انداز سے کی گئی کہ سارے قرآن مجید میں اللہ سبز رنگ اور حضرت محمد ﷺ کا اسم مبارک اور وہ آیات کریمہ جن میں حضرت رسول کریم ﷺ سے خطاب ہے ان کا رنگ گہرا آسمانی ہے، ایک ماہر خطاط نے بیت اللہ شریف کی تصویری شکل میں مکمل سورۂ حج لکھی ہے تاج محل آگرہ (بھارت) کے مرمریں دروازے کی بلندی کے پیش نظر خطاط نے قرآن کریم کی مکمل سورۃ لکھتے وقت تین چار قلم استعمال کئے ہیں کہ دیکھنے اور نظارہ کرنے والا اسے ایک قلم کی کتابت خیال کرتا ہے جبکہ ابتداء میں جو قلم استعمال ہوا ہے اگر وہی بلندی تک مستعمل ہوتا تو نچلی تحریر موٹی اور اوپر (بلند مقام پر) کتابت باریک نظر آتی مگر اس عجوبہ عالم کا ہر پہلو تعمیراتی حسن سے خطاطی اور نقش ونگار کے حسن تک سب حیرت واستعجاب کا پیکر جمیل اور واقعی عجوبہ روزگار ہے، سعودی حکمران خادم الحرمین ملک فہد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ میں موسسہ فہد المصحف الشریف کے نام سے قرآن کریم کی جدید ترین طباعت واشاعت کا عظیم الشان ادارہ قائم کیا ہے جس میں متن کے علاوہ دنیا کی پچیس سے زائد زبانوں میں تراجم اور تفاسیر کروڑوں کی تعداد میں شائع کر کے مفت تقسیم کرنے کا اہتمام ہے، اس کے مطبوعہ ڈی لکس ایڈیشن زریں حاشیے اور کئی رنگوں سے آراستہ آنکھوں کو خیرہ کردینے والے ہیں، اس موسسہ نے نابیناؤں اور گونگے بہرے فرزندان اسلام کے لئے بھی محسوساتی اور اشاراتی شکل میں قرآن کریم کی طباعت کا بھی شرف حاصل کیا ہے، نیز جہد الطباعۃ المصحف الشریف کا وصف یہ بھی ہے یہ صرف طباعت قرآن کریم ہی کے لئے وقف ہے اس میں استعمال ہونے والا کاغذ کسی دوسری مطبوعات کے لئے ممنوع ہے، کاغذ سازی سے طباعت تک ہر چیز وقت المصحف الشریف ہے، بہر نوع دیگر اسلامی ممالک خصوصاً عراق، مصر، اردن، لیبیا وغیرہ میں بھی قرآنی طباعت کے عجائبات موجود ہیں، پاکستان میں بھی فیصل آباد کے قریب قصبہ دالووال (دارالاحسان) میں قرآن محل شیخ طریقت ابوانیس صوفی محمد برکت علی لدھیانویؒ نے قائم کیا تھا

تمام معلومات کا مجموعہ ہے۔ اس میں ہر دور کے انسان کو پیش آنے والے مسائل کا حل موجود ہے۔ آج دنیا میں اگرچہ اپنی مقدس کتابوں پر ایمان لانے والے بے شمار لوگ موجود ہیں لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسی کتاب موجود نہیں ہے جس کے بارے وثوق کے ساتھ یہ کہا جا سکے کہ وہ اپنے صحیح اور اصلی الفاظ کے ساتھ موجود ہے جو آسمان سے نازل ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ شیخ احمد دیدات رحمۃ اللہ علیہ مشہور مبلغ اسلام اور مناظر عیسائیت نے امریکہ میں ایک انٹرنیشنل مذاہب کانفرنس میں عیسائی اور یہودی رہنماؤں (پادریوں اور ربیوں) سے چیلنج کی صورت میں کہا تھا کہ اتنے بڑے اجتماع میں دنیا کا کوئی پادری یا ربی اپنی آسمانی کتاب کی ایک آیت یا سطر ٹھیک اس زبان میں پڑھ کر سنا دے جس میں وہ آسمان سے نازل ہوئی تھی اور جسے وہ الہامی مقدس قرار دیتے ہیں تو اس پر پورا مجمع ندامت کے ساتھ سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا تھا۔ اس پر شیخ احمد دیدات نے آسمان کی جانب منہ کر کے ہاتھ اٹھا کر کہا تھا کتاب اللہ قرآن کریم ہی دنیا میں واحد کتاب ایسی ہے جس کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے اور دنیا میں کروڑوں ایسے حفاظ موجود ہیں جن کے سینوں میں قرآن کریم مکمل طور پر اسی زبان میں محفوظ ہے جس میں وہ آسمان سے اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ یہ اپنے الفاظ، معانی، ترجمہ اور تفسیر کے اعتبار سے پوری طرح محفوظ ہے اور تا قیامت اس میں زیر زبر وغیرہ کی تبدیلی بھی نہیں ہو سکتی۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار
(اقبال)

حضرت علامہ محمد یوسف بنوری کے لائق فائق تلامذہ میں سے ہیں اور ان کے صحیح علمی جانشین ہیں، ان کی
محنت کا صرف اس سے اندازہ لگائیے کہ نادر نایاب یہ قرآنی نسخہ انہوں نے اپنے حلقہ احباب میں
[illegible] تحفے کے طور پر تقسیم کیا ہے اور حضرت مولانا عبدالرشید انصاری مدیر نور علیٰ نور کراچی کے توسط
سے اس کا ایک نادر نایاب نسخہ راقم الحروف کو عطا کر کے احسان عظیم کیا ہے، جزاہ اللہ احسن الجزاء قرآن کریم
کی نادر خطاطی کے موضوع پر یہ سطور لکھی جا رہی تھیں کہ مجھے ایک ایسے مطبوعہ نسخہ قرآنی کی زیارت کا
شرف حاصل ہو گیا جس کی خطاطی اس انداز اور طریقے سے کی گئی ہے کہ پورے قرآن کریم کے ہر صفحے کو
الف سے آغاز ہوتا ہے یعنی صفحات کی کوئی سطر بھی الف کے علاوہ کسی دوسرے حرف سے نہیں لکھی گئی ہے۔
قرآن کریم کی شان ہر پہلو سے منفرد، ممتاز اور بے مثل ہے، قرآن کریم جس زمانے میں نازل ہوا وہ
زمانہ اگرچہ دور حاضر کی طرح ترقی یافتہ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود عرب شعراء اور ادباء کا ایسا
غرور دور تھا کہ اہل عرب غیر اقوام کو عجمی قرار دیتے تھے یعنی گونگے اور علم و ادب سے ناآشنا، اس دور کے
شعراء اپنا کلام بطور چیلنج بیت اللہ شریف کی دیوار کے ساتھ لٹکا کر اپنی زبان دانی اور اپنے علمی تفوق و برتری کا
مظاہرہ کیا کرتے تھے، سبع معلقات لٹکے ہوئے ادب پارے اسی دور کی یادگار ہیں۔ ان ادب پاروں کے
مقابلے میں جب قرآن کریم کی چھوٹی سی سورۃ انا اعطینٰک الکوثر لٹکائی گئی تو عرب شعراء نے اس
اعتراف ندامت کے ساتھ اپنے کلام اتار لئے کہ ما هذا من کلام البشر یعنی کسی انسان اور بشر کا کلام نہیں
ہے یہ ایک مافوق البشر ذات کا کلام ہے اور ہمارا علم و ادب اس کے مقابلے کی تاب نہیں لا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے
قرآن کریم میں دنیا کے بڑے بڑے متکبر اور منکر عرب شعراء اور ادباء کو چیلنج کی صورت میں فرمایا کہ اگر
تمہیں اس کتاب کی بابت منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک و شبہ ہے تو فاتوا بسورۃ من مثلہ اس
جیسی مکمل کتاب نہیں بلکہ اس کی کسی بھی سورت جیسی سورۃ تم بنا کر دکھاؤ، چنانچہ صرف عرب شعراء اور ادباء
ہی نہیں ساری دنیا کے لوگ اپنی علمی و تحقیقی ترقی کے باوجود قرآن کریم کی چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کی مثال
پیش کرنے اور قرآنی معلومات کی تردید یا تنقیص سے قاصر ہیں، قرآن کریم علوم و فنون کا خزینہ اور کتاب الٰہی

نظریات وخیالات میں کیسے کیسے انقلاب آئے؟ معاشرے میں کتنی تبدیلیاں رونما ہوئیں؟ کبھی یونانی علوم کا سیلاب آیا، کبھی ہندی فلسفہ کا سامنا ہوا کبھی ایرانی تہذیب نے اپنے دم خم دکھائے مگر یہ زندہ کتاب آج تک اپنی اصلی اور حقیقی شان کے ساتھ ان ہی الفاظ میں اور اسی زبان میں بجنسہٖ محفوظ ہے جس حالت میں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے اسے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔

یہ کتاب مبین ہر تغیر سے پاک اور تبدیلی سے مبرا ہے۔ ابتدائے نزول سے اب تک نہ اس میں کوئی ترمیم وتنسیخ ہوئی ہے اور نہ آیندہ کبھی ہو سکتی ہے۔ ایک حرف اور ایک لفظ بھی اس کا کسی عہد اور کسی دور میں نکالا یا بڑھایا نہیں گیا۔ جس طرح آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ ایک نقطے کی کمی بیشی کے بغیر آج تک ہمارے ہاتھوں میں ہیں اور یقیناً ہمیشہ اسی طرح رہے گا۔

''حجت الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب میں ایک مہتم بالشان مقدمہ تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ قرآن کی جمع وترتیب اور حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔

''ان علینا جمعه'' (القیمة) ''وانا له لحافظون'' (الحجر)

لیکن اس وعدۂ الٰہیہ کا طریق ظاہر ہے کہ اس طرح منظور نہیں تھا جس طرح کہ انسان اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے اور نہ اس طرح کہ قرآن کسی پتھر کے اندر کندہ ہو جاتا جو مٹانے سے نہ مٹ سکے۔ بلکہ مشاہدہ یہ ہوا کہ حفاظت خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ چند بندگان صالحین کے قلوب میں ڈالا گیا کہ وہ اس کی جمع وتدوین کی خدمت انجام دیں اور تمام دنیا کے مسلمان ایک نسخہ قرآنی پر متفق اور مجتمع ہو جائیں اور ہمیشہ جماعت عظیمہ اس کی تلاوت اور تعلیم میں مشغول رہیں تا کہ سلسلہ تواتر ٹوٹ نہ جائے اور اس کی تکمیل اس طرح ظہور میں آئی کہ عہد عثمانی میں بمشورہ واجماع صحابہ تمام مصاحف پر اتفاق کیا گیا جس میں قراءتہ شاذہ نہیں لی گئی بلکہ قراءۃ متواترہ لی گئی اور قبائل عرب کی سات زبانوں میں سے جن پر قرآن نازل ہوا تھا (یعنی ان کے پڑھنے کی ان زبانوں پر اجازت دی گئی تھی) ایک قریش کا لغت لے لیا گیا اور باقی لغات کے مصاحف متروک کر دیئے گئے۔

جمع و تدوین قرآن کا ایک تاریخی جائزہ

مولانا عبدالقادر صاحب
ناظم تعلیمات جامعہ احسن المدارس

خالق فطرت نے جبریل امین علیہ السلام کے واسطے سے حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ اپنے تمام بندوں کی ہدایت کیلئے علم و عمل، حکمت و دانائی کی جو روشنی عطا فرمائی ہے اس کا نام "القرآن" ہے۔ قرآن کلام الٰہی ہے۔ یہ کتاب عظیم تمام آسمانی کتب کا لب لباب ہے اس کی تعلیم ہمہ گیر اور عالمگیر، سارے علوم کا سرچشمہ اور تمام امور حیات کو جامع ہے۔

قرآن پاک کی معجزانہ حفاظت

اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو کتابت کے ذریعہ محفوظ رکھا اور دلوں کی تختیوں پر نقش کر کے اس کی حفاظت کی۔ جتنا اس کتاب کی طرف توجہ و عنایت کی گئی ہے اس سے پہلے کسی کتاب کے حصے میں نہیں آئی اور نہ ہی اس کی مثل کوئی کتاب اس تواتر کے ساتھ اپنے حروف، اپنے الفاظ، اپنے جملوں، اپنے اعراب اور نقطوں اور پڑھنے میں یکسانیت کے اعتبار سے متن اسی طرح نسل در نسل منتقل ہوئی ہے۔

ایک ہزار چار سو سال بیت گئے جب سے قرآن ہمارا پاسبان اور ہم اس کے پاسبان ہونے ہیں یہ چودہ صدیاں قریبا قرنوں کی مدت ہے، اس طویل عرصے میں انسانی ذہن و فکر کے زمین و آسمان بدل گئے

حکیم کی حفاظت کے سلسلے میں خود اپنا خیال ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"ہم یہ بات پورے یقین اور کامل وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت اور ہر سورۃ محمد ﷺ کے زمانے سے لیکر آج تک کامل اور مکمل طور پر اپنی اصلی حالت اور غیر محرف شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی"

(دیباچہ لائف آف محمد صفحہ ۲۶)

بہرحال قرآن پاک چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود بغیر کسی ادنیٰ تغیر و ترمیم کے ہمارے ہاتھوں میں ہے اور ہماری زندگی کے ہر معاملے میں رہنمائی کر رہا ہے۔ اس مقدس کتاب کو کس طرح محفوظ کیا گیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کی جمع اور ترتیب کے سلسلے میں دشواریوں کے کن مراحل سے گزرے یہ ایک تاریخ ہے جسے ہم تین مرحلوں میں قدرے تفصیل سے ذکر کریں گے۔

عہد رسالت میں حفاظت

یہ پہلا مرحلہ ہے۔ اس مبارک دور میں قرآن کو کتابی شکل میں محفوظ کرنا ممکن نہ تھا کیونکہ اس کی مختلف آیات ضرورتاً اور حالات کے مطابق نازل ہوتی تھیں۔ علامہ خطابی کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو مصحف میں اس واسطے جمع نہیں فرمایا کہ آپ اس کو اس کے بعض احکامات یا تلاوت کو منسوخ کرنے والے حکم کے نزول کا انتظار باقی تھا۔

ابتداء میں حفاظت قرآن کا دارومدار حافظہ پر تھا چنانچہ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ اس کو جلد از جلد یاد کرنے کی کوشش فرماتے جس کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے اس پیارے انداز میں فرمائی کہ

"لاتحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرآنه"

آپ قرآن کو جلدی یاد کر لینے کے خیال سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں (کیونکہ) اس قرآن کو جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔

ایسا اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اس پاک کلام کی حفاظت کا بڑے زور سے ان الفاظ میں وعدہ فرمایا۔

''انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون''

یقیناً ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ بھلا اللہ اور اس کے کلام سے زیادہ سچا اور کون ہو سکتا ہے؟ ''ومن اصدق من اللہ قیلا'' ہم صرف مسلمان ہی اس صداقت کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہمارے مذہبی دشمنوں اور مخالفوں کو بھی ایک لمبے تجربے اور طویل تحقیقات کے بعد مجبوراً اس عظیم الشان حقیقت کا صاف طور پر اعتراف کرنا پڑا کہ قرآن کریم میں کوئی تغیر، کوئی تبدیلی، کوئی کمی، کوئی بیشی، کوئی ترمیم، کوئی تنسیخ، کوئی رد و بدل ہرگز نہیں ہوئی چنانچہ ہندوستان میں انگریزی دور کا ایک سابق لیفٹیننٹ گورنر اور لائف آف محمد ﷺ Lif Of Muhammad کا مؤلف سر ولیم لکھتا ہے۔

''اس بات کی تسلی اور کامل اطمینان اندرونی اور بیرونی شہادت موجود ہے کہ قرآن اس وقت بھی ٹھیک اسی شکل و صورت میں محفوظ و مامون ہے جس حالت میں محمد ﷺ نے اسے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔

(دیباچہ لائف آف محمد صفحہ ۲۵)

قرآن حکیم کے متعلق اندرونی و بیرونی شہادتوں کی کیفیت بیان کرنے کے بعد سر ولیم میور قرآن حکیم کی حفاظت کے سلسلے میں خود اپنا خیال ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

''ہم یہ بات پورے یقین اور کامل وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت اور ہر سورۃ محمد ﷺ کے زمانے سے لیکر آج تک کامل اور مکمل طور پر اپنی اصلی حالت اور غیر محرف شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی''

(دیباچہ لائف آف محمد صفحہ ۲۶)

قرآن حکیم کے متعلق اندرونی و بیرونی شہادتوں کی کیفیت بیان کرنے کے بعد سر ولیم میور قرآن

ثابتؓ، حضرت ابو درداءؓ، حضرت یحییٰ بن جاریہؓ، حضرت مسلمہ بن مخلدؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ، حضرت تمیم داریؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت زیدؓ جیسے صحابہ شامل تھے۔

پھر ان چیدہ حضرات کے علاوہ بھی ایک بہت سارے صحابہ کرام تھے جنہوں نے قرآن کریم کے متفرق حصے حفظ کر رکھے تھے۔ اس طرح جو نازل ہونے والی آیت نہ صرف آپ علیہ السلام بلکہ صحابہ کرام کے سینوں میں بھی محفوظ ہو جاتی۔

نزول قرآن کی ابتداء میں حفاظت قرآن کا اصل دارومدار اگرچہ حافظہ پر تھا جیسا کہ ماقبل میں ہم نے ذکر کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کتابت وحی کا سلسلہ شروع ہوا۔ جس کا طریقہ کار حضرت زید بن ثابتؓ نے یہ بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے لئے کتابت وحی کرتا تھا۔ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کو سخت گرمی لگتی اور آپ کے جسم اطہر پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔ پھر آپ ﷺ سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی (یا کسی اور چیز کا) ٹکڑا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا۔ تو آپ ﷺ لکھواتے رہتے اور میں لکھتا جاتا یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہوتا تو قرآن کو نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا۔ بہر حال جب میں فارغ ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے "پڑھو" میں پڑھ کر سناتا اگر اس میں کوئی فروگزاشت ہوتی تو آپ ﷺ اس کی اصلاح فرما دیتے اور پھر لوگوں کے سامنے لے آتے۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت وحی نازل ہوئی اس وقت حضرت عثمانؓ موجود تھے رسول اکرم ﷺ نے ان کو لکھنے کا حکم دیا تو انہوں نے اسی وقت لکھ لی۔

(کنز العمال ج ۷ ص ۲۰۷)

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا معمول یہ تھا کہ قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو کاتب وحی کو یہ ہدایت فرماتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں فلاں آیت کے بعد لکھا جائے۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایسا قوی حافظہ عطا فرمایا تھا کہ نزول آیات کے ساتھ ہی وہ آپ کو یاد ہو جاتی تھیں جس میں کسی بھی قسم کی ادنیٰ غلطی کا امکان نہ تھا۔ پھر اہل عرب کا حافظہ تو ایسا مثالی تھا کہ انہیں اپنے اور اپنے خاندان کے علاوہ گھوڑوں تک کے نسب ازبر تھے۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ قوت حافظہ کی مدد سے جو آیت کو نہ صرف خود یاد کرتے بلکہ راتوں کو نمازوں میں اسے دہرا کر مزید پختہ بھی کرتے تھے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ آتا تو آپ ﷺ ہم انصاریوں میں سے کسی کے حوالے فرما دیتے تاکہ وہ اسے قرآن سکھائے۔ اسی وجہ سے مسجد نبوی میں قرآن سیکھنے اور سکھانے والوں کی آوازوں کا اتنا شور ہونے لگا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ تاکید فرمانی پڑی کہ اپنی آواز پست کرو۔

قرآن کریم سیکھنے اور یاد رکھنے کا اس قدر جذبہ تھا کہ بعض عورتوں نے اپنے شوہروں سے یہ مہر طلب کیا کہ وہ انہیں قرآن کریم کی تعلیم دیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک بار خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے کچھ اوپر ستر سورتیں یاد کی ہیں۔

(بخاری ج ۲ ص ۷۴۸ باب القراء من اصحاب النبی ﷺ)

حضرت عمرو بن سلمہؓ جو ایک کمسن صحابی تھے ان کا مکان ایک چشمے کے کنارے واقع تھا جہاں مسافر دوران سفر آرام کیا کرتے تھے ان کی عمر سات سال تھی اور وہ ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے کہ قرآن کریم کی مختلف آیات سن سن کر قرآن پاک کا ایک بڑا حصہ یاد کر لیا تھا۔

صحابہ کرامؓ کا یہی جذبہ اور شوق تھا کہ قلیل مدت میں حفاظ قرآن کی ایک بڑی تعداد تیار ہو گئی جن میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمرو بن عاصؓ، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن السائبؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت زید بن

ہیں جو رسول اکرم ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! یہ کام بہتر ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ پاک نے میرا سینہ اسی رائے کیلئے کھول دیا جو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی رائے تھی۔

ان حضرات نے جمع قرآن کے سلسلے میں نہایت احتیاط سے کام کیا اور صرف اپنی یاداشت پر بھروسہ کرنے کے بجائے عام اعلان کروایا کہ جس شخص کے پاس بھی قرآن کریم کی کوئی آیت لکھی ہوئی ہو وہ جمع کرادے۔ پھر جب کوئی شخص ان کے پاس قرآن کریم کی کوئی لکھی ہوئی آیت لے کر آتا تو چار طریقوں سے اس کی تصدیق کرتے تھے۔

(۱) اپنی یاداشت سے اس کی توثیق کرتے تھے۔

(۲) پھر حضرت عمرؓ بھی حضرت زید بن ثابتؓ کے ساتھ اس سعادت میں شریک تھے۔ اور حافظ قرآن تھے لہٰذا وہ بھی اس کی توثیق فرماتے تھے۔

(۳) لکھی ہوئی آیت کے ساتھ دو معتبر گواہوں کی گواہی لازمی تھی جو اس بات کی گواہی دے سکیں کہ یہ آیت آپ علیہ السلام کے سامنے لکھی گئی تھی۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ گواہیاں اس بات پر بھی لی جاتی تھیں کہ یہ لکھی ہوئی آیت آپ علیہ السلام کے وفات کے سال پیش کردی گئی تھی اور آپ ﷺ نے اس بات کی تصدیق فرمادی تھی کہ یہ ان حروف سبعہ کے مطابق ہے جس پر قرآن کریم نازل ہوا۔

(۴) پھر ان لکھی ہوئی آیتوں کا ان مجموعوں کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا تھا جو مختلف صحابہ نے تیار کر رکھے تھے۔

بہر حال حضرت زید بن ثابتؓ نے نہایت احتیاط کے ساتھ کاغذ کے صحیفوں پر مرتب ایک نسخہ تیار فرمایا جس کو اصطلاح میں ''اُم'' کہا جاتا ہے۔ اس نسخہ کو خط حیری میں لکھا گیا تھا۔ اس میں آیات مبارکہ تو آپ علیہ السلام کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق مرتب تھیں لیکن سورتیں مرتب نہ تھیں بلکہ الگ الگ لکھی ہوئی تھیں۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا مدون کیا ہوا نسخہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس محفوظ رہا آپؓ کی وفات

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۸)

کاغذ کی کمیابی کی وجہ سے کاتبین وحی زیادہ تر پتھر کی سلوں، پتھر سے کے پارچوں، کھجور شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھا کرتے تھے اور بسا اوقات کاغذ کے ٹکڑوں پر بھی قرآنی آیات لکھی گئیں۔

آپ علیہ السلام کے لکھوائے ہوئے نسخوں کے علاوہ صحابہ کرامؓ اپنی یادداشت کے واسطے بھی قرآن کریم کی آیات اپنے طور پر محفوظ رکھتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ کی بہن اور بہنوئی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تو حضرت عمرؓ کے خوف سے گھر میں چھپ کر اپنے پاس موجود صحیفے سے قرآن کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے (حضرت عمرؓ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے)

عہد صدیقی میں جمع قرآن

یہ دوسرا مرحلہ ہے۔ اب تک قرآن کریم صحابہ کرامؓ کے پاس متفرق اشیاء پر لکھا ہوا موجود تھا اور کسی کے پاس زیادہ مکمل نسخے بھی موجود نہیں تھے۔ پھر جنگ یمامہ میں قرآن کے حفاظ کی ایک بڑی تعداد شہید ہو گئی جس کی وجہ سے خطرہ محسوس ہوا کہ اگر مختلف مقامات پر حفاظ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو امت قرآن کریم کے ایک بڑے حصے سے محروم ہو جائے گی۔ لہٰذا حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو قرآن کے مختلف نسخوں کو یکجا کرنے کا مشورہ دیا۔ ابتداء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اس مشورے کو یہ کہہ کر رد کرتے رہے کہ جو کام آپ علیہ السلام نے نہیں کیا وہ ہم کیسے کریں؟ لیکن جب شرح صدر ہوا تو حضرت زید بن ثابتؓ کو پیغام دے کر بلوایا اور فرمایا کہ تم نوجوان اور سمجھدار آدمی ہو، کسی کو تمہارے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ہے، تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے کتابت وحی کا کام بھی کرتے رہے ہو، لہٰذا تم قرآن کریم کی آیتوں کو تلاش کر کے انہیں جمع کرو۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! یہ حضرات مجھے پہاڑ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو مجھ پر اس کا اتنا بوجھ نہ ہوتا جتنا جمع قرآن کے کام کا ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ وہ کام کیسے کرتے ہیں

فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں کہ کوئی اختلاف پیش نہ آئے۔ صحابہ نے اس رائے کو پسند فرما کر تائید فرمائی۔ حضرت عثمانؓ نے اس غرض کیلئے سب سے پہلے حضرت حفصہؓ سے عہد صدیقی میں جمع شدہ نسخہ حاصل کیا۔ پھر حضرت زید بن ثابت انصاری، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبدالرحمن بن الحارث اور حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہم اجمعین پر مشتمل ایک جماعت بنائی جس کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صحیفوں سے نقل کر کے ایسے مصاحف تیار کرے جس میں سورتیں مرتب ہوں۔ ان چار حضرات میں سے حضرت زید بن ثابتؓ انصاری اور باقی تینوں حضرات قریشی تھے۔ اس لئے حضرت عثمانؓ نے ان سے فرمایا کہ قرآن کے تلفظ میں جہاں کہیں تمہارے اور زید بن ثابتؓ کے درمیان اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان کے مطابق لکھو کیونکہ قرآن کریم ان ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

اس جماعت نے حضرت عثمانؓ کے حکم کی تعمیل کی اور متعدد معیاری نسخے تیار ہونے کے بعد حضرت عثمانؓ نے انہیں ممالک اسلامیہ کے ہر ایک گوشے میں ارسال کر دیا اور حکم دیا کہ اس مصحف کے سوا اور جس قدر صحیفے پہلے سے موجود ہوں ان کو جلا دیا جائے تاکہ کسی قسم کا کوئی اختلاف مسلمانوں کے درمیان باقی نہ رہے۔

عہد صدیقؓ و عثمانؓ قرآنی نسخوں کی خدمت

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمانؓ کے قرآن جمع کرنے میں یہ فرق تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کا جمع کرنا اس خوف سے تھا کہ مبادا حفاظ قرآن کی موت کے ساتھ قرآن کا بھی کوئی حصہ جاتا نہ رہے کیونکہ اس وقت تمام قرآن یکجا نہ تھا اور حضرت عثمانؓ کے قرآن کو جمع کرنے کی یہ شکل ہوئی کہ جس وقت وجوہ قراءت میں اختلاف شدت اختیار کر گیا اور لوگوں نے قرآن کو اپنی زبانوں میں پڑھنا شروع کر دیا تو اس بارے میں سخت مشکلات پیش آنے اور بات بڑھ جانے کا خوف پیدا ہو گیا اس لئے حضرت عثمانؓ نے قرآن کو ایک ہی مصحف میں سورتوں کے ساتھ جمع کر دیا اور تمام عرب کی زبانوں کو چھوڑ کر صرف

کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس محفوظ رہا۔ آپؓ کی شہادت کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق ام المومنین
حضرت حفصہؓ کے سپرد کر دیا گیا۔ پھر جب مروان بن حکم مدینہ کا حاکم بن کر آیا تو اس نے حضرت حفصہؓ سے
یہ نسخہ لینا چاہا لیکن آپ نے دینے سے انکار کر دیا کیونکہ حضرت عمرؓ کی وصیت تھی کہ اس نسخہ کو کسی کو نہ
دیں البتہ جس کو نقل کرنا یا اپنا نسخہ صحیح کرنا ہو تو وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

عہد عثمانؓ میں جمع قرآن

یہ جمع قرآن کا تیسرا اور آخری مرحلہ ہے۔ اسلام کی اشاعت عرب و ایران سے نکل کر علاقوں کو فتح کر رہی
تھیں۔ مملکت اسلامیہ کی سرحدیں دور دراز تک پھیل گئی تھیں اور قراءتوں کا اختلاف جو صحابہ کرامؓ کے مابین
تھا وہ دور دراز ممالک تک پہنچ گیا جس سے اختلاف کی بنیاد پڑی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہر علاقے کے
لوگ اپنی قراءت کو درست اور دوسری قراءت کو غلط قرار دینے لگے۔

چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے جو آرمینیا اور آذربائیجان کے محاذ پر جہاد میں مشغول تھے
وہاں کے لوگوں میں قراءتوں کا زبردست اختلاف دیکھا تو مدینہ طیبہ واپس آتے ہی امیر المومنین حضرت
عثمانؓ کے پاس پہنچے اور عرض کی کہ امیر المومنین! قبل اس کے کہ یہ امت اللہ کی کتاب کے بارے
میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کا شکار ہو، اس کا سدباب کیجئے۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا کہ کیا بات ہے
تو حضرت حذیفہؓ نے جواب میں فرمایا کہ میں آرمینیا کے محاذ پر جہاد میں شامل تھا وہاں دیکھا کہ شام کے
لوگ ابی بن کعب کی قراءت پڑھتے ہیں جو اہل عراق نے نہیں سنی اور اہل عراق عبداللہ بن مسعود کی قراءت
پڑھتے ہیں جو اہل شام نے نہیں سنی تھی اور اس کے نتیجے میں وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے
ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے جو پہلے اس خطرے کو محسوس کر چکے تھے جلیل القدر صحابہ کو جمع
کیا اور فرمایا "مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگ ایک دوسرے سے اس قسم کی باتیں کہتے ہیں کہ میری قراءت
تمہاری قراءت سے بہتر ہے اور یہ بات کفر کی حد تک پہنچ سکتی ہے لہٰذا آپ لوگوں کی اس بارے
میں کیا رائے ہے؟ صحابہ کرامؓ نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا کہ آپ نے کیا سوچا ہے؟ حضرت عثمانؓ نے

قرآن کا اصلی اعجاز بلیغانہ نظم واسلوب میں ہے

مولانا محمد زاہد صاحب

استاذ جامعہ عربیہ احسن العلوم

نزول قرآن کے وقت بعض لوگوں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ سب مخترعات ہیں۔

"ویقولون افتری علی اللہ کذبا"

جواب یہ دیا گیا "قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات"

"اچھا اگر ہدایت کی باتیں نہ سہی تو تم بھی ایسے ہی مفتریات یعنی گھڑی ہوئی باتیں اسی طرز بیان میں لے آؤ۔" کسی ایک شاعر اور مضمون کے ادا میں بھی بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک ہی خیال ہے جس کو شاعر ایک رنگ سے ادا کرتا ہے دوسرا اس میں ایسی نفاست پیدا کرتا ہے کہ پہلے شاعر کا کلام اس کے سامنے ہیچ معلوم ہونے لگتا ہے۔

ذوق "ملک الشعراء" ایک غزل میں لکھتے ہیں کہ:

آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا
کہیں یہ جائے نہ اس جنگ و جدل میں مارا

اس خیال کو دوسرا شاعر جو متقدم ہے جس کا نام بھی شاید کسی کو معلوم ہو، ایسی لطافت کیساتھ ادا کرتا ہے کہ سخن شناسوں کو ناچار اسی کے حق میں فیصلہ دینا پڑتا۔ کہتا ہے کہ:

دل کی نہیں تقصیر فقط آنکھیں ہیں ظالم
یہ جا کے نہ لڑتیں وہ گرفتار نہ ہوتا

قبیلہ قریش کی زبان کو اختیار کیا۔

بہر حال حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے اس عظیم الشان کارنامے کے بعد اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ قرآن کریم کو رسم عثمانی کے خلاف کسی اور طریقے سے لکھنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اسی طریقے کے مطابق قرآن کریم کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی گئی۔ صحابہ کرام کی حفاظت قرآن اور جمع قرآن کے سلسلے میں کی گئی یہ خدمت قیامت تک آنے والے ہر مسلمان پر ایسا احسان عظیم ہے جس کا بدل صرف اور صرف وہی ذات پاک دے سکتی ہے جو احکم الحاکمین ورب العالمین ہے۔

ماہنامہ "الاحصر" میں اشتہارات کی رعایتی قیمت سے فائدہ اٹھائیں

۱۔ سرورق اندرونی ٹائٹل	3,000/.
۲۔ بیک ٹائٹل	2500/.
۳۔ بیک اندرونی ٹائٹل	2000/.
۴۔ اندرونی مکمل صفحہ	1500/.
۵۔ اندرونی آدھا صفحہ	800/.

نوٹ: سالانہ معاہدہ کرنے والوں کے لئے خصوصی رعایت کی جائے گی۔

رابطہ: محمد ایوب مغل 03002606763

آپ سے اپنا مداوا بھی نہیں ہو سکتا
جیسے عیسیٰ ہو کہ جب دیکھو ہیں بیمار آنکھیں

"آنکھو" کے ساتھ لفظ "دیکھو" دیکھنے کے قابل ہے۔ ناسخ کہتا ہے:

شکل نظر نہیں پڑی آیا نہیں پیام بھی
عمر ہوئی کہ ایک سی حالت چشم و گوش ہے

غالب نے اس کو کس قدر چست و لطیف بنا دیا ہے۔ کہتے ہیں:

نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال
مدت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہے

ذوق نے کہا تھا:

ہزار لطف جو ہیں ہر ستم میں جان کے لئے
ستم ظریف ہوا لون آسمان کے لئے

کسی استاد نے اسی مضمون کو اس طرح لکھا ہے:

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

سخن شناس سمجھتا ہے کہ دوسرا شعر اول سے باعتبار "ی" کے الفاظ کے حسن ادا و خوبی ترکیب میں بالاتر ہے۔ اور الفاظ "معشوق" و "پردۂ زنگاری" نے اس کے لطف کو دوبالا کر دیا ہے۔

مومن خان کہتے ہیں:

خون بہا قاتل سے جرم سے مانگا کس نے
کہ فرشتے مجھے یاں داغ بدم دیتے ہیں

اس کے مقابلہ میں ذوق کا کلام ملاحظہ ہو:

ضرورت وحی وقرآن

☆ محمد عمر خان ☆
﴿ادارۃ التصنیف ماہنامہ الاحسن﴾

انسان کے سعادت وشقاوت کے اصول بتلانے کے لئے عقل انسانی کافی نہیں۔ایک تو اس وجہ سے کہ عقل کی معلومات سائنس کے اصول وعقائد واخلاق واعمال کی خصوصیات کی معرفت سے جدا ہیں جو کہ تجربات مشاہدات اور محسوسات کے دائرے سے خارج ہیں تجربہ اور مشاہدہ کے ذریعے اُن کا تحلیل وتجزیہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ اُن کے لئے کوئی لیبارٹری ہے۔دوم اس وجہ سے کہ عقل کے فیصلوں میں وہم کی مداخلت ہوتی ہے جس کی وجہ سے عقل کے فیصلوں میں سے غلطی واقع ہو جاتی ہے۔
تیسری وجہ یہ ہے کہ عقول متفاوت ہیں عقل صحیح کی صورتیں کم اور عقل فاسدہ کی صورتیں ان سے بے تحاشا زیادہ ہیں۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ فیصلے بسا اوقات جذبات کے تحت ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ان کے فیصلے اکثر غلط ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اقوام عالم کی عقلوں کے فیصلے معرفت الٰہی دریافت حقیقت نبوت اور جائزات اعمال اور امور آخرت اور صحیح اور غلط اعمال کے متعلق متضاد ہیں۔کوئی قوم شرک کو صحیح سمجھتی ہے کوئی تثلیث کو، کوئی خدا پرستی کو، کوئی مخلوق پرستی کو، کوئی گائے کا گوشت کھانے کو معصیت سمجھتی ہے کوئی اس کے خلاف، کوئی خنزیر خوری کو اچھا سمجھتا ہے کوئی اس کے خلاف، کسی کا طریقہ عبادت ورضاء الٰہی کچھ ہے کسی کا کچھ، کسی کا تصور نبوت اور ہے کسی کا اور، کوئی جزاء سزائے اعمال جنت ودوزخ کی شکل میں مانتا ہے کوئی

دوسری قوت اس کے ساتھ ان فوائد کے حصول میں مزاحمت اور مقابلہ کرے تو قوت غضبیہ کے ذریعے مدافعت کر کے اس کا مقابلہ کرے۔

انسانی فوائد کے کلیات ماکول، مشروب، ملبوس اور مسکن وغیرہ ہے یہ سب چیزیں تمام انسانوں کے مقاصد ہیں اور ہر ایک ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ان کی حصول کی راہ میں جو بھی مانع اور حائل بنے گا تو اس کے ساتھ مزاحمت و مقابلہ کریگا جس کی وجہ سے ان امور میں افراد انسانی کے درمیان جھگڑے اور منازعات اور مخاصمات قائم ہوں گے۔ اس لئے مندرجہ بالا حقوق کی حفاظت کے لئے قانون عادلانہ کی ضرورت فطرتاً ناگزیر ہے اب وہ قانون کس کا ہوگا؟ انسان کا یا خدا کا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ اس قانون عادلانہ کے بنانے والے کے لئے مندرجہ ذیل چار اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) علم محیط　(۲) رحمت کاملہ　(۳) قدرت تامہ　(۴) غیر جانبداری۔

(۱) علم محیط" اس لئے ضروری ہے کہ انسانی حقوق کے ہر پہلو کا علم رکھتا ہو اور انسانی فوائد و حقوق کے متعلق اس کو انسان کے تمام ادوار حیات پر نظر ہو یعنی دنیا، قبر، آخرت، تا کہ اس کا عادلانہ فیصلہ انسانی زندگی کے ان تمام منزلوں میں درست ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ایک دور کے لئے درست ہو اور باقی کیلئے غلط ہو اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ فیصلہ انسان کے انفرادی نتائج کے لحاظ بھی درست ہو اور اجتماعی لحاظ سے بھی درست ہو اسی طرح ظاہری نتائج کے لحاظ سے اور گہرے اور عمیق نتائج کے لحاظ سے بھی درست ہو۔

(۲) رحمت کاملہ" اس لئے ضروری ہے کہ قانون عادلانہ کی تدوین کے وقت غفلت نہ برتی جائے اور قانون میں ایسے اجزاء شامل نہ کئے جائے جو خلاف انصاف ہو۔

(۳) قدرت تامہ" اس لئے ضروری ہے کہ کسی دباؤ میں آکر راہ عدل سے انحراف نہ کیا جائے یا مجرم کو سزا دینے میں کمزوری نہ دکھائے۔

(۴) غیر جانبداریت" یعنی قانون ساز کیلئے غیر جانب دار ہونا اسلئے ضروری ہے کہ وہ ہم قوم، ہم وطن، ہم

بصورت راحت و الم روحانی دنیوی بصورت نتائج۔ یہی حال تمام امورِ روحانیہ میں ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ مذکورہ امور میں عقل کافی نہیں ہے۔ اب یہاں پر چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں جن سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان امور کی معرفت کے لئے خالق کائنات کی وحی اور کلام الٰہی یا بالفاظ دیگر قرآن کی ضرورت ہے تاکہ انسان کی سعادت و شقاوت کے اصول کا قطعی فیصلہ اس طرح طے ہو جائے کہ جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہے۔ جس کی دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) ضرورت قرآن کی دلیل بقائی

پہلی دلیل "دلیل بقائی" ہے۔ فطرتاً ہر انسان کی خواہش ہے کہ اس کو دوام بقاء و حیات حاصل ہو لیکن انسان کی کُل نعمتیں حیات سے وابستہ ہیں اگر حیات نہ ہو تو کل نعمتیں مال و جاہ، اقتدار، خوراک، پوشاک، بیوی، شوہر سب بے کار ہیں۔ اس فطری جذبے کی دلیل یہ ہے کہ ہر انسان کی بقاء حیات پر اگر کوئی دشمن حملہ کرے تو وہ حبِ ذات اور حبِ بقاء کے جذبے کے تحت مدافعت کی کوشش کرتا ہے اور حیات اور بقاء کو محفوظ رکھنے کی جدوجہد کرتا ہے۔ اسی طرح اگر اس پر کسی بیماری کا حملہ ہو جس سے حیات و بقاء کو خطرہ لاحق ہوتا ہے تو وہ علاج معالجے پر بڑی رقم خرچ کر کے بقاء حیات کے لئے سعی کرتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حبِ بقاء کا جذبہ فطری ہے جبکہ اس عالم تغیرات اور جہان فانی میں کہ انسان کو اس فطری جذبے کی تکمیل حاصل نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ابدی اور لازوال چیزیں اللہ اور اس کی صفات ہیں جن سے انسان کے ساتھ قابل اتصال چیز یہ صرف اللہ کا وصف کلام ہے یا وحی الٰہی ہے جو اپنی ابدیت کی وجہ سے انسان کے لئے دوام حیات اور بقاء مستمر کا سامان بن سکتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء علیہم السلام پر اپنا کلام نازل فرمایا تاکہ انسان کو دوام حیات جو کہ اس کا فطری مطلوب ہے حاصل ہو۔

(۲) ضرورت قرآن کی دلیل قانونی

انسان میں فطرتاً دو قوتیں (۱) شہویہ (۲) غضبیہ موجود ہیں۔ قوت شہویہ قدرت نے انسان کو اس لئے عطا کی ہے کہ اس کے ذریعے اپنے فوائد کے لئے جدوجہد کرے اور غضبیہ اس لئے کہ اپنی

مکوڑے ناک اور منہ میں گھسنا شروع کرتے ہیں۔ یہ سب چیزیں جو پہلے انسان سے مغلوب تھیں موت کے بعد کیوں غالب آ گئیں؟ یہ روح کی برتری کی واضح دلیل ہے۔ اب جب بدن کمتر اور روح برتر ہے اور کمتری غذا کیلئے قدرت نے انتظام کیا ہے تو قدرت نے ضرور انسان کے اس اعلیٰ اور برتر جز کی غذا کا بھی انتظام کیا ہوگا کیونکہ یہ ممکن نہیں اور حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے کہ کمتر جز کی غذا کا انتظام کیا جائے اور اعلیٰ جز کی غذا کو نظر انداز کیا جائے۔

اب بدن زمینی ہے اور اس کی غذا بھی زمینی ہے لیکن روح امر ربی ہونے کی وجہ سے عالم بالا سے تعلق رکھتی ہے لہٰذا اس کی غذا بھی لطیف اور عالم بالا سے ہونی چاہئے اور وہ غذا وحی ربانی اور کلام الٰہی یا قرآن ہے اب دو علامتیں غذا روحانی ہونے کی قرآن میں موجود ہیں۔

میلان بھی کہ اجنبی زبان اور ضخیم کتاب ہونے کے باوجود لوگ اس کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کو حفظ کرتے ہیں۔ اور بقاء حفظ کیلئے موت تک اس کا دور و تکرار کرتے ہیں یہ قرآنی غذائیت کی روحانی کشش کا نتیجہ ہے اس لئے قرآن غذا روحانی ہے اگر غذا جسمانی نہ ہونے کی وجہ سے موتِ جسم واقع ہو جاتی ہے تو غذا روحانی نہ ہونے سے موتِ روح جو حقیقی موت ہے واقع ہو جاتی ہے۔ اور اسی غذا قرآنی سے حیاتِ حقیقی کا پیدا ہونا اس آیت میں مذکور ہے "یٰایها الذین امنوا استجیبوا لله وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم" اور "وما یستوی الاحیاء ولا الاموات"

(۴) ضرورت قرآن کی دلیل دوائی

اس عالم تغیر میں بدن انسانی اور روح انسانی دونوں کو تغیرات پیش آتے رہتے ہیں جن کے اسباب بدن کے لئے یا مخالف آب و ہوا یا فاسد غذا یا کسی غیر موزوں فعل و حرکت کا ارتکاب یا کوئی اور حادثہ ہوتا ہے۔ اسی طرح روح کیلئے گندہ، فاسقانہ ملحدانہ، مشرکانہ ماحول، بُری تعلیم، بُری طبیعت، بُرا قانون اور بُرے افعال روحانی امراض کے اسباب ہیں بدن اور اس کی دوا چونکہ دونوں مادی چیزیں ہیں اس لئے انسان اپنے تجربہ و تحقیق و تجزیہ کے ذریعہ ان کی خصوصیات کو دریافت کر کے بدنی امراض کے ازالہ کیلئے ان

رنگ اور ہم زبان لوگوں کی طرف داری نہ کرے اور قانون سازی میں ان کی رعایت کرکے اوروں کا نقصان نہ پہنچائے۔

یہ چاروں صفات جو قانون ساز کی تشکیل کیلئے ضروری ہیں وہ صرف ذات خداوندی میں موجود ہیں۔ نہ اس کے برابر کسی کا علم ہے نہ اس جیسی کسی کی رحمت۔

"اللہ ارحم بعبادہ من الام بولدھا" خدا کی رحمت اس سے زیادہ ہے جو ماں کو اولاد پر ہے۔ نہ اس کے برابر کسی کی قدرت ہے اور صرف خدا کی ذات ہے جو بے نیاز ہے نہ وہ کسی کے ساتھ قومیت یا وطن میں شریک ہے کہ ہم قوم اور ہم وطن لوگوں کی رعایت کرے نہ وہ کسی کا ہم رنگ اور ہم زبان ہے بلکہ وہ ایسی ذات ہے جو "لم یلد ولم یولد" اور "لیس کمثلہ شئ" اس لئے قانون سازی جو انسان کا فطری حق ہے وہ صرف اسی ذات سے مختص ہے "ان الحکم الا للہ" یعنی قانون سازی صرف خالق کائنات کا حق ہے۔ اور اس قانون خداوندی کو وحی الٰہی، الہام ربانی اور قرآن کہا جاتا ہے لہذا قرآن کی ضرورت نوع انسانی کیلئے ثابت ہوئی بہرحال انسانی حقوق کے متعلق قانون خداوندی کے مقابلہ میں انسانی قانون کی حکمرانی جاہلیت کی حکمرانی ہے

"افحکم الجاھلیۃ یبغون ومن احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون"

(۳) ضرورت قرآن کی دلیل غزالیؒ"

انسان جسم اور روح سے مرکب ہے جس میں روح جسم کی نسبت اعلیٰ اور اشرف ہے اور بدن اس کی نسبت ادنیٰ اور خسیس ہے یہی وجہ ہے کہ موت کے ذریعے بدن سے روح نکل جاتی ہے تو بدن بے کار ہو جاتا ہے اور روح کی یہ برتری اس قدر واضح اور بدیہی ہے کہ حیوانات اور جمادات تک اس سے باخبر ہیں مثلاً اگر روح بدن میں موجود ہے اور وہ کسی دن کسی جگہ پڑا ہوا ہو تو کوئی چیز اس پر حملہ آور نہیں ہوتی لیکن اسی انسان کے بدن سے جب جان اور روح نکل جاتی ہے تو جمادات اور حیوانات اس پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ زمین اس کے جسم کو کھاتی ہے اور اس میں بدبو اور تعفن شروع کر دیتی ہے اور کیڑے

کائنات کا معطی ہے وہی ہر قدرت و قوت و حسن کا اصلی مرکز ہے اس کی قدرت کے برابر کسی عالم اور انسانی
بادشاہ کی قدرت نہیں نہ اس کے برابر کوئی احسان کرسکتا ہے اور نہ اس سے زیادہ کوئی محسن ہے
انسانوں میں یہ تینوں اسباب ضعیف ہیں اور خدا میں قوی تر ہے تو پھر قطعاً اس کی اطاعت لازمی اور ضروری نہ
ہوگی تا یقیناً ہوگی ۔ لہذا خدا کی ذات حقیقی واجب الاطاعت ٹھہری اور اطاعت نام ہے حکم ماننے کا لہذا اس
فطری اتباع اور اطاعت کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس خدا کے احکام بالمجموعہ بالکل تمام اور وحی
انسانوں کو پہنچے تاکہ اتباع اور اطاعت کے اس فطری جذبے کی تکمیل کا سامان ہو اور وہ وحی کلام قرآن ہے
جو ابد تک محفوظ ہے لہذا قرآن کی نوع انسانی کیلئے ضرورت ثابت ہوئی۔

(۴) ضرورت قرآن کی دلیل تخلیقی

عالم یہ دنیا اور پورا جہان چونکہ تخلیق الٰہی اور فعل خداوندی ہے لہذا ضروری ہے کہ اس کی تخلیق
میں کوئی حکمت ہوگی جبکہ انسان کوئی حقیر سے حقیر فعل بھی بلا منفعت و حکمت نہیں کرتا تو خالق حکیم کیونکر بے
فائدہ اور بے مصلحت کام کریگا مشہور ہے "فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃ" خادم انسان کی حکمت
بالکل ظاہر ہے کہ عرش سے لیکر فرش تک کل کائنات خادم انسان ہے جن سے انسان کی پرورش ہوتی ہے خواہ
وہ اس کو جانے یا نہ جانے از زمین تا معدنیات نباتات حیوانات آگ ہوا سمندر سب سے انسان کی
منفعت وابستہ ہے قرآن کا ارشاد ہے

"وسخر لکم مافی السمٰوٰت ومافی الارض جمیعا منہ" جاثیہ

لہذا سوائے انسان جو مخلوقات ہیں ان کی حکمت تخلیق واضح ہے کہ انسان کی خدمت گزاری
اور اس کی تربیت ہے اس کی تو وجہ ہے کہ انسان سب سے اشرف ہے لہذا اس کا مقصد بھی اشرف ہوگا اب
معلوم ہوا کہ یہ جہان انسان کیلئے ہے اور انسان خالق کائنات یعنی خدا کیلئے ہے کہ وہ نائب اور خلیفہ
خداوندی کی حیثیت سے وہ کام کرے جو اس کے آقا کا منشاء ہے اسی منشاء الٰہی پر خود عامل
ہو اور دوسروں کو عامل بنائے اسی کو عبدیت اور بندگی کہتے ہیں "وما خلقت الجن والانس

کو استعمال کر سکتا ہے۔ لیکن روح انسانی اور اس کی صفات اور امراض تجربہ انسان کے دائرہ سے خارج ہے اس لئے اس کے متعلق نہ انسان کوئی تجربہ کر سکتا ہے اور نہ اس کے امراض کی تشخیص کر سکتا ہے اور نہ مؤثر دوا تجویز کر سکتا ہے۔

روح خود امر ربی اور عالم بالا سے متعلق حقیقت ہے لہٰذا اس کی دوا بھی عالم بالا سے ہی کوئی نازل دوا اس پر اثر انداز ہو سکتی ہے کیونکہ خود روح زمینی نہیں ہے چنانچہ روحانی امراض کا علاج بدنی امراض کے علاج سے زیادہ اہم ہے یہی وجہ ہے کہ بدن کا معالج خالق کائنات نے خود انسانی تجربہ کے سپرد کر دیا ہے لیکن روحانی علاج کیلئے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ انتظام فرمایا ہے وہی انتظام وحی الٰہی اور کلام ربانی ہے۔

"وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين"

(۵) ضرورت قرآن کی مکمل اتباع

دنیا میں اتباع اور تابعداری موجود ہے۔ اولاد والدین کی اطاعت کرتی ہے تلامذہ اور شاگرد اپنے اساتذہ کی اطاعت کرتے ہیں رعیت حکومت کی اطاعت کرتی ہے ماتحت لوگ اپنے افسران کا تابع فرمان ہے اور احسان مند اپنے محسن کے وفادار ہیں اگر اولاد اپنے والدین کی اطاعت نہ کرے تو خاندانی زندگی تباہ ہو جائے گی شاگرد اساتذہ کی بات نہ مانے تو انتظام تعلیم درہم برہم ہو جائے گا رعیت میں حکومت کیلئے اطاعت نہ ہو تو نظام مملکت ختم ہو جائے گا اسی طرح جس پر احسان کیا جائے اگر وہ محسن کا تابع نہ ہو تو پھر احسان کا جذبہ ختم ہو جائے گا۔

ان مذکورہ اطاعتوں کیلئے علت اور سبب اتباع کا ہونا ضروری ہے اور وہ سبب اطاعت صرف تین سمجھے گئے ہیں۔

(۱) قدرت (۲) احسان (۳) حُسن"

یعنی ان تین اسباب میں جہاں کہیں ایک سبب بھی موجود ہو تو فطری تقاضا ہے کہ وہاں اطاعت کی جائے گی اب ظاہر ہے کہ انسان میں جو قدرت ہے یا احسان یا حسن وہ سب فانی

اور برے بھلے اعمال کی اطلاع انسانوں کو قدرت نے جو ان کی تجاویز ذریعوں اور مضرت رسانیوں سے بے خبر ہیں اور ان کے پاس معرفت معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہدایت نامہ موجود ہو جس میں نجات دہندہ اور مہلک عقائد و اعمال کی تشریح کی گئی ہو اور درست اعمال کی افادیت اور برے اعمال کی مضرت بیان کی گئی ہو۔ یہی ہدایت نامہ کلام الٰہی یا قرآن ہے جس کی انسان کو ضرورت ہے۔

(۸) ضرورت قرآن کی دلیل ہشتم

انسان بدن اور روح کا مجموعہ ہے وہ بدن اور جسم کے لحاظ سے جسمانی محبوبات مثلاً کھانے پینے، پوشاک، مکان اور جو ان محبوبات کی تحصیل کا ذریعہ ہو مثلاً مال کا خواہاں ہے یعنی ان سے فطرتاً محبت کرتا ہے۔ اسی طرح اپنی روحانی خواہش کے فطری تقاضا کے تحت وہ فطرتاً خالق کائنات اور خدا سے بھی محبت کرتا ہے، جو اس کا فطری تقاضا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان اپنی پوری تاریخ میں اس حب الٰہی کے تقاضا سے خالی نہیں رہا خواہ اس نے فطری تقاضا کا صحیح اظہار کیا ہے جیسے موحدین و مومنین، یا غلط اظہار کیا ہے جیسے مشرکین اور بت پرستوں نے کہ انہوں نے غیر اللہ کو اللہ کا مظہر سمجھ کر اس کی عبادت کی لیکن ان دونوں صحیح اور غلط طریقوں کی پرستش کا اصل محرک یہی حب الٰہی کا فطری جذبہ رہا یہاں تک کہ روس اور چین کے منکرین خدا بھی اس جذبہ کی وجہ سے مجبور ہوئے کیونکہ اس فطری جذبہ حب الٰہی کو مٹایا نہیں جا سکتا اس لئے انہوں نے اس فطری جذبہ کی تسکین کیلئے تصویریں اور مجسمے قدم قدم پر نصب کر دیئے جن کی پرستش و تعظیم انہوں نے جاری کی ہے۔

بہرحال اس سے ثابت ہوا کہ محبت الٰہی فطری جذبہ ہے اور یہ جذبہ کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں اس لئے حب الٰہی کے لئے مظہر ہونا ضروری ہے اور وہ مظہر خدا کی پسند اور ناپسند کی پیروی کرنا ہے کیونکہ ہر محبوب کی محبت کا تقاضا ہے کہ جو امور اس کو پسند ہوں محب ان کو بجا لائے اور جو ناپسند ہوں ان سے اجتناب کرے تاکہ جذبہ محبت کی تکمیل ہو لیکن ان امور کا فیصلہ کہ خدا کی پسند اور ناپسند چیز کیا ہے کوئی نہیں جانتا کہ

"الا لیعبدون" اس بندگی اور منشاء الٰہی کی تکمیل میں خدا کا کوئی نفع نہیں بلکہ خود انسان کا فائدہ ہے کہ اس طرح وہ اپنے مقصد تخلیق کی تکمیل کر کے حیات ابدی کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو جائے گا۔ اب مقصد تخلیق منشاء الٰہی معلوم کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ خدا اپنے منشاء کی وضاحت کرے اور وہ صفات اللہ کے کلام اور وحی الٰہی کے بغیر ناممکن ہے لہٰذا کلام الٰہی کی ضرورت ثابت ہوئی جو قرآن حکیم ہے۔

(۷) ضرورت قرآن کی دلیل رحمتی

رحمت حقیقت صفات کمال اور جمال میں ہے اور رحمت ذات وہ صفت ہے جس سے اللہ کی ذات پاک ہے اس لئے قرآن میں جا بجا رحمت الٰہی کا تذکرہ موجود ہے اور دیگر کتب سماویہ میں بھی اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ خالق کائنات میں رحمت کا ہونا ضروری ہے۔

رحمت بمعنی وہ تمام مخلوقات علوی و سفلی کا نام ہے جو خدا کی طرف سے انسان کیلئے نعمت ہے اور اس کے لئے سامان رحمت ہے "وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا" جب اللہ کی رحمت کا یہ حال ہے تو اب قیاس کرو کہ انسانی اعمال میں نہ سب مفید ہیں نہ سب مضر، بلکہ کچھ مفید اور نفع مند ہیں اور کچھ مضر اور تباہ کن ہیں اس پر اقوام عالم کا اتفاق ہے مثلاً عدل اچھا ہے ظلم برا۔ لیکن اعمال کی معنویت لطیف اشیاء ہیں جن کی مضرات اور منفعت کسی لیبارٹری میں تحلیل و تجزیہ کے ذریعہ معلوم نہیں کی جا سکتی لہٰذا ان امور سے متعلق جب تک انسانی فطرت و عقل کی رسائی ناممکن ہے اگر خداوند تعالیٰ کی طرف سے بھی ہدایت کا سامان موجود نہ ہو اور انسان تباہ کن اور زہر آلود عقائد و اعمال میں مبتلا ہو جائے تو خالق کائنات صرف تماشائی بن کر رہے تو یہ اس کی شان رحمت کے خلاف ہے۔ اگر ایک انسان کو یہ معلوم ہو کہ اس کے گلاس میں زہر ملا دیا گیا اور دوسرا بے خبر انسان اس کو پی رہا ہو اور یہ باخبر انسان خاموش رہے تو یہ خاموشی اس انسان کی بے دردی کی دلیل ہوگی۔

جب ایک باخبر انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ اس سے بے خبر انسان کو ضرر و نقصان دہ امر کی خبر کی اطلاع دے تو احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین کے لئے کب یہ شایان شان ہے کہ وہ مضر اعمال و عقائد

قرآن کریم کے فضائل

افضل محمد صدیقی

دار التصنیف جامعہ عربیہ احسن العلوم

قرآن مجید سب سے مقدس، سب سے عظیم اعلیٰ و ارفع کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کا روان انسانیت کے سب سے آخری اور سب سے عظیم راہنما رسول کریم ﷺ پر نازل ہوئی جو ظلمت و جہل کی تاریکیوں میں مینارۂ نور اور پوری انسانیت کے لئے خدا کی طرف سے اترا ہوا سب سے آخری اور سب سے جامع قانون ہے۔ قرآن مجید کی عظمت و بزرگی اور اس کی فضیلت و رفعت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ خداوند کریم مالک ارض و سما اور خالق لوح و قلم کا کلام ہے اور وہ تمام نقائص سے بری اور پاک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "ذالک الکتاب لا ریب فیہ" دنیا میں انسانوں کی ہدایت کے لئے جتنی آسمانی کتابیں یا صحیفے نازل ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری اہل کتاب پر ڈالی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شہداء"

اس واسطے کہ نگہبان ٹھہرائے گئے اللہ تعالیٰ کی کتاب پر اور وہ اس کے خبردار تھے۔

مگر اہل کتاب نے تحریف اور ردو بدل سے کام لے کر یہ بات ظاہر کر دی کہ انسان آسمانی کتابوں کی حفاظت سے عاجز ہے مگر چونکہ قرآن کریم خاتم المصاحف اور اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور رہتی دنیا تک کے لئے عالم انسانیت کی ہدایت کا کامل دستور اور مکمل لائحہ عمل ہے اس لئے خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لے کر اعلان فرمایا "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" خالق ارض و سماوات کے اس اعلان کے بعد کس کی مجال ہے کہ قرآن مجید کے اندر ایک حرف یا ایک نقطہ کا بھی ردو بدل کر سکے۔

اس کی مرضیات اور نامرضیات کا پتہ لگ سکے یہ اس وقت ممکن ہے کہ خدا خود اپنے کلام کے ذریعہ اپنی پسند اور ناپسند امور کی تعیین کردے۔ تو خدا بہت بلند ہے اپنے جیسے انسانوں کی مرضی اور نامرضی اور پسند اور ناپسند کا پتہ ہمیں نہیں لگ سکتا تا وقتیکہ وہ اپنے جہری یا سری کلام کے ذریعہ سے اس کی وضاحت نہ کردے۔ یہاں تک کہ میزبان کے پاس اگر مہمان آجائے تو اس سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ تم کس قسم کا کھانا پسند اور کونسا ناپسند کرتے ہو تاکہ اس کے مطابق انتظام کیا جائے۔ جب مہمان قول وکلام کے ذریعہ بتلا دے تب اس کی پسندیدہ کھانے کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ خدا کی محبت کی تکمیل کے لئے وہ ہمیں بتلادے کہ فلاں عقائد واخلاق واعمال واقوال اس کو پسند ہیں اور فلاں ناپسند تب جا کر اس کی رضامندی کی راہ کھل سکتی ہے اور محبت کا تقاضا پورا ہو سکتا ہے اور یہ بتلانا بغیر کلام الٰہی کے ناممکن ہے اس لئے وحی اور کلام الٰہی کی ضرورت ہے تاکہ اس کی مرضیات اور نامرضیات کا علم حاصل کیا جا سکے اور وہ کلام قرآن ہے جس سے ضرورت قرآن ثابت ہوئی۔

(ماخوذ: علوم القرآن۔ مولانا شمس الحق افغانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)۔

قرآنی علوم اور قرآن کے بارے میں بہت سے آثار آئے ہیں بعض کا تعلق قرآن کریم کی تعلیم وتعلم کی فضیلت اور بعض قرآن کریم کی تلاوت اور اس کی ترتیل کے فضائل سے متعلق ہیں اور بعض کا تعلق قرآن کریم کے حفظ اور اس کے دور سے ہے۔ جیسا کہ خود قرآن کریم میں اسکی بہت سی آیات آتی ہیں جو مسلمانوں کو قرآن میں غور وفکر کرنے اور اس کی تلاوت کے وقت غور سے سننے اور ادب کے ساتھ توجہ کرتے ہوئے چپ رہنے کی دعوت دیتی ہے قرآن پاک کے فضائل کے متعلق چند آیات اور احادیث نوٹ کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون (اعراف) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں" افلا يتدبرون القرآن ام على قلوب اقفالها (محمد) کیا دھیان نہیں کرتے قرآن میں یا دلوں میں لگ رہے ہیں ان کے قفل

کلام پاک چونکہ اصل دین ہے اس کی بقاء واشاعت پر ہی دین کا مدار ہے اس لئے اس کے سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت آنحضرت ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے " خيركم من تعلم القرآن وعلمه "اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے سب سے بہتر اس شخص کو قرار دیا جو کلام اللہ سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ کیونکہ جس طرح قرآن اور اس کے علوم دنیا کی تمام کتابوں اور علوم سے افضل اور اعلیٰ وارفع ہیں اسی طرح قرآنی علوم کو جاننے والا بھی دنیا کے افراد میں سب سے ممتاز اور کسی علم کے جاننے والے سے اعلیٰ وارفع ہے۔ قرآنی علوم کے پڑھانے والے کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت تدبر، تعلیم وغیرہ کے آداب کا لحاظ رکھے اور قرآنی اخلاق کو اپنائے اور اس قرآنی علم سے اس کی غرض صرف اللہ کی رضا ہو۔

ماہر قرآن کی فضیلت۔

ماہر قرآن وہ شخص ہے جسکو قرآن خوب یاد ہو اور پوری روانی سے پڑھتا ہو تو آنحضرت

الحمد للہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود قرآن مجید کا ایک ایک حرف اور ایک ایک نقطہ یہاں تک کہ اس کا رسم الخط بھی بعینہ موجود ہے یہ قرآن مجید کی بڑی فضیلت ہے۔

قرآن مجید کی فضیلت کا آپ اس بات سے بھی بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قرآن کریم اگر ایک طرف علوم و فنون، معارف و حکم، مواعظ و عبر کا ایک بحر بیکراں ہے اور قیامت تک پوری انسانیت کے لئے رشد و ہدایت کا چشمہ فیاض ہے۔ تو دوسری طرف فصاحت و بلاغت، کلام و بیان اور ادب و لغت کا وہ شاہکار ہے کہ جس کے سامنے ادباء ماہرین فن گھٹنے ٹیک کر اپنی بے بضاعتی اور بے مائیگی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔

انسانی زندگی کا وہ کونسا شعبہ ہے جس میں قرآن کریم نے ایک عظیم انقلاب برپا نہ کیا ہو۔ خواہ وہ تمدنی ہو یا سیاسی، سماجی ہو یا معاشرتی، اقتصادی ہو یا معاشی، اخلاقی ہو یا روحانی، دینی ہو یا دنیاوی، ہر شعبہ حیات میں ایک انقلاب پیدا کیا ہے یا یوں کہیے کہ انسانی زندگی کے تمام حساس شعبے مفلوج اور بیکار ہی نہیں بلکہ جہالت اور ضلالت کی تاریکیوں میں ڈوب کر بے روح اور بے جان ہو گئے تھے قرآن کریم ایک روشنی لے کر آیا جس نے ہر طرح کی تاریکیوں اور ظلمات کو دور کیا خواہ یہ تاریکیاں تمدنی ہوں یا سیاسی، روحانی ہوں یا اخلاقی پھر ان میں ایک روح پھونکی جس سے تمام حساس شعبے دوبارہ فعال اور لوگ صحیح اور سیدھے راستے پر گامزن ہو گئے قرآن کریم نے ان کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین ○ یہدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجہم من الظلمات الی النور باذنہ ویہدیہم الی صراط مستقیم

(پارہ ۶ ایت ۱۵، ۱۶)

بے شک تمہارے پاس آئی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنے والی جس سے اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے اور اس کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا سلامتی کی راہیں اور ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا ہے سیدھی راہ پر

اعجاز القرآن

فضل سبحان

فاضل: جامعہ عربیہ احسن العلوم

یہی کتاب ہدایت اور نور مبین ہمارے دین کی اساس اور بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی اور اپنے احکام سے اسی کے ذریعے باخبر کیا ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ میں ہمارے لئے زندگی کا دستور العمل اور نامۂ ہدایت ہے۔ اس کتاب میں تہذیب اخلاق، تمدن، معاشرت، حکومت و سیاست، معرفت و روحانیت، تزکیۂ نفس، تنویر قلب، غرض وصول الی اللہ اور تعظیم و رفاہیت خلائق کے وہ تمام قوانین موجود ہیں جن سے آفرینش عالم کی غرض پوری ہوتی ہے۔ اور جن کی ترکیب و تدوین کی ایک امّی قوم کے امّی فرد سے کبھی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ کہ جس کا خارج میں کوئی معلم اور استاد ہی نہ تھا۔

لیکن اس کے علوم و معارف، احکام و قوانین اور معجزانہ فصاحت و بلاغت، شوکت و جزالت، عذوبت اسلوب، سلاست اور اس کی لذت و حلاوت اور شہنشاہانہ شان و شکوہ اور جامع و موثر اور دلربا طرز بیان پر نظر کرنے سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ قرآن وہ کتاب نہیں جو خداوند قدوس کے سوا کوئی دوسرا شخص بنا کر پیش کر سکے۔ مخلوق خواہ وہ جن ہوں یا انس جس طرح خدا کی زمین جیسی زمین، خدا کے سورج جیسا سورج اور خدا کے آسمان جیسا آسمان پیدا کرنے سے عاجز ہے۔ اسی طرح خدا کے قرآن جیسا قرآن بنانے سے بھی دنیا عاجز ہے۔

علیہ وسلم نے اس کی فضیلت کو یوں بیان فرمایا ہے کہ الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة اور وہ شخص جو قرآن روانی کے ساتھ نہ پڑھ سکتا ہو اٹک اٹک کر پڑھتا ہو تو اسے دوہرا ثواب کی بشارت دی۔ " الذي يقرءه القرآن ويتتعتع فيه وهو عليه شاق له اجران " ایک تو پڑھنے کا اور دوسرا ثواب اس مشقت کا جو اسے پڑھنے میں ہوتی ہے اس طرح گویا قرآن پڑھنے کی ترغیب دلائی گئی۔

اس قرآن کریم کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا وقد تركت فيكم ما لن تضلوا بعده ان اعتصمتم به كتاب الله " میں تم میں ایک چیز چھوڑ رہا ہوں اگر تم اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔

یہی وہ مقدس کتاب ہے کہ جس کے بارے میں نبی کریم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا " ان الله يرفع بهذا الكتاب اقواما ويضع به آخرين "

بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ بعض قوموں کو رفعت و عروج دیتا ہے اور بعض کو پست کر دیتا ہے۔

آج بھی اگر ہم دنیا کی عزتوں اور آسمانی بادشاہت کا مالک بننا چاہیں تو اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم قرآن مجید کو اپنا سب سے محبوب مشغلہ بنالیں اور دنیا کے تمام علوم و فنون سے زیادہ اس کتاب مقدس کے سیکھنے اور سمجھانے اور اس کی تعلیمات سے واقف ہونے کی صحیح تبلیغ کریں اس کے اوامر امتثال اور اس کے نواہی سے اجتناب کریں ہمارے اسلاف و اکابر نے اسی کتاب مبارک کو اپنا کر غیر معمولی عروج حاصل کیا تھا۔ انہوں نے اس کی قیادت میں جب بھی کسی جانب رخ کیا تو دشمنوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور کفر و شرک کے مضبوط و مستحکم قلعے مفتوح ہو گئے اسی طرح آج ہم بھی ان حقائق کو پیش نظر رکھ کر کامیابی اور سربلندی حاصل کر سکتے ہیں۔

کتب سماویہ کی مصدق اور مہیمن ہے۔

سرچشمۂ ہدایت

یہی وہ کتاب ہے جو آج تک اسی طرح سرچشمۂ ہدایت ہے جس طرح آج سے چودہ سو برس پہلے تھی۔ جس طرح پہلی صدی ہجری کا ایک سادہ مزاج مخلص مسلمان سادگی لیتا تھا اپنے سوالات کے جوابات اس کتاب ہدیٰ میں تلاش کر لیتا تھا، اسی طرح آج چودھویں صدی کا ترقی یافتہ انسان بھی اپنے مسائل اور اپنی مشکلات کا حل اسی کتاب مقدس میں پا رہا ہے۔

یہی وہ کتاب ہے جس کی تاثیر سے گھبرا کر کفار نے کہا تھا۔

"لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون"

"اس قرآن کو سنو ہی مت اور اس کے درمیان میں غل مچاؤ تا کہ شاید تم غالب آجاؤ"

یہی وہ کتاب ہے جس کی سماعت کیلئے جنات رک گئے اور بے ساختہ پکار اٹھے:

"انا سمعنا قرآنا عجبا يهدي الى الرشد فآمنا به ولن نشرك بربنا احدا"

"ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے، جو راہ راست بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار کا شریک کسی کو نہ بنائیں گے"۔

یہی وہ کتاب ہے جو صحیح راستہ بتانے والی ہے اور ظنون و اوہام کے مقابلے میں سچے حقائق پیش کرنے والی، جہالت کی تاریکی کو روشن کرنے والی، گمراہی کو دور کرنے والی، حق کو بلند کرنے والی اور باطل کو مٹانے والی ہے۔ قرآن مجید کی صداقت پر کسی دلیل اور ثبوت کی ضرورت نہیں کہ وہ صدیوں سے خود بالفعل قائم ہے۔ اور چونکہ وہ وحدہٗ لاشریک کا کلام ہے اس کا مقابلہ اور معارضہ کرنے سے مخلوق عاجز اور قاصر ہے۔

قرآن پاک کی معجزانہ حفاظت

چودہ سو سال بیت گئے جب سے قرآن ہمارا پاسبان اور ہم اس کے پاسبان ہوئے ہیں۔ چودہ صدیاں قرآن پاک کی عمر ہے۔ اس طویل عرصہ میں انسانی ذہن و فکر نے زمین و آسمان بدل گئے نظریات

بے مثال کتاب

پورا قرآن مجید تو بجائے خود رہا اس کی مثال لانے سے بھی تمام جن وانس عاجز ہیں۔ اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کی وساطت سے سارے جہاں کو اور ساری مخلوق کو مقابلہ کا چیلنج دیا ہے۔ فاتوا بسورۃ من مثلہ (پارہ ۱۵)۔

تمام جہاں کے فصیح و بلیغ پڑھے لکھے ہو کر قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورت کی مانند پیش کریں تو سمجھ لیا جائے گا کہ قرآن بھی کسی بشر کا کلام ہے جس کا مثل دوسرے لوگ لا سکتے ہیں مگر محال ہے کہ ابد الآباد تک مخلوق خواہ وہ جن ہوں یا انس ایسا حوصلہ کر سکے۔ اور مخالفین اسلام کا یہ خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔ ایک دوسرے مقام پہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لایاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا"

تو قرآن مجید کا مقابلہ قیامت تک مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے کیونکہ یہی خدا کی وہ آخری کتاب ہے جو ہر قسم کی تغیر و تبدل، ترمیم و تنسیخ سے بالکل محفوظ ہے اور قیامت تک اس شان کیساتھ رہے گی اور کیوں نہ ہو جب کہ خود خالق کائنات نے حفاظت وصیانت کا ذمہ ان الفاظ میں لیا ہے۔

"انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (الایۃ)

"بے شک ہم نے یہاں ہم ہی نے نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ صرف یہ کتاب اللہ ہی ہے جس میں شک وشبہ اور باطل کہیں سے راہ نہیں پاتی"۔

"لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید (پارہ ۲۵)۔

"اس میں باطل نہ آگے سے آ سکتا ہے اور نہ پیچھے سے، یہ کلام نازل ہوا ہے خدائے باحکمت و حمد کی طرف سے"۔

یہی وہ کتاب ہے جو کسی کی تصدیق کی محتاج نہیں بلکہ وہ "مصدقا لما معکم" خود ہی

ہوتے ہیں برخلاف اس کے قرآن کریم پر نظر ڈالئے تو دیکھو اس کا ایک ایک لفظ فصاحت و بلاغت اور دین و دنیا کے خیر و برکت و نفع سے پر ہے۔

پھر کلام الٰہی کی ترتیب و تہذیب الفاظ کی بندش، عبارت کی روانی، معانی کی نورانیت، مضمون کی پاکیزگی سونے پر سہاگہ ہے۔ اس کی خبروں کی حلاوت و صداقت، اس کے بیان کردہ واقعات، قصص کی حلاوت، مردہ قلوب کی زندگی، اس کا اختصار، اعلیٰ کمال کا نمونہ، اس کی تفصیل معجزے کی جان، اس کی آیتوں کا تکرار و تذکرہ کا مزہ دیتا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ سچے موتیوں کی بارش ہو رہی ہے، بار بار پڑھنے سے دل بھرتا نہیں، مزہ لیتے جاؤ، ہر وقت نیا مزہ، مضامین کھتے جاؤ کبھی ختم نہ ہو۔ اس کا ڈرانا، ترہیب و وعید یہ انسان کے دل کا کیا حال، پہاڑوں کو ہلا دے۔ رحمتوں، نوازش و مہربانی، لطف و کرم کو دیکھو تو دلوں کی پژمردہ کلی کو کھلا دے۔

ان سب کے علاوہ قرآن کریم آپ کا علمی معجزہ ہے۔ اگلے تمام رسولوں اور نبیوں کے معجزے تو ان کی ذات کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ وہ انبیاء علیہم السلام دنیا میں نہیں رہے، ان کے ساتھ ان کا معجزہ بھی ختم ہو گیا۔ آج اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مل جائے تو وہ اژدہا نہیں بن سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کا جو معجزہ عطا فرمایا ہے یہ آپ کا زبردست معجزہ ہے اور یہ قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ ہے۔

قرآن کریم کا چیلنج آج بھی باقی ہے

چودہ سو سال ہو گئے قرآن کریم کے اس چیلنج کو آج تک کسی نے نہ قبول کیا، نہ قیامت تک کوئی قبول کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ یہ ہمارا ایمان ہے تو قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عظیم الشان معجزہ ہے کہ آج بھی ہمارے ہاتھوں میں ہے اور قیامت تک رہے گا اور اس کی اعجازی شان آج بھی اسی طرح باقی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ یہ قرآن کریم کی حقانیت و صداقت اور منزل من اللہ ہونے کی بین دلیل ہے۔

اعجاز القرآن کی ایک اور جھلک! صوری اور ظاہری نورانیت

وخیالات میں کیسے کیسے انقلاب آئے؟ معاشرت میں کتنی تبدیلیاں رونما ہوئیں؟ کبھی یونانی علوم کا سیلاب
آیا، کبھی ہندی فلسفہ کا سامنا ہوا، کبھی ایرانی تہذیب نے اپنے جوہر دکھائے مگر یہ زندہ کتاب آج تک اپنی
اصلی اور حقیقی شان کیساتھ ان ہی الفاظ میں اور اسی زبان میں محفوظ ہے، جس حالت میں ہمارے آقا
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔

یہ کتاب ہمیشہ ہر قسم کے ہاتھ اور ہر تبدیلی سے مبرا ہے، ابتدائی نزول سے اب تک نہ اس میں
کوئی ترمیم و تنسیخ ہوئی اور نہ آئندہ کبھی ہو سکتی ہے، ایک حرف اور ایک لفظ بھی اس کا کسی عہد اور کسی دور میں
نکالا یا بڑھایا نہیں گیا۔ جس طرح سید الانبیاء سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات پر نازل ہوا تھا ایک نقطے
کی کمی بیشی کے بغیر آج تک ہمارے ہاتھوں میں ہے اور یقیناً ہمیشہ اسی طرح رہے گا۔

قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی ودائمی معجزہ ہے

چنانچہ علماء کرام نے لکھا ہے قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی ودائمی معجزہ ہے اور قرآن کریم
نے چودہ سو سال ہوئے ببانگ دہل یہ چیلنج دیا تھا کہ قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورۃ سورۃ کوثر جیسی سورۃ
بنا لاؤ جو فصاحت و بلاغت میں، مضامین کی ندرت، واقعات ماضیہ و آئندہ کی صداقت میں، امثال و مواعظ
کی اثر انگیزی میں، براہین و دلائل کی جامعیت میں، معقولیت و نصیحت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ قرآن
کریم کی ہم شکل و ہم پلہ ہو، جو صرف فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ ترکیب و الفاظ کے اعتبار
سے بلکہ فن ادب کے ہر لحاظ سے معجزہ ہو۔ قرآن کریم سارا کا سارا حق و صداقت سے عدالت و ہدایت سے پُر
ہے، نہ اس میں واہی تباہی باتیں، نہ اس میں ہنسی مذاق اور کذب و افترا، جو شاعروں کے کلام میں عموماً ہوتا
ہے بلکہ شعراء میں مشہور ہے "احسنہ اکذبہ" جتنا زیادہ جھوٹا اتنا ہی زیادہ مزے دار کا مصداق ہے
۔ لمبے لمبے پر زور قصائد، مبالغہ و کذب آمیز کلام، عورتوں کی تعریف، ان کے عشق یا گھوڑوں یا شراب کی مدح
یا محض شاعروں کی خیالی چراغوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا ہے۔ رائی کو پہاڑ اور تنکے کو ہاتھی کہا جاتا ہے جن
سے نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا فائدہ نہ اخلاق و کردار پر کوئی اچھا اثر ہوتا ہے بلکہ محض وقت کا ضیاع ہے۔ وہ محض شعراء کے

''دیکھو جسم و روح میں کمال قرب ہے مگر باوجود اس کے کہ روح کو دیکھنا خلاف عادت ہے سو قریب (یا موجود) ہونے سے ادراک ہو جانا ضروری نہیں جب تک قوت مدرکہ میں اس کے ادراک کی قابلیت نہ ہو۔''

بلاشبہ تمام قرآن کریم ہی منبع علم، چشمۂ ہدایت، آفتاب علم و حکمت ہے۔ اس کا ہر حصہ اور ہر پہلو ایک ایسی دلیل ہے جس کا جواب نہیں ہو سکتا۔ مگر خاص طور پر اس آفتاب کی وہ شعاعیں جو ہر دل میں ایمان اور ایمان کا نور بکھیرتی ہیں وہ قرآن کریم کی مستقبل سے متعلق وہ پیشین گوئیاں ہیں جو حرف بحرف پوری ہوتی ہیں، جیسے کہا گیا ویسے ہی ہوا۔ جب کہ یہ دعوی نامساعد حالات میں کیا گیا، زمانہ بھی کروٹ اسی طرح بدلنے پر مجبور ہو گیا، حالانکہ بظاہر یہ باتیں جس شخص کے منہ سے نکل رہی تھیں وہ عرب کا ایک امی تھا اور سب کو معلوم تھا مگر اس کے باوجود جو بھی اس کی زبان مبارک سے نکلا حرف بحرف پورا ہوا۔

قرآن کریم کا پہلا چیلنج

قرآن کریم جب نازل ہوا عرب کی تاریخ کا یہ وہ دور تھا جب عرب کی فصاحت اور بلاغت کا عروج تھا، ہر طرف فصاحت و بلاغت کا دور دورہ تھا، اس سرزمین پر جسے خطۂ عرب کہا جاتا ہے فصاحت و بلاغت کے دریا نہیں بلکہ سمندر موجزن تھے۔ اس ملک کا ہر فرد اور اس خطے کا ہر باسی اس سمندر کی شناور تھیں، یہ ذوق اس قدر بڑھا کہ صنف نازک بھی پیچھے نہ رہ سکی اور عرب کی خواتین میں وہ نامور شاعرات پیدا ہوئیں کہ جن کا نام بڑے بڑے شعراء کی شہرتوں کو مات کر گیا۔ ایسے وقت میں جب فصاحت و بلاغت کا ہر طرف زور اور شور تھا اور یہ سودا ہر دل و دماغ کو مسخر کئے ہوئے تھا، قرآن کریم نازل ہوا جو نہ صرف فصاحت و بلاغت کا مدعی بلکہ بلاغت کا وہ سمندر تھا کہ جس کے سامنے عرب کی فصاحتیں اپنی ہستیاں کھو گئیں

قرآن کریم نے اعلان کیا: ''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ اگر تمام جن و انس اکٹھے ہو جائیں تب بھی وہ قرآن کریم کی طرح کا کلام نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں''۔

(سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۸)۔

قرآن کریم کی صوری اور ظاہری نورانیت یہ ہے کہ پڑھنے والا جب اس کو پڑھنے کا شرف حاصل کرتا ہے تو اس سے ایک نور ظاہر ہوتا ہے جسے ارباب کشف یا بہ اصطلاح "اہل حق" ارباب قلوب دیکھ پاتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کی اس روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ معنوی اور صوری نورانیت کے سوا ایک اور قسم کا نور بھی قرآن کریم کو حاصل ہے جسے لسان نبوت نے سکینہ کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں رات کو قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا میرا بچہ بھی ساتھ ہی سو رہا تھا اور گھوڑا بھی قریب ہی بندھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ گھوڑا کود رہا ہے، میں نے اس طرف توجہ کی اور تلاوت سے رک گیا تو گھوڑا بھی آرام کر گیا۔ میں نے پھر تلاوت شروع کی، دیکھتا ہوں تو گھوڑا پھر کودنے لگا ہے، میں تلاوت سے رکا تو گھوڑا بھی رک گیا، تیسری بار تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر اسی طرح کودا۔ میں نے اس خیال سے کہ کہیں بچے کو تکلیف نہ ہو جائے تلاوت چھوڑ دی، دیکھتا ہوں تو اوپر سے ایک سائبان سا نظر آیا جس میں چراغاں معلوم ہوتا ہے۔ صبح میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ یہ فرشتے تھے جو تیری آواز میں قرآن سننے کیلئے قریب آگئے تھے، اور اگر تو تلاوت جاری رکھتا تو صبح کو عام لوگ بھی انہیں دیکھ پاتے۔

دوسری روایت میں سورت کہف کی تلاوت کا ذکر ہے، اور اس میں اس چیز کا نام سکینہ فرمایا۔ یہ قرآن پاک کی نورانیت ثابت ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ اور ہر شخص بھی دیکھ سکے۔ آپ جانتے ہیں کہ "ہوا" موجود ہے مگر اپنی لطافت کے باعث نظر نہیں آتی۔ اللہ جل جلالہ کی بے شمار مخلوق جنات اور ملائکہ موجود ہیں مگر نظر نہیں آتے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تن ز جان و جان ز تن مستور نیست

لیک کس را دید جان دستور نیست

تو اور لوگ بھی ایسا بنانے میں اس کی تقلید کر سکتے اور بھی فصحاء اس کی مثل بنا کر لا سکتے مگر سب بڑے بڑے فصحاء کی گردنیں جھک گئی۔

قرآن کسی ایک شخص یا کمیٹی کا کلام نہیں ہو سکتا

پھر کیا کسی کمیٹی کا بنایا ہوا کلام ایسا ہو سکتا ہے؟؟ آپ نے بڑے بڑے فصیح البیان اور عمدہ بولنے والے بھی دیکھے ہوں گے کیا کوئی ایسا گزرا آپ کی نظر میں ہے جو ہر ایک مضمون کے بیان پر یکساں بولنے کی قدرت رکھتا ہو؟ کوئی آدمی ہر مضمون کے بیان پر یکساں قدرت نہیں رکھ سکتا، بلکہ بڑے بڑے قصیدوں میں دو ہی چار اشعار منتخب ہوتے ہیں، اس لئے کہ کسی متکلم کو ہر مضمون پر پوری قدرت نہیں ہوتی۔

چنانچہ علماء ادب کا اعتراف ہے کہ!

امرؤ القیس... گھوڑوں کی تعریف اچھی کرتا ہے، نابغہ... خوف وخشیہ میں، اعشیٰ... شراب کی طلب اور تعریف میں، زہیر... رغبت ورجاء میں اچھا لکھتا ہے، جیسے نظامی وفردوسی... رزم وبزم میں، سعدی... وعظ وپند میں تفوق رکھتا ہے لیکن دوسرے فن میں جا کر ان کی ساری جولانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

بوستان میں ایک جگہ جنگ کی کہانی آ گئی، وہیں سعدی کی زبان سست پڑ گئی، بوستان کے پانچویں باب میں اس حکایت کو دیکھو کہ نظامی وفردوسی کے مقابلے میں سعدی کا کلام کس قدر پھسپھسا ہے، کیونکہ رزمیہ کلام لکھنا سعدی کا فن نہیں تھا۔ (ماخوذ اعجاز القرآن، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)۔

کسی مشہور سے مشہور شاعر کا دیوان اٹھا کر پڑھ جاؤ اول سے آخر تک یکساں زور قائم نہیں رہ سکتا۔ قرآن کو اول سے آخر تک دیکھو کس قدر مضامین مختلفہ کی روش ہے، جو کہ نہایت عالی معاملات آپ بتاتا ہے نہایت شان وشوکت سے سنجیدگی سے اور ہر مضمون کو کس قدر جزالت وفصاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

کہیں معاشی کا بیان، نکاح، طلاق کے قواعد کی تعلیم ہے، کہیں فرائض میت کی تقسیم کی جاتی ہے، کہیں نماز روزہ کا وعظ ہے، کہیں جہاد کا بیان ہے، لڑائی کے نقشے کھینچے جاتے ہیں، کہیں گزشتہ امتوں کے تاریخی واقعات ہیں، کہیں دلوں کو رلانے والی پند ونصائح بیان کی جاتی ہیں، کہیں جنت کا نقشہ سامنے ہے، کہیں

دوسرا چیلنج

جب وہ لوگ اس جیسا قرآن و کلام بنانے سے عاجز ہو گئے تو قرآن نے دوسرا چیلنج دیا:

"قل فاتوا بعشر سور مثله مفتريت وادعوا من استطعتم من دون الله ان كنتم صدقين

آپ فرما دیجیے تم بھی ایسی دس سورتیں جو تمہاری بنائی ہوئی ہوں لے آؤ اور اللہ کے سوا جن جن کو تم بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ (سورہ ہود پارہ ۱۲)۔

تیسرا چیلنج

سب سے آخر میں صرف ایک سورت بنا کر دکھانے کا چیلنج کیا گیا:

"اور اگر تم اس کتاب کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے کسی قسم کے شک و شبہ میں مبتلا ہو تو ایک ہی سورت اس کی طرح بنا کر پیش کرو، اور اپنے معبودان باطل کو بھی بلا لو اگر سچے ہو" (بقرہ آیت ۲۳۔ یونس آیت ۳۸)۔

یہ چیلنج جو بار بار کیا گیا ہر قوم اور ہر قبیلے کے سامنے کیا گیا ہے ان میں یہودیوں کے بھی عالم تھے ان میں نصرانی بھی تھے عرب کے فصحاء اور بلغاء بھی تھے شاعر بھی تھے خطیب بھی تھے مقرر ، ان کی تعداد بھی کم نہ تھی۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ تمام طبقوں نے چیلنج کا جواب سوائے خاموشی کے اور کچھ نہ دیا۔

بعض شعراء نے جب یہ معجز کلام سنا تو وہ اپنی شاعری سے تائب ہو گئے (دیکھئے تاریخ ادب عربی) بعض خطباء اس کلام کے حسن تاثیر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنا سب کچھ چھوڑ کے حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی فصاحت سے کون ناواقف ہے، طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کی جلالت کا کون منکر ہے، صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے رتبے کا کسے انکار ہے، خنساء رضی اللہ عنہا کی شاعرانہ خوبیوں کا کسے اعتراف نہیں، مگر یہ سب جاہلیت کے چیدہ اسلام کے سایۂ عاطفت میں آ گئے ہیں، بلکہ اسلام کے لیے ایسی شخصیت بن جاتے ہیں کہ تاریخ میں اسلام کے علمبردار کہلاتے ہیں۔ کیا یہ تاریخ کی ایسی انوکھی اور یقینی گواہی نہیں کہ یہ قرآن کلام اللہ ہے! کلام الٰہی نہیں تو آپ اس کو کلام الٰہی کہ

جب سورۃ القارعۃ نازل ہوئی "القارعة ما القارعة وما ادراک ما القارعة"

تو ایک شخص نے بڑی محنت کیا تھا اس کی نقل اتارنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا:

"الفیل ما الفیل وما ادراک ما الفیل ذنبه قصیر وخرطومه طویل" یعنی لوگ اس پر ہنسنے لگے۔ یہ کیا ہے؟ اس میں کون سا کمال اور معنی دار بات آئی۔ وہ کہتا ہے ہاتھی اور کیا ہے ہاتھی، دم چھوٹی اور سونڈ بڑی۔

اس طرح مسیلمہ کذاب نے بھی قرآن کے سامنے منہ چڑھایا تھا وہ تاریخ میں موجود ہے۔ باوجودیکہ وہ بہت زیادہ تکلم اور بڑا رکیک اور خلاف تہذیب کلام ہے مگر وہ بھی اب تک باقی ہے۔

یعنی: "الم تر ان اللہ خلق النساء افراجا فجعلکم لهن ایلاجا"

اور لوگوں نے اس کو محفوظ رکھا۔ جب ایسے رکیک اور ناشائستہ کلام کو بھی ضائع نہ ہونے دیا تو کسی اچھے کلام کو اور وہ بھی ایسا اچھا جو بقول مخالف قرآن سے بھی اعلیٰ اور بڑھ کر ہو کس طرح ضائع کیا جا سکتا تھا۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنی تصنیف اعجاز القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

اگر قرآن سے بہتر فصیح اور بلیغ کلام ادبائے عرب سے کہہ لیا تو یہ قرآن کا دوسرا اعجاز ہوگا کہ وہ اپنے سے غالب اور قوی کو بھی اس طرح فنا کر ڈالتا ہو کہ آج صفحۂ ہستی پر کوئی اس کو زبان پر لانے والا بھی نہیں۔

دوزخ کا عذاب یہ سب کچھ ہے مگر طرز بیان میں کوئی سستی نہیں، کمزوری نہیں، انحطاط نہیں، ہر موقع پر قرآن گرانا پڑتا ہے کہ اس کے مقابلہ سے تمام جن و بشر عاجز ہیں اور ہر جگہ زبان پر آتا ہے کہ

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

اول سے آخر تک ایک ہی اسلوب اور ایک ہی طرز کا زور اور ایک ہی رنگ ڈھنگ اور صفائے کلام کی یکسانیت ہی چلی جا رہی ہے۔ یہ کسی مخلوق یا کسی شخص کا کلام نہیں بلکہ یہ اس کا کلام ہے جس کی صفات سب کی سب کامل، غیر متبدل، لازوال اور نقص و قصور سے منزہ ہیں۔

"ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً"

"اور اگر (قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا تو ضرور وہ اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔"

خدائی کلام سے خدائی شان ٹپکتی ہے

پھر دیکھو اول سے آخر تک تمام مضامین نہایت شوکت و کبریا و عظمت بھرے الفاظ اور زور دار طرز میں ادا کئے گئے۔ اگر یہ کلام اس بشر کا ہوتا جس کی زبان سے ہم تک پہنچا تو اس کی مظلومیت اور دشمنوں کا اس پر مختلف چڑھائیاں تو سب کو معلوم ہیں، ناممکن تھا کہ اس کلام کے اندر کہیں نہ کہیں ظالموں کے ساتھ تملق، خوشامد، مداہنت، بیچارگی اور مرعوب ہونے کے آثار موجود نہ ہوتے۔ جن کا نام و نشان بھی قرآن میں اول سے آخر تک موجود نہیں، بلکہ جس زور و شور اور خدائی شوکت سے شروع ہوا اسی تزک اور احتشام اور انداز کے ساتھ ختم ہوا۔

ممکن ہے کوئی یہ کہہ بیٹھے کہ شاید قرآن کی نظیر پیش کی گئی ہو مگر وہ باقی نہ رہی ہو تو میں کہتا ہوں کہ ایک مظلوم اور بے یار و مددگار کا کلام تو اب تک موجود ہے مگر عرب کے بڑے بڑے رئیسوں بلکہ دنیا کے تمام باطل مذاہب و ملل کی دلی تمنا جس کلام سے پوری ہو جاتی وہ باقی نہ رہے۔ کیا اسے عقل سلیم باور کر سکتی ہے؟ پھر جبکہ منقولوں سے تعداد کہیں زیادہ وجود ہو رہے ہیں زمین پر دشمن پھیلے پڑے ہیں جو قرآن کی ذرہ بھر کہ جس میں آغاز اسلام سے آج تک رہے ہیں جو قرآن کے اس دعوے کو جھٹلا دے۔

قرآن کریم ہدایت عامہ ہے

محمد اسید خان طارق

ھدی للناس وبینت من الھدی والفرقان (بقرہ۱۸۵)

ترجمہ: (قرآن) انسانوں کیلئے رہنما ہے، ہدایت کی روشن صداقتیں رکھتا ہے اور حق کو باطل سے الگ کرتا ہے۔

ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ویبشر المؤمنین الذین یعملون الصلحت ان لھم اجرا کبیرا (بنی اسرائیل۹۰۱)

ترجمہ: بلاشبہ یہ قرآن اس راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھی راہ ہے اور ایمان والوں کو جو نیک عمل میں سرگرم رہتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ انہیں بہت بڑا اجر ملنے والا ہے۔

عن ابن عمر الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع بہ اخرین (رواہ مسلم)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ اپنی اس کتاب کی اتباع اور پیروی کی بدولت بہت سی قوموں کو رفعت وبلندی عطا کرتا ہے الخ۔

عن سعید بن سلیم مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن شفیع افضل منزلۃ عند اللہ یوم القیمۃ من القرآن لانبی ولاملک ولا غیرہ۔

قیامت کے دن قرآن سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا نہ کوئی نبی نہ کوئی فرشتہ نہ کوئی اور۔

پانے والوں میں تمام صحابہ کرام اور صحابیات ہیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اکمل کا ثمر ہے کہ انہوں نے قرآن کا سبق ایسا سیکھا کہ انہوں نے اپنا سب کچھ دین اور اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کر دیا۔ یہی وہ صحابہ خاص طور پر عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقدیس کو پامال کرنے والوں کی گردنیں اڑا دیتے اور دین اسلام کی تبلیغ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شاندار خدمات ادا کرتے یعنی آنحضرت پر ایسا ایمان لاتے اور ایسا اسلام قبول کیا جس سے خوش ہو۔

خدا تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ

"والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم واعد لهم جنت تجري من تحتها الانهار خالدين فيها ابدا"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو قرآن کی ایک تفسیر فرمائی اور قرآن کے ایسے اسرار و رموز سکھائے صحابہ کرام نے ان پر عمل کر کے اپنے آپ کو دین کی راہ میں امر کر دیا۔ علماء ورثۃ الانبیاء ہیں ان کی بھی یہی کوشش رہی کہ جو تعلیمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ان پر عمل کریں۔ بہت سے علماء کرام نے دین و قرآن کی خوب خدمت فرمائی اسلامی تاریخ میں ہمارے اسلاف کے نام سرفہرست ہیں۔

ہمارے حضرت الشیخ حضرت مولانا سے بھی اللہ تعالیٰ دین کی خدمات خوب لے رہا ہے جس میں اول قرآن مجید کی تفسیر ہے حضرت الشیخ کو خدا تعالیٰ نے قرآن کی فہم و فراست اور علمی بصیرت بڑی شان و شوکت سے عطا فرمائی ہے آپ کی ساری زندگی ایک ہی مشغلہ رہا اشاعت توحید و سنت اور رد شرک و بدعت اور اس تبلیغ کی اشاعت پر جان کر اور مصائب اور بہت مشکل شدائد آئے مگر حضرت کی یہ تبلیغ خالص لوجہ اللہ ہے اس لئے ان مصائب کو خندہ پیشانی اور بہترین حکمت عملی کیساتھ زیر کیا۔ حضرت والا جب اپنے واقعات سناتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ میری نسبت کرم ہے امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ اور میرے استاذوں کی دعائیں ہر وقت میرے ساتھ رہتی ہیں اور اس کے بعد ایک شعر پڑھتے ہیں:

قرآن مجید کا نزول اس زمانے میں ہوا جس وقت چاروں جہالتوں کے اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ خدا تعالیٰ کے صفاتی امور سے تو واقف تھے مگر اس کی ذات حقیقی سے ناواقف تھے۔ ہر معاملے میں ہر مشکل حل کرانے کیلئے علیحدہ علیحدہ خدا مقرر کر رکھے تھے۔ بیت اللہ کی وہ عزت و حرمت جو پہلے انبیاء کرام نے کر رکھی تھی وہاں ظالموں کے ہاتھوں چکنا چور ہو چکی تھی۔ جبکہ خدا وحدہ لاشریک کے مقابلے میں بت کھڑے کر رکھے تھے۔ اور اپنے ان افعال اور کردار پر فاخر تھے کہ وہ اصل اور صحیح مذہب پر ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی کے ایک مستحکم و استوار کے عوض میں ایک خالص توحید کا عقیدہ اختیار کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے اخلاقی معیار کو بلند کیا اور ان کی تمدنی حالت کو ترقی دی اور ایک عمدہ اور معقول طریق عبادت جاری کیا۔

بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی: جذبہ فطری کیلئے مانع چار چیزیں ہیں (۱) نفس (۲) شیطان (۳) کفار (۴) منافقین۔ انبیاء سابقین دفع شر نفس اور شیطان کیلئے مبعوث ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر چار کی اصلاح اور تکمیل کیلئے مبعوث ہوئے۔

اللہ جل شانہ نے جس طرح قرآن نازل فرمایا اسی طرح اس کی حفاظت کا وعدہ بھی کیا "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" یعنی خدا تعالیٰ نے امتیوں کو اس بات کا یقین دلایا اور تسلی دی کہ سابقہ کتابوں کی طرح اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی یا کسی چیز کا اضافہ یا کمی نہیں کر سکے گا پھر اس کتاب کا پیغام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار دانگ عالم میں پھیلایا کہ اللہ وحدہ لاشریک صرف وہی معبود برحق اور عبادت کے لائق ہے وہ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں جو تم سوچتے ہو یا کرتے ہو ان سب باتوں کا اس کو علم ہے پیغمبر اور انبیاء اسی کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں ان کا اتباع ضروری ہے ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، قیامت برحق ہے نیک اعمال پر بہترین جزا اور بد خلاف پر سزا یہی پیغام خدا لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں آئے اور اسے عام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جس کی تقدیر میں ہدایت لکھی تھی اس کو اسلام و دین سے استفادہ کیا اور جس کی تقدیر میں ہدایت نہ تھی وہ قیامت تک عذاب الٰہی میں گرفتار رہے گا۔ ہدایت

سے بڑھ کر ہم روزمرہ استعمال میں آنے والے موبائل اور فون کو دیکھیں کہ کلام کے شروع ہونے سے پہلے گھنٹیاں سنائی دیتی ہیں اور وہ کلام فہم کرنے میں مانع نہیں ہیں۔

خطبہ کے دوران حضرت عمرؓ کا منبر سے " یا ساریہ الجبل " کہنا بے شک کرامت ہے اب اگر کوئی تلاوت کے ذریعے فوج کی نقل و حرکت دیکھے اور وائرلیس کے ذریعے بتائے تو یہ کمال نہ ہوگا۔

اسی طرح جناب نبی کریم شفیع اعظم ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ ﷺ بیک وقت آگے اور نماز میں کھڑے نمازیوں کو پیچھے دیکھ سکتے تھے اب امام کو منبر سے لگا ٹی وی مگر بغیر کیمرے کے ایسا کمال ناممکن ہے۔

" انا خاتم النبیین لا نبی بعدی " آپ ﷺ آخری نبی تھے اس لیے آپ کی امت آخری امت ہے کیونکہ دین مکمل محفوظ ہے، قرآن کی حفاظت کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لیا ہے ایک بڑی آسانی جو اس دور میں میسر آئی وہ رابطوں کی سہولت، راستوں کی سیرابی، شخصی آمدورفت کی فراوانی، جہاز رانی، خاندانوں کی نقل مکانی، انٹرنیٹ، ٹیلی فون اور موبائل فون کی ارزانی، برقی آلات سے اور خود سفر کر کے تبلیغ کا کام آسان ہو گیا۔ اب آسان ہو گئی خبر رسانی کبھی یہ دور تھا کہ بقول شاعر۔

ان کے دست ناز تک بھی تو نہ پہنچی
گر پہنچی تو پہنچی کہ پہنچی نہیں پہنچی

دنیا ایک چھوٹا سا محلہ بن گئی۔ (The World become a gloval village) ہر جگہ کی بات آپ دوسرے دن اخبارات میں دیکھ سکتے ہیں اسی دن ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کے ذریعے جان سکتے ہیں۔ دراصل یہ بھی معجزہ ختم نبوت ہے۔

اسلامی احکامات اور دعوت الی اللہ کا کام آسان ہو گیا ہر باطل کے شر کی فوری خبر اور اس کے خلاف ردعمل آسان ہو گیا مگر بدقسمتی سے مسلمان فنون اور ٹیکنالوجی میں پیچھے رہ گئے۔ کفار نے اسلامی آفاقی تعلیمات کو مسخ کر کے پیش کرنا شروع کر دیا جس کی عام ہوئی ٹیکنالوجی میڈیا اور جس نے فحاشی، عریانی ادب اور اداکاری کو فروغ دیا گیا نیک، دین دار لوگ خود بخود اس سے دور ہو گئے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ

"قل سیروا فی الارض" (عنکبوت) "اولم یسیروا فی الارض" (روم)

حق سبحانہ وتعالیٰ بھی دعوت دیتے ہیں کہ دیکھو زمین میں ہر جگہ میرے معجزے پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اس زمانے میں جب راستے نہ تھے امن نہ تھا جنگلی جانور شیر، چیتے، ہاتھی، سانپ کھلے پھرتے تھے یہ لوگ پھر دنیا بھر میں پھیل گئے اور استفادہ کرتے رہے تجارتیں ہوتی رہیں، علم کے حصول کے لئے تو خاص طور پر مشکلات جھیل کر منزل مقصود پہ پہنچا جاتا یہ کاوشیں، یہ فاصلے، یہ گھاٹیاں ان کے راستے میں حائل نہ ہوتیں۔

غرض ان سب کے باوجود انسان میں اللہ تعالیٰ نے تجسس کا مادہ رکھا ہوا تھا جیسے بطخ کے بچے کو سکھانا نہیں پڑتا کہ پانی میں کیسے تیرا جاتا ہے اسی طرح انسان کے اندر اپنی غلطیوں سے سیکھنا اور مشاہدہ سے نتیجہ اخذ کرنا موجود تھا۔ علوم نقلیہ کی طرح علوم عقلیہ کی اصل بھی سماوی ہی ہے۔

سائنس دان کسی چیز کا خالق نہیں ہوتا بلکہ وہ قوانین قدرت کو دیکھ کر آپس میں جوڑ کر کوئی کرشمہ دکھاتا ہے یا پہلے سے بنے ہوئے کسی قانون سے پردہ اٹھاتا ہے۔ اگر بحری جہاز بنایا ہے تو اس کی اصل حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے اور اگر ہوائی جہاز بنایا ہے تو اس کی اصل معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام میں ہے اسباب کو جوڑ کر کام کرنا ترکیب کہلاتا ہے۔ معجزہ بغیر سبب اور بغیر آلات کے ہوتا ہے جس میں ایسا جس پہ لوگ عاجز آ جائیں جیسے چاند کو دو ٹکڑے کرنا اور پھر سے جوڑ دینا۔

اگر کسی آلہ کے ذریعے یہ پتہ چلتا ہے کہ (الٹرا ساؤنڈ) پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی ہے تو اس آلہ کا علم ہوا کہ ڈاکٹر کا اگر مشین نہ بنائی جائے تو پھر کوئی ڈاکٹر سرجن کچھ بھی نہیں جان سکتا کہ پیٹ میں کیا ہے۔

نزول وحی کی احادیث میں ہے کہ حضرت آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو کبھی ایسی گھنٹی کی مانند اس سے قبل گھنٹیوں کی آواز سنائی دیتی "کصلصلۃ الجرس" جناب نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ مجھ پر زیادہ سخت ہوتی ہے کچھ زمانہ تک محدثین کرام اس بحث میں بھی رہے کہ زنجیر کے کھینچے جانے کی آواز ہے یا گھنٹی کی آواز۔ گھنٹی کے شور میں کوئی کیسے کلام فہم کر سکتا ہے۔ مگر اب ہم اس زمانے میں دیکھتے ہیں کہ ٹیلیگرام (TELEGRAM) میں بھی گھنٹیاں ہی ہیں کہ اس سے کلام اخذ کرتا ہے بلکہ اب

تبصرۂ کتب

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخے بھیجنا ضروری ہے

(۱) الدروس الواضحۃ فی شرح الکافیہ (۲) الیضاح سنت بجواب مصباح سنت

(۳) انکشافِ حقیقت (۴) وضوء کا مسنون طریقہ

یہ چاروں گراں قدر تصانیف محترم ومکرم حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب قارن مدظلہ کی ہیں۔

(۱) الدروس الواضحۃ فی شرح الکافیہ

نحو کی مشہور کتاب "کافیہ" جس کی جامعیت فن کے اعتبار سے سفرِ علم کا ایک کامیاب مرحلہ ہے۔ ابن حاجب کی دونوں کتابیں "کافیہ" نحو میں اور "شافیہ" صرف میں عربی علوم کی شاہراہوں میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

طلباء میں مشہور ہے

کافیہ یا شافیہ تلخیص و کنز حسامی

این پنج را تو یاد کن تا شوی مولوی نظامی

ہر مدرس اپنی بے پناہ صلاحیتوں کے مظاہرے کے ساتھ طلباء کو فن نحو یاد کروانے کی کوشش فرماتے ہیں حضرت مولانا بھی کافی حد تک کامیاب ہیں۔

کوئی تلاوت سننے کے لئے بے تاب انٹرنیٹ کے پرانے تمام ساتھی اب یہ بخوبی جانتے ہیں کہ اگر ہمیں اپنے بچے کا نام رکھنا ہے تو حضرت والا سے ہی پوچھ کر رکھنا ہے اور خواب کی تعبیر ہو کہ کسی مسئلہ میں فتوی درکار ہو تو حضرت الشیخ سے رجوع کیا جائے۔

یہ وہ چند ایک خوبیاں ہیں جو لوگوں کو بیانات میں نظر آتی ہیں اور وہ شوق زیارت میں رہتے ہیں کہ ہم بھی دیکھیں کہ ایک شخص شیخ التفسیر بھی ہو شیخ الحدیث بھی ہو مفتی بھی ہو رئیس الجامعۃ العربیہ احسن العلوم بانی بھی ہو جو خود جامع مسجد کا پانچ وقت کا امام و خطیب ہو سواد اعظم اہلسنت والجماعت اور مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا رکن بھی ہو۔ اللہ تعالی نے یہ تمام کمالات ایک شخص میں کیسے جمع فرمائے ہیں۔

این ہست کہ خوں خوردہ و دل بردہ بسے را
بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را

اسی طرح کی ایک کتاب "احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف" لکھی گئی تھی۔ اس جرم اور حیاء سے عاری تصنیف کا پردہ چاک کرنے کیلئے اور ان کے بیہودہ اور اشتعال انگیز پروپیگنڈے سے معصوم عوام کو بچانے کے لئے حضرت مولانا قاری صاحب مدظلہ نے "الکشاف حقیقت" لکھی جو اس قسم کے مواد میں مبتلا ہونے والوں کیلئے کامل شفاء اور خود ساختوں کے لئے مداوا بنا ہوا ہے۔

(۴) وضو کا مسنون طریقہ!

راولپنڈی پروفیسر نامی صاحب نے "وضوء رسول" کے نام سے ایک رسوا کن پمفلٹ لکھا جس میں اپنے بے دلیل اور بے زبان موقف کو آنحضرت کا طریقہ اور خاندان نبوت کا وضوء ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ اس کی پوری حقیقت اور کتاب دیکھنے والوں کو حقائق دکھانے کیلئے آئینہ ہاتھ میں دینے کیلئے حافظ عبدالقدوس خان قارن نے "وضو کا مسنون طریقہ" لکھا۔ جو مختصر ہونے کے باوجود تحفۂ تریاق ہے۔ حق تعالیٰ ان جملہ تصانیف کو قبول فرمائے اور اپنے مقاصد میں مطلوبہ کامیابی نصیب فرمائے۔

(۵) کتاب کا نام : محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سوانح و افکار

مرتب کا نام : مولانا محمد اسماعیل صاحب شجاع آبادی

اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے کامل ہوتے ہیں کہ جن پر امت فخر کرتی ہے۔ بلاد عرب کے انور شاہ و علامہ شیخ زاہد الکوثریؒ کے بارے میں ہمارے استاذ حضرت بنوریؒ فرماتے تھے کہ ان جیسے علماء پر امت فخر کرے گی۔ حق تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ ہمارے شیخؒ بھی اس کے مصداق ہیں۔

اب تک کئی ارباب علم نے حضرت پر باقاعدہ مجلدات لکھی ہیں لیکن اس عاشق رسول، محدث زمانہ، فقیہ العالی، مفسر بے مثل، مجدد دہر اور اپنے شیخ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کے پرتو کامل

۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ پر قرآن کریم میں وارد بعض الفاظ کی جو تعداد بتائی گئی وہ تقریباً غلط ہے اور فہرست میں جو الفاظ دیئے گئے وہ قرآن کریم میں موجود نہیں ہیں۔ نیز اقوال کو احادیث بنا دیا گیا ہے۔ جیسے صفحہ ۳۵ پر امام ابن سیرینؒ کا قول جو ترمذی جلد ثانی کے آخر میں ہے کہ "قال هذا الحديث دين فانظروا عمن تاخذون دينكم" کو حدیث رسول اور نبی کا ارشاد گرامی لکھ دیا۔

ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ تمام اغلاط کی نشاندہی سے قارئین کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔ اور اگلے ایڈیشن کیلئے اس نسخے کو حذف کر کے نیا نسخہ جو اس قسم کے اغلاط سے پاک ہو تیار کیا جائے۔ امید ہے عزیزم مولوی فضل امین اور ان کے رفقاء حق پرستی کا ثبوت دیتے ہوئے دینی امانت و اخوت جو اہل حق کا شیوہ ہے کے پیش نظر ان گزارشات کو وسعت قلب سے قبول فرمائیں گے۔

واضح رہے کہ ہماری تنقید یہ بزرگ زمانہ حضرت مولانا عبد الباری شاہ منصور سے متعلق ہے موجودہ تصنیف یا ترجمہ مرحوم مغفور مصنف کے بارے میں ہرگز نہیں۔

اعلان

(۱) مشہور زمانہ مصنف و محقق حضرت مولانا عبد المعبود صاحب کی مایہ ناز کتاب جو انہوں نے اپنے شیخ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کی حیات و سوانح پر لکھی ہے پر تفصیلی تبصرہ اور حضرت کی دوسری تصنیف "شاہ کونین کی تحریرات" پر تبصرہ ان شاء اللہ تعالیٰ اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الستار صاحب کی "دقائق السنن" شرح الجامع السنن للامام الترمذی پر بھی محققانہ تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔

شارح ترمذی اور مسند عالم میں بخاری کے مسلم استاذ حضرت بنوریؒ کی زندگی ہے جو گنجینۂ داستان ہے۔

حال ہی میں ہمارے مخلص دوست حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شجاع آبادی نے عنوان بالا پر مشتمل ایک جلد اپنے شیخ اور استاذ کے سوانح اور افکار و نظر و تحریر جمع کر کے اپنی تصنیف کو [illegible] بنا دیا۔ بعض فرو گذاشتیں اور علمی لغزشیں واقع ہوئی ہیں : اولاً بذریعہ خط اور ثانیاً بالمشافہ ملاقات میں اس کی نشاندہی کی گئی جو حضرت نے خوشی اور شکریہ کے ساتھ قبول کر کے اگلے ایڈیشن میں اصلاح کرنے اور اس کی تقسیم کیساتھ اطلاع کا وعدہ فرمایا۔ کتاب کے صفحہ ۵۷ پر "بغیۃ الاریب فی مسائل القبلۃ والمحاریب" جو حضرت نے مشہور زمانہ منکر حدیث عنایت اللہ مشرقی اور غلام احمد پرویز وغیرہ منکرین حدیث کے مقابلہ میں سمت قبلہ اور تعیین محاریب و مساجد کے سلسلے میں اہل زیغ و ضلال کے وساوس اور مغالطے دفع کرنے کیلئے لکھی تھی۔ شیخ زاہد الکوثری نے اس پر تفصیلی مقدمہ لکھا اور اپنی کسی تصنیف میں اس کا حوالہ دیکر اس پر احسن اعتماد ظاہر فرمایا۔ مگر مولانا شجاع آبادی کی تصنیف میں یہاں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ "نفحۃ العنبر" سے متعلق ہے جو حضرت الشیخ نے اپنے استاذ امام العصر محدث کبیر فقیہ علی الاطلاق حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ کی سوانح لکھی ہے۔

(۱) کتاب کا نام : مقدمۃ القرآن

مرتب کا نام : مولوی فضل امین صاحب

یہ رسالہ حضرت مولانا نور الہادی صاحب شاہ منصوری کی طرف منسوب رسالہ ہے حقیقت میں ان کے معظم والد شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا عبد الہادی کوکا مولانا صاحبؒ کے افادات ہیں۔ ہمارے عزیز دوست مولانا فضل امین نے طالب علمانہ کاوشیں کر کے اسے یکجا کیا ہے مجھ سے اور کئی علماء سے تقاریظ بھی حاصل کر چکا ہے۔

کتاب دیکھنے کے بعد پتہ چلا کہ اغلاط اور بے تکی کی باتیں زیادہ جمع کی گئی ہیں۔ مثلاً: صفحہ

مدظلہ اتفاقاً حضرت الشیخؒ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے ، حضرت الشیخ نے انہیں تقریب ختم بخاری کی دعوت دی جو انہوں نے قبول فرمائی۔

تقریب ختم بخاری کی تیاریاں

۱۴ رجب بدھ سے ہی جامعہ عربیہ احسن العلوم میں منعقد ہونے والی اس عظیم الشان تقریب کی تیاریاں زور وشور سے جاری تھیں ۔ جامعہ کی تمام شاخوں کے منتظمین حضرات جامعہ میں موجود تھے اور انتظامات کی نگرانی کر رہے تھے۔ خود حضرت الشیخ رات دو بجے تک اپنی نشست پر تشریف فرما تھے اور ہر کام اپنی نگرانی میں کروا رہے تھے۔

تقریب ختم بخاری کا آغاز

۱۴ رجب جمعرات کی صبح آٹھ بجے سے تقریب کا آغاز ہوا اور مجھ عاجز نے اسٹیج سیکریٹری کے فرائض انجام دیئے (یہ سال مجھ عاجز کے لئے بھی اس اعتبار سے بہت اہم تھا کہ حضرت الشیخ کی شفقتوں کے سائے میں ، میں نے بھی دستار فضیلت حاصل کی) ۔ تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا اور دورۂ حدیث کے طلبہ نے حمد اور نعتیہ کلام پیش کیا اور عربی اور اردو میں تقاریر کیں ۔ ساتھ ساتھ مہمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا۔ خصوصی مہمانوں کے لئے مسجد کے ہال میں امتیازی نشست تیار کی گئی تھی جبکہ عوام کے لئے مسجد کے صحن میں چوتھی منزل تک جگہ بنائی گئی تھی جو کہ تھوڑی ہی دیر میں اتنی بھر گئی تھی کہ نظر اٹھانے پر صرف سر ہی سر نظر آرہے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں حضرت الشیخ اپنے شیخ اور دیگر مہمانان گرامی کے ہمراہ مسجد میں داخل ہوئے۔ تقریباً دو سال قبل مجھ عاجز نے حضرت الشیخ جو کہ میری تمام تر صلاحیتوں کا مرجع اور منبع ہیں اور مجھ جیسے ایک عام انسان کو ان کی نظر فیض رساں نے اس قابل بنایا کہ مجھے بھی علم والوں کی صف میں شامل ہونے کے قابل بنایا۔ ان کی تمام شفقتوں ، مہربانیوں اور کرم بالائے کرم کا اعتراف کرتے ہوئے میں نے ایک منظومہ بعنوان "اعتراف کرم" لکھا تھا۔ جب حضرت الشیخ تشریف لائے تو میں نے ان سے

احسن الاخبار

محمد ہمایوں مغل

۱۳ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ جمعرات کا دن جامعہ عربیہ احسن العلوم کے لئے انتہائی اہمیت کا دن تھا اور خاص طور پر دورۂ حدیث کے طلباء کیلئے کیونکہ اس روز کی صبح ان کیلئے ایک نوید مسرت طلوع ہو رہی تھی۔ اس روز وہ تمام طلباء جنہوں نے پورے سال کتب احادیث پڑھیں آج بخاری شریف کی آخری حدیث کے بعد ان کی دستار بندی اور رخصتی ہونے والی تھی۔

صبح فجر کے بعد سے ہی تمام طلباء مسجد میں جمع ہونا شروع ہو گئے اور اپنی اپنی نشست پر بیٹھ گئے۔ ایک دن پہلے سے ہی یعنی ۱۲ رجب سے جامعہ میں انتظامات شروع ہو گئے تھے۔

۱۲ رجب المرجب منگل کے روز شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب کے شیخ اول فخر سرحد حضرت مولانا عبدالحنان صاحب بارک اللہ فی حیاتہم الشیخ طلباء کی سرپرستی کے لئے تشریف لا چکے تھے ان کے ہمراہ محمد انور شاہ صاحب و مولانا محمد نظام صاحب بھی اس تقریب سعید میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے۔ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب کا جامعہ اور اس کے منتظمین پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس پیرانہ سالی میں جبکہ ان کی عمر (۱۰۰) سو برس کی ہے اس میں طلباء پر شفقتیں نچھاور کرنے اور اپنی دعاؤں سے نوازنے کیلئے جہانگیرہ سے کراچی پہنچے۔

ان سے قبل ۱۱ رجب المرجب پیر کو ملک کے مشہور محقق عالم اور مشہور زمانہ کتاب مطالعہ بریلویت کی سات جلدوں کے مصنف جو کہ انگلینڈ میں قیام پذیر ہیں حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب

نظم کے بعد حضرت الشیخ کا بیان شروع ہوا اور دورۂ حدیث کے ممتاز طالب علم عبدالعظیم نے عبارت کا آغاز کیا۔ اس کے بعد حضرت الشیخ نے بخاری شریف کی آخری حدیث سند کے ساتھ پڑھی اور بیان کا آغاز کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "اسلام انسانیت کی فلاح و نجات کا خدائی دین ہے جو کہ اپنی روحانیت اور حقانیت کے بل بوتے پر دنیا بھر کے انسانوں کے لئے کافی اور شافی ہے۔ قرآن کریم اور جناب نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ اسلام کا معجزہ ہیں جو کہ قیامت تک انسانی ہدایت کے لئے باقی رہیں گی"۔

"آج جو اسلام کے خلاف اسلام کے مخالفین نے جھوٹے اور بے بنیاد پروپیگنڈے شروع کئے ہوئے ہیں اور اسلام کو بدنام کرنے کی سازشیں کی جارہی ہیں یہ سب ایک دن راکھ کا ڈھیر بن جائیں گی لیکن اسلام اپنی ابدی صداقتوں کے ساتھ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا"۔

حضرت الشیخ نے جمعۃ المبارک کی اہمیت پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ "جمعہ سید الایام ہے۔ قرآن کریم میں جمعہ کے نام پر ایک مکمل سورۃ سورۂ جمعہ نازل ہوئی ہے جس میں اس دن کی روحانی اور تعلیمی عظمت کو بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس موقع پر اپنے کاروبار بند کرکے یادِ الٰہی کے لئے نکل پڑیں اور پورے اہتمام کے ساتھ جمعہ کی ادائیگی بجالائیں مگر پاکستان میں عیسائیت کے مذہبی دن اتوار کو سرکاری تعطیل کرکے پاکستان میں مسلمانوں کے اسلامی تشخص کو مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یاد رکھیں جس نے بھی اسلامی شعائر کی بے حرمتی کی ہے اس نے عزت کے دن نہیں دیکھے ہیں"۔ حضرت الشیخ نے مزید فرمایا کہ "جو حضرات اپنی دینی تقریبات اتوار کے دن لوگوں کے لحاظ میں رکھتے ہیں وہ بھی جمعہ کی بے حرمتی میں برابر کے شریک ہیں۔ میرا اصول ہے کہ میں اتوار کے کسی بھی پروگرام میں شریک نہیں ہوتا اور اس میں شرکت کو اسلام سے بغاوت سمجھتا ہوں۔ دینی مدارس کو چاہئے کہ اس سے اجتناب کریں"۔

آنحضرت ﷺ کی خاتمیت پر کلام کرتے ہوئے حضرت الشیخ نے ارشاد فرمایا کہ "تمام انبیاء کرام جناب

اجازت طلب کی کہ میں "اعتراف کرم" پیش کرسکوں۔ حضرت نے اجازت فرمائی۔ اعتراف کرم کے

اشعار اس طرح ہیں

"اعتراف کرم"

خدا نے مجھ پہ کرم ایسا بے مثال کیا　　　کہ لا کے آپ کی صحبت میں باکمال کیا

جہالتوں سے بھلائی کی سمت کھینچ لیا　　　بڑا احسان ہے کرم مجھ پہ انتہائی کیا

غلط روش پہ چلے جاتے کدھر کیا ہوتا　　　ان آندھیوں میں تو کب کا بکھر گیا ہوتا

صحیح دوست عطا کی عمدہ شناس کیا　　　کہ مجھ کو علم کی دنیا سے روشناس کیا

کتابوں سے تو اٹھانیں بخشیں　　　کوئی بدل نہیں جس کا وہ نعمتیں بخشیں

تمام عیب کو میرے بلندیاں بخشیں　　　کہ حق شناس کیا حق پرستیاں بخشیں

شعور و فہم کو بخشا کیا یقیں بھی دیا　　　علوم دنیا تو کیا شے ہے علم دیں بھی دیا

میں مستحق تو نہیں تھا مگر نواز دیا　　　عطا نے خاص سے مجھ کو سرفراز کیا

میں بچہ تھا معتبر بنا دیا مجھ کو　　　کہ اپنے دامن شفقت میں لے لیا مجھ کو

کرم کی اپنی محبت کی انتہا کردی　　　کہ مجھ پہ لطف و عنایت کی انتہا کردی

مجھے بھی ایسا نوازا کہ کامیاب کیا　　　اٹھا کے خاک کے ذرے کو آفتاب کیا

نظر جناب کی ہم سب کی پاسبان رہے　　　ہمیشہ سر پہ دعاؤں کا سائبان رہے

سراپا عجز حسن اس کا کیا صلہ دے گا

خدا سے قادر مطلق ہی بس جزاء دیگا

لیکن چونکہ اس سال مجھ عاجز کی بھی دستار بندی ہونی تھی اس لئے میں نے حضرت الشیخ کے صاحبزادے حافظ محمد انور شاہ صاحب سے گزارش کی کہ یہ ذمہ داری وہ نبھائیں۔ انہوں نے میری گزارش کو مانتے ہوئے اس ذمہ داری کو نبھایا اور بہت خوب نبھایا۔ یہ جامعہ کے تمام احباب کیلئے انتہائی خوشی کا موقع تھا ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد انور شاہ کو علم کے ہر میدان میں سرخروئی نصیب فرمائے اور نام باقی رکھے۔

اس کے بعد جامعہ میں بہت بڑے پیمانے پر دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یہ دعوت حضرت الشیخ کے معتقدین اور خاص احباب کی طرف سے ہوتی ہے، جامعہ کے فنڈ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ خصوصی مہمانوں کیلئے مسجد کے محراب کی جانب بڑے ہالوں میں طعام کا انتظام تھا اور مدرسے کے عقب میں وسیع میدان میں تمام شرکاء تقریب کیلئے کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا جس کیلئے تقریباً ڈیڑھ سو (۱۵۰) دیگ بریانی، پچاس (۵۰) دیگ قورمہ اور پچاس (۵۰) دیگ زردہ اور لوکی کا حلوہ بنوایا گیا تھا۔ یہ عام دعوت جامعہ احسن العلوم کا خاصہ ہے۔

۸ رجب بروز پیر کو اعلان شدہ انعامات تقسیم کئے گئے جس کی مقدار نو لاکھ چالیس ہزار (۹،۴۰،۰۰۰) تھی جبکہ اس سال دورہ حدیث سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء کی تعداد دو سو اسی (۲۸۰)، تخصص فی اللغۃ الاسلامی کی سند پانے والے طلباء کی تعداد اٹھائیس (۲۸) تھی اور حفاظ کی تعداد پچاس (۵۰) تھی۔ حضرت مولانا عبدالمنان صاحب نے اپنے دست مبارک سے انعامات تقسیم فرمائے اس موقع پر پروفیسر مزمل حسن، مولانا منصور الرحمن، مولانا عبدالرشید انصاری وغیرہ حضرات نے شرکت کی۔ انعامی رقم کیساتھ ساتھ طلباء میں جوڑے اور معارف الحسن کی پانچ جلدیں تقسیم ہوئی۔

اس موقع پر حضرت مولانا عبدالمنان صاحب مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ ۱۹۳۲ء میں جب میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوا تھا تو میرے ہمراہ ایک سو چالیس ساتھی شریک تھے مگر آج صرف احسن العلوم میں دو سو اسی طلباء نے سند فراغت حاصل کی ہے یہ اسلام کی بقاء اور حقانیت کی دلیل ہے انہوں نے مزید فرمایا کہ مخالفین معاندین جس قدر اسلام کے خلاف جھوٹا اور منفی پروپیگنڈا کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے کہیں

اللہ مامور و مبعوث تھے تمام برحق و صداقت تھے مگر سوائے خاتم الانبیاء کے کسی کی سیرت و تاریخ تفصیلاً دنیا
میں آج باقی نہیں ہے۔ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں آپ کی نبوت و ہدایت روئے زمین کے تمام
اقوام عالم کیلئے اور قیامت تک کیلئے ہے۔ کتب احادیث میں کتاب الایمان، کتاب الاخلاق تک۔ نجس
اور غسل کے مسائل سے لیکر اجتماعی، معاشرت اور عدالت و حکومت تک کے اصول و ابواب میں تعلیمات اسلام
اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ مسلمان اس امر کے پابند ہیں کہ اپنے کاروبار حیات اور امور معیشت کو اسلام کے
سانچے میں ڈھالیں اپنا دین اپنی شریعت اور اپنے نبی کی سنت اور طریقہ کو چھوڑ کر دوسروں کی نقالی نہ
آزادی اور روشن خیالی نہیں فکری آوارگی اور غلامانہ روش ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ خاص طور پر دینی
تقریبات کا انعقاد کے روز انعقاد و اغیار سے مرعوبیت کا نتیجہ ہے دینی مدارس اس سے اجتناب کریں۔

بخاری شریف کی آخری حدیث پر مختصراً مفصل کلام کے بعد فارغ التحصیل تین سو طلباء کو
مرحلہ وار بزرگ عالم دین فاضل دیوبند شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند حضرت
مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے تلمیذ خاص حضرت مولانا عبدالحنان صاحب مدظلہ کی قیادت میں جن اکابر
علماء نے دستار بندی اور جبہ پوشی کروائی ان میں معروف و محقق عالم حضرت علامہ خالد محمود صاحب، حضرت
مولانا غلام غوث ہزاروی (کوئٹہ)، حضرت مولانا حافظ قاری مفتاح اللہ صاحب، حضرت مولانا عطاء
الرحمن صاحب، حضرت مولانا امداد اللہ صاحب، مولانا محمد غلام صاحب، مولانا قاری محمد قاسم صاحب،
ماہنامہ نور علی نور کے رئیس التحریر مولانا عبدالرشید انصاری صاحب، مولانا لیاقت علی شاہ نقشبندی، مولانا
قاری عبدالسلام صدیقی کے علاوہ جامعہ عربیہ احسن العلوم کے تمام اساتذہ حدیث نے شرکت کی۔ حضرت
الشیخ نے انعامات کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ دورۂ حدیث کے ہر فاضل کیلئے تین ہزار روپے اور حفاظ
کیلئے دو ہزار روپے کا انعام واکرام مقرر کیا گیا۔ ایک اہم بات جس کا ذکر انتہائی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ
سالانہ اس تقریب میں دورۂ حدیث کے طلباء کو دستار بندی کیلئے بلانے بالفاظ دیگر الشیخ مکرمی کے ہم عصر
استاذ محترم حضرت مولانا سید عبدالحسن صاحب مرحوم انجام دیا کرتے تھے ان کے بعد یہ ذمہ داری میری تھی

۲۳ رجب المرجب کو وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے امتحانات کا آغاز ہوا۔ جامعہ عربیہ احسن العلوم وفاق کے بڑے مراکز میں سے ایک ہے۔ تقریباً ۱۲۰۰ طلبہ کی وسیع تعداد نے جن میں بنات بھی شامل تھیں جامع مسجد احسن کی تینوں منازل میں امتحان دیا۔ وفاق المدارس العربیہ کی طرف سے جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے صدر مفتی حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دین پوری نگران اعلیٰ مقرر کئے گئے تھے جن کی نگرانی میں انتہائی نظم وضبط کے ساتھ امتحان مکمل ہوئے۔

۲۴ رجب المرجب بروز اتوار کو محدث سرحد شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان صاحب دامت برکاتہم حضرت الشیخ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ حضرت والا نے مغرب اور عشاء کی نماز کی امامت فرمائی۔ واضح رہے کہ مسافر امام کی اقتداء میں مقیمین کی نماز کی ادائیگی درست اور صحیح ہے۔ نماز سے پہلے حضرت الشیخ نے اعلان فرمایا کہ حضرت دو رکعات پڑھائیں گے اور سلام پھیریں گے باقی حضرات ان دو رکعات کے بعد اپنی نماز بغیر فاتحہ پڑھے مکمل کریں۔ اس کے بعد حضرت والا کے اعزاز میں عشائیہ کا اہتمام کیا گیا۔ یہ مجلس انتہائی پرسرور اور علمی رہی۔

یکم شعبان بروز اتوار کو قاطع شرک وبدعت شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ (مہتمم جامعہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی) حضرت الشیخ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ ان سے گفتگو بہت دلچسپ رہی اور ان کے عظیم والد دارالعلوم دیوبند کا سرمایہ اور فکر وتحریر کی ناقابل فراموش تفسیر "جواہر القرآن" پر بھی تبادلہ خیال ہوا۔ حضرت الشیخ نے ان کی خدمت میں جامعہ سے شائع ہونے والا عظیم الشان قرآن کریم کا نسخہ پیش کیا اور جامعہ کے شعبہ نشر واشاعت سے شائع ہونے والی تمام کتب پیش فرمائیں۔

یکم شعبان سے ہی دورۂ تفسیر میں داخلوں کا آغاز ہوا اور دور دراز علاقوں سے طلبہ کے ایک بڑے ہجوم نے جامعہ کا رخ کیا۔ ۱۷ شعبان تک دورۂ تفسیر میں داخل ہونے والوں کی تعداد ۲۲۰۰ سے تجاوز کر چکی ہے اور ابھی تک یہ داخلے جاری ہیں۔

زیادہ مسلمانوں کے قلوب میں دینی تعلیم کا ذوق و شوق پیدا کر رہے ہیں، اس لئے ملک بھر میں دینی مدارس آباد ہیں۔ اس لئے ان کی رونقوں میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انگریزوں کے خلاف میری ایک تقریر پر سابق صدر پاکستان اسکندر مرزا نے جب کہ وہ سرحد میں ایک ضلع کا ڈی سی تھا مجھے دھمکی دی کہ اگر دوبارہ اس قسم کی باغیانہ تقریر کی تو تمہاری چمڑی اور ہڈیوں کو الگ کر دیا جائے گا مگر آج دنیا میں انہیں کوئی عزت سے ان کا نام لینے والا نہیں جب کہ میں نوے سال کی عمر میں طلباء اور اساتذہ کی اس محفل میں نہایت عزت اور تکریم سے بیٹھا ہوں۔ انہوں نے دستار فضیلت اور سند فراغت پانے والے جواں سال علماء کو تلقین کی کہ وہ کسی کے خوف اور لالچ کے بغیر دین حق کی خدمت میں مشغول ہو جائیں ان کا ہر قدم کامیابی کی منزل ہوگا ملامتی اور نامرادی اغیار کا مقدر ہے، انہیں منہ کی کھانا پڑے گی۔

۱۹ رجب المرجب کو جامعہ کے سالانہ امتحانات کا انعقاد ہوا جس میں تقریباً ۱۲۰۰ طلبۂ کرام اور ۳۰۰ بنات نے شرکت کی۔ انتہائی پرسکون ماحول میں یہ امتحان اختتام پذیر ہوا اور ۲۳ رجب بروز اتوار سالانہ نتائج کا اعلان ہوا۔

۲۱ رجب بروز جمعرات تقریباً بارہ بجے کے قریب صوبہ سرحد اٹک کے قریب واقع شہر ویسہ کے مشہور زمانہ شیخ القرآن موجودہ دور کے قاطع شرک شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی جانشین اور شاگرد حضرت مولانا غلام حبیب صاحب مدظلہ حضرت الشیخ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ حضرت الشیخ نے ان کو درس قرآن دینے کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کی اور اگلے روز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب حضرت مولانا غلام حبیب صاحب نے مسئلہ توحید پر مفصل بیان فرمایا (مکمل بیان رسالہ میں شامل کیا گیا ہے)۔ بعد ازاں عشائیہ پر مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ ان کے رخصت ہونے پر حضرت الشیخ نے ان کی خدمت میں جامعہ سے شائع ہونے والا عظیم الشان قرآن کریم اور دیگر تمام کتب پیش کیں۔

وفاق المدارس کے امتحانات کا آغاز

انجیو پلاسٹی کا مشکل اور دقیق مرحلہ بھی اللہ تعالیٰ نے خاص فضل وکرم سے بخوبی اپنے انجام کو پہنچایا اور حضرت الشیخ کو اللہ تعالیٰ نے صحت وشفاء عطا فرمائی۔ ۳ بجے سرجری مکمل ہونے کے بعد حضرت الشیخ کو خصوصی کمرے میں منتقل کر دیا گیا اور اپنے اپنے گھروں سے فارغ ہو کر ڈاکٹر عبدالصمد صاحب دوبارہ حضرت الشیخ کی خیریت دریافت کرنے کے لئے اپنی ڈاکٹروں کی ٹیم کے ساتھ حضرت کے کمرے میں تشریف لائے۔ ان کے ادب کی انتہا یہ دیکھیں کہ بار بار کرسی پیش کرنے کے باوجود بھی ڈاکٹر صاحب بیٹھے نہیں اور کھڑے کھڑے حضرت الشیخ سے بات چیت میں مشغول رہے اور آرام کی تلقین کی۔

اگلے روز بدھ کے دن صبح سویرے فجر کی نماز کے بعد ہم حضرت الشیخ کے ہمراہ جامعہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت الشیخ کی طبیعت بالکل ہشاش بشاش تھی اور ہم سب کے منع کرنے کے باوجود حضرت درس کے لئے تیار ہو گئے اور فرمایا کہ اگر میں تم لوگوں کی طرح ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے میرے درس تفسیر کو کبھی بھی اتنی قبولیت نہیں بخشی ہوتی۔ یہ تمام طالب علم دور دراز علاقوں سے میرے لئے آئے ہیں اور آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ میں درس کی چھٹی کر لوں یہ محال ہے۔ چنانچہ حضرت نے تیاری فرمائی اور معمول کے مطابق درس دیا جو تا حال جاری وساری ہے۔ یہ محض قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی وجہ سے اپنے بندے کا اکرام فرماتے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت الشیخ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور حضرت کا سایۂ عاطفت
ہم سب پر دیر تک قائم ودائم رکھے۔

عاجز اور ضعیف کے لئے انعام کا اعلان فرمایا اور دیگر تمام احباب کے لئے بھی بیش بہا تحفۂ انعامات کا اعلان فرمایا جو کہ حضرت کا معمول اور کرم بالائے کرم ہے۔ (محمد ہمایوں مغل)

عید تو اک خوشی ہے یہ صد عید سعید ہے

خوش و محفوظ ہو یہ ابد عید سعید ہے

حضرت الشیخ نے یہ شعر اپنے قلم سے کاغذ پر لکھا اور ساتھ یہ بھی لکھا کہ "آج خوشی میں کہ محمد ہمایوں مغل نے بہترین آذان دینے کے بعد آج (۱۷ شعبان ۱۴۲۷ھ) مغرب اور عشاء کی امامت کی ہے جو کہ اس عاجز کی کائنات میں لازوال خوشی ہے۔ عزیزم ہمایوں مغل کو اس موقع پر دس (۱۰) بڑی دینی کتب تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ سے متعلق خریدنے کی اجازت دی ہے اور دیگر احباب کے لئے بھی بیش بہا تحائف کا انتظام کیا جائے گا"

۱۸ شعبان المعظم بروز منگل حضرت الشیخ کی ملاقات پاکستان کے دل کے سب سے بڑے معالج ڈاکٹر عبدالصمد صاحب سے طے تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ چند روز قبل حضرت الشیخ کو سینے میں کچھ درد کی شکایت محسوس ہوئی جس کے لئے ڈاکٹر عبدالصمد صاحب سے پہلے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ انہوں نے حضرت کو انجیو گرافی کرانے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ رپورٹ تو ٹھیک آئی لیکن درد کی شکایت اپنی جگہ برقرار تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں خود اپنی نگرانی میں دوبارہ انجیو گرافی کرونگا تب ہی مجھے اطمینان ہوگا۔ ڈاکٹر عبدالصمد صاحب، وہ معالج ہیں ایک ایسی پاک اور مخلص شخصیت کے حامل ہیں کہ گویا قرون اولیٰ کے اکابر کی یادگار ہیں اور آپ کو محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی زمانہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں کی خدمت اور ان کی بیش بہا دعائیں لینے کا شرف حاصل ہے۔

ڈاکٹر عبدالصمد صاحب اس دن خود حضرت الشیخ کے انتظار میں ہسپتال میں موجود تھے اور ہمارے تمام انتظامات خود ہی انجام دیئے۔ چنانچہ ان کے مشورے سے انجیو گرافی کے ساتھ ساتھ

حضرت عبد اللہ ابن مبارکؒ: آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟

خاتون: من یضلل اللہ فلا ھادی لہ ”جسے اللہ بھٹکا دے اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔ مراد یہ کہ میں راستہ بھول گئی ہوں۔

حضرت عبد اللہ ابن مبارکؒ: آپ کہاں سے آرہی ہیں؟

خاتون: سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ ”یعنی پاک ہے (خدا) جو اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا“۔ (مراد یہ تھی کہ میں مسجد اقصیٰ سے آرہی ہوں)۔

حضرت عبد اللہ ابن مبارکؒ: آپ یہاں کب سے ہیں؟

خاتون: ثلث لیال سویا ”برابر تین رات (سے)“

حضرت عبد اللہ ابن مبارکؒ: تمہارے کھانے کا کیا انتظام ہے؟

خاتون: والذی ھو یطعمنی ویسقین ”وہ (خدا) مجھے کھلاتا پلاتا ہے (یعنی کہیں نہ کہیں سے رزق مہیا ہو جاتا ہے)

حضرت عبد اللہ ابن مبارکؒ: کیا وضو کا پانی موجود ہے؟

خاتون: فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا ”اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کر لو (مطلب یہ کہ پانی نہیں مل رہا ہے سو تیمم کر لیتی ہوں۔)

حضرت عبد اللہ ابن مبارکؒ: کھانا حاضر ہے کھا لیجئے۔

خاتون: اتموا الصیام الی اللیل ”روزے رات کے آغاز تک پورے کرو۔ (اشارہ یہ تھا کہ میں روزے سے ہوں۔)

حضرت عبد اللہ ابن مبارکؒ: یہ رمضان کا مہینہ تو نہیں ہے۔

خاتون: ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم ”اور جو نیکی کے طور پر خوشی سے روزہ رکھے تو بے

احسن المفاہیم

محمد انور شاہ

قرآن کی زبان میں بات کرنے والی ایک نیک دل خاتون

یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن مبارک کے ساتھ پیش آیا تھا جو اپنے دور کے بڑے عابد، زاہد، محدث فقیہ اور حضرت امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید تھے۔ ہوا یہ کہ آپ سفر حج پر جا رہے تھے، وہاں سفر میں آپ کی ملاقات ایک سن رسیدہ خاتون سے ہوئی جو قافلے سے بچھڑ کر راستہ بھٹک گئی تھی اور درخت کے ایک تنے کے پاس بیٹھی تھی آپ اس کے پاس سے گزرے تو خاتون کو پریشان اور اداس پا کر آپ نے اس سے بات چیت کی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ خاتون آپ کی ہر بات کا جواب قرآنی آیات سے دیتی تھی۔ اس واقعے سے جہاں قرآن مجید کی جامعیت، وسعت کا پتہ چلتا ہے اسلاف کے اس سے عقیدت و محبت کا بھی کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ لیجئے وہ بات چیت ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

خاتون: سلام قولا من رب رحیمO

یعنی سلام تمہارے مہربان رب کا قول ہے، مراد یہ ہے کہ سلام کا جواب تو خدا تعالیٰ کی جانب سے ہے

خاتون: قُل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم "اور ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ (خواتین کا سامنا ہونے پر) نگاہیں نیچی رکھیں۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک: مدعا سمجھ گئے اور منہ پھیر کر ایک طرف کھڑے ہو گئے لیکن جب خاتون سوار ہونے لگیں تو اونٹنی بدکی اور خاتون کا کپڑا کجاوے سے الجھ کر پھٹ گیا اور وہ پکار اٹھیں۔

خاتون: وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم "تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہی کئے کرائے (کوتاہی اور لغزش) کا نتیجہ ہے۔" خاتون گویا حضرت عبداللہ ابن مبارک کو توجہ دلا رہی تھیں کہ یہاں کچھ مشکل پیش آ گئی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک سمجھ گئے اور اونٹنی کا پیر باندھا اور کجاوے کے تسمے درست کئے۔ خاتون نے حضرت عبداللہ کی مہارت و قابلیت کی تحسین کرنے کیلئے ایک آیت کے ذریعے اشارہ کیا۔

"ففھمنٰھا سلیمٰن "ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کو اس معاملے میں فہم و بصیرت دی۔

اور پھر جب سواری کا مرحلہ طے ہو گیا تو خاتون نے سواری کا آغاز کرنے کی آیت پڑھی "سبحٰن الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون "پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لئے مفید خدمت کے قابل بنا دیا ورنہ ہم اپنے بل بوتے پر اس قابل نہ تھے اور یقیناً ہمیں لوٹ کر (جواب دہی کیلئے) اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

اب حضرت عبداللہ ابن مبارک نے اونٹنی کی مہار تھامی اور حدی (عربوں کا مشہور نغمۂ سفر) پڑھتے ہوئے تیز تیز چلنے لگے۔

خاتون: واقصد فی مشیک واغضض من صوتک "اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز دھیمی رکھو۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک بات سمجھ گئے اور آہستہ آہستہ چلنے لگے اور گنگنانے کی آواز بھی پست کر دی۔

خاتون: فاقرءوا ما تیسر من القرآن "پھر قرآن میں جتنا کچھ آسانی کے ساتھ پڑھ سکو پڑھ لیں

شک اللہ تعالیٰ شکر گزار اور علیم ہے۔ (یعنی میں نے نفل روزہ رکھا ہے۔)

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ: لیکن سفر میں تو روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے۔

خاتون: وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون "اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ: آپ میرے جیسے انداز میں بات کریں۔

خاتون: مایلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید "وہ (انسان) کوئی بات نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کے پاس ایک مستعد نگہبان ضرور ہوتا ہے۔ (یعنی چونکہ انسان کے ہر لفظ پر ایک فرشتہ نگہبانی کرتا ہے اور اس کا اندراج ہوتا ہے اس لئے بربنائے احتیاط میں قرآن کے الفاظ میں ہی بات کرتی ہوں۔)

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ: آپ کس قبیلے سے تعلق رکھتی ہو؟

خاتون: ولا تقف ما لیس لک به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسئولا "جو بات تمہیں معلوم نہ ہو اس کے درپے نہ ہو، بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب کی طرف جواب دہ ہیں۔ یعنی جس معاملے کا پہلے سے آپ کو کچھ علم نہیں ہے اور جس سے کچھ واسطہ نہیں ہے اسے پوچھ کر اپنی قوتوں کو کیوں ضائع کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ: مجھے معاف کردیں میں نے واقعی غلطی کی۔

خاتون: لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم "آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اور اللہ تمہیں بخش دے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ: کیا آپ میری اونٹنی پر بیٹھ کر قافلے سے جاملنا پسند کریں گی؟

خاتون: وما تفعلوا من خیر یعلمه اللہ "اور تم جو نیکی کرتے ہو اللہ اسے جان لیتا ہے (یعنی اگر آپ مجھ سے یہ حسن سلوک کرنا چاہیں تو اللہ اس کا اجر دیگا۔)

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ: اچھا تو پھر سوار ہو جائیے" یہ کہہ کر حضرت نے اپنی اونٹنی بٹھا دی

تینوں آیتوں کو پڑھ کر خاتون نے بتا دیا کہ ان کے نام ابراہیم، موسیٰ اور یحییٰ ہیں۔)

حضرت عبداللہ ابن مبارک نے قافلہ میں ان کے ناموں کو پکارنا شروع کیا تو وہ تینوں نوجوان فوراً حاضر ہو گئے۔

خاتون (اپنے لڑکوں سے) فابعثوا احدکم بورقکم هذه الی المدينة فلينظر ايها ازكى طعاما فليأتكم برزق منه "اپنے لوگوں میں سے کسی کو اپنا سکہ (یعنی نقدی) دے کر شہر میں (کھانا خریدنے کیلئے) بھیجو وہ دیکھے کہ کونسا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے پھر اس میں سے تمہارے پاس روزی لے آئے (یعنی لڑکوں کو کھانا کھلانے کی ہدایت کی۔) اور جب کھانا لایا گیا تو خاتون نے حضرت عبداللہ ابن مبارک سے کہا:

خاتون: کلوا واشربوا هنيئا بما اسلفتم فی الايام الخالية "اپنی خوشی کھاؤ پیو بسبب اس اچھے کام کے جو تم نے گزشتہ ایام میں کیا اور ساتھ ہی دوسری آیت پڑھی جس کا منشاء تھا کہ میں آپ کے حسن سلوک کی شکر گزار ہوں۔ هل جزاء الاحسان الا الاحسان "نیکی کا بدلہ نیکی ہی سے ہو سکتا ہے۔
یہاں تک پہنچ کر یہ مبارک گفتگو ختم ہو گئی اور اس ضعیف خاتون کے لڑکوں نے حضرت عبداللہ ابن مبارک کو بتایا کہ ان کی والدہ چالیس سال سے اسی طرح قرآن ہی کے ذریعے گفتگو کر رہی ہیں۔

مہربانی ہوگی خود ہی (شعر و نثر) کے بجائے قرآن میں سے کچھ پڑھیے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ قرآن پڑھنے لگے اور خاتون نے اس پر خوش ہو کر کہا: وما یذکر الا اولوا الالباب "اور اہل دانش ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ نے کچھ دیر قرآن پڑھنے کے بعد کہا اے خاتون کیا آپ کے شوہر ہیں؟ (یعنی زندہ ہیں)

خاتون: یاایھا الذین اٰمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم "اے ایمان والو! ایسی باتوں کے متعلق نہ پوچھو جو اگر تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری معلوم ہوں (خاتون کا مطلب یہ تھا کہ اس معاملے میں سوال نہ کرو اور پھر پتہ چلا تھا کہ غالباً خاتون کے شوہر فوت ہو چکے ہیں) آخر کار ان دونوں نے قافلے کو جا پکڑا۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ: اس قافلے میں آپ کا کوئی بیٹا یا کوئی عزیز ہے جو آپ سے تعلق رکھتا ہے؟

خاتون: المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا "مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں (یعنی میرے بیٹے بھی اس قافلے میں شامل ہیں اور ان کے ساتھ مال و اسباب ہیں)

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ: آپ کے لڑکے قافلے میں کیا کام کرتے ہیں (موصوف کا مدعا یہ کہ ان کو پہچاننے میں آسانی ہو)

خاتون: وعلٰمٰت وبالنجم ھم یھتدون "اور نشانیاں ہیں اور ستاروں سے وہ راہ پاتے ہیں (مفہوم یہ تھا کہ وہ قافلے کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔)

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ: کیا آپ ان کے نام بتا سکتی ہیں؟

خاتون: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلاً وکلم اللہ موسٰی تکلیماً یٰیحیٰی خذ الکتٰب بقوۃ "اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو دوست بنایا اور موسیٰ سے کلام کیا اے یحییٰ اس کتاب کو قوت سے پکڑو (ان

تکمیل حفظ قرآن

صاحبزادہ محمد انور شاہ سلمہ ابن شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زر ولی خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ۲ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ بمطابق مارچ ۲۰۰۴ء کو قرآن کریم کا حفظ مکمل کیا اس موقعے میں عاجز نے ایک نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ اس نظم میں قرآن کریم اور حافظ قرآن کریم کے فضائل کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے مضامین کا بھی مختصر سا ذکر کیا گیا ہے اس لئے اس مناسبت سے اس نظم کو شمارے میں شامل کیا گیا ہے۔

قرآن اور حافظ قرآن

خدا کی اپنے بندوں پر کرم کی انتہا بھی ہے
یہی قرآن تصویر حیات مصطفیٰ بھی ہے
یہی دونوں جہاں کی کامیابی کا وسیلہ بھی
یہ ہر غم کا مداوا ہے یہ اک اکسیر دوا بھی ہے
نبیؐ محترم کے قلب اطہر پر ہوا نازل
یہ قرآن اسوۂ حسنہ کا گویا آئینہ بھی ہے

حفظ قرآن کے حیرت انگیز واقعات

محمد زاہد الکوثری

(۱)... امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سات روز میں قرآن کریم حفظ کیا۔

(۲)... جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم یاد کیا۔

(۳)... ہشام ابن کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے تین روز میں قرآن کریم حفظ کیا۔

(۴)... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔

(۵)... سلطان محی الدین اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے تاج و تخت ملنے کے بعد قرآن کریم خود حفظ کیا۔

(۶)... سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے چار سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔

(۷)... حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ عصر اور مغرب کے درمیان ایک قرآن کریم مکمل کرتے تھے۔

(۸) حضرت شہاب الدین سہروردی رمضان کے مہینہ میں ساٹھ (۶۰) قرآن ختم فرماتے تھے۔

(۹)... امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چار افراد ایسے گزرے ہیں جو ایک رکعات میں مکمل قرآن کریم پڑھتے تھے۔

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲) حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ۔

(۳) حضرت سعید ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ (۴) حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔

ملے کی سربلندی سارے کہتے ہیں تو ہر محشر

ہوا ہے آج پورا سب کا یہ ارماں مبارک ہو

اے انور شاہ تجھ کو شان ولی جو حفظ قرآں سے

یہ تقریب سعید اس شان کے شایاں مبارک ہو

دعا احسن کی ہے کہ علم کے افق پہ چمکے تو

تجھے اکرام رب اے حافظ قرآں مبارک ہو

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

انعام زندگی بھی ہے نظام بزمِ عالم بھی
یہ فضلِ کبریا بھی ہے عطائے مصطفےٰ بھی ہے

ہے دنیا کے لئے پیغام امن و آشتی قرآں
یہ مشعل تو رحمت بھی، شفا بھی کیمیا بھی ہے

ملے گا زندگی کی ایک اک مشکل کا حل اس میں
مسیحا بھی دوا بھی خود یہی دارالشفاء بھی ہے

ازل سے تا ابد ہر شے کا اس میں ذکر پاؤ گے
یہی تو ہے جو ہر شعبے میں اپنا راہنما بھی ہے

بڑی تفصیل سے فرعون کا انجام بھی اس میں
اسی میں ذکر پاکیزہ حیاتِ انبیاء بھی ہے

یہ جبریل امینؑ نے خود نبیؐ کو حفظ کروایا
کہ قرآن حفظ کرنا سنت خیرالوریٰؐ بھی ہے

مبارک تجھ کو انور شاہ سعادت حفظ قرآں کی
دعاؤں میں جناب مفتی صاحب کی دعا بھی ہے

تو اپنے نام کی ناموس کو قائم سدا رکھنا
کہ یہی نام تیری آن ہے تیری بقاء بھی ہے

مبارک ہو تجھے اے حافظ قرآں مبارک ہو
خدا کی تجھ پہ یہ توفیق یہ احسان مبارک

ترے کنبے پہ ہوتی ہے عنایت رب اکبر کی
خدائے لم یزل کا فضل بے پایاں مبارک ہو

19	محمد جابر	گلاب خان	وزیرستان
20	عبدالرشید	غلام یاسین	کراچی
21	ہدایت الرحمن	قاری عبدالرحمن	کراچی
22	محمد شفیع	عصمت اللہ	فیصل آباد
23	محمود الحسن	شربت خان	کوہاٹ
24	ملک دانش	ملک صدیق	بالاکوٹ
25	محمد شبیر	امیر حسین	جہلم
26	عتیق الرحمن	حبیب الرحمن	فیصل آباد

جامعہ عربیہ احسن العلوم سے ۱۴۲۷ھ بمطابق ۲۰۰۶ء میں سند فراغت حاصل کرنے والے طلبہ کرام کے اسماء گرامی

حفظ تا دورۂ حدیث

1	عبدالحکیم	محمد یونس	کراچی
2	بخت الرحمن	باآرے	شانگلہ
3	محمد عاصم	تاج ولی خان	صوابی، جہانگیرہ
4	خالد محمود	بشیر احمد	رحیم یار خان
5	محمد یونس	رحمت گل	مردان

شعبۂ تخصص فی الفقہ الاسلامی

1	محمد ہارون الرشید	ابوالکلام	کراچی
2	رحمت اللہ	قیوم الدین	مانسہرہ
3	شفیع اللہ	فضل اللہ	کراچی
4	عبدالحلیم کاکڑ	حاجی محمد نیک خان	ژوب
5	محمد انیس الرحمن	مولانا شمس العالم	کراچی
6	ساجد	انور حسین	کراچی
7	حسن زیب	محمد شہزاد	کراچی
8	غلام رسول	شیر بادشاہ	وزیرستان
9	سید ثاقب	سید ظفر	کراچی
10	طلحہ	سید ظفر	کراچی
11	سعید الرحمن باچا	سردار محمد حسین بادشاہ	کراچی
12	عبدالرشید	غلام محمد	ڈیرہ غازی خان
13	امین اللہ مدنی	حاجی رحمت قیوم خان	دیر بالا
14	عبدالقیوم حقانی	حاجی قربان	کراچی
15	محمد ماہیر	حاصل خان	نوشہرہ
16	محمد خالد	عبدالستار	کراچی
17	فرید اللہ	برکت خان	چترال
18	عبید اللہ	مولانا عبدالکریم	کوئٹہ

ثانیہ یا دورۂ حدیث

23	سید منیر صدیق	محمد زاہد	دیر
24	عبداللہ حقیار	محمد مکی	کرک
25	محمد خان	خواج محمد	ژوب
26	صفی اللہ	محمد زمین	بگرام
27	محمد سعید	عبدالمنان	وزیرستان
28	محمد فیصل	ابوالکلام	کراچی
29	نیاز الرحمن	حضرت یوسف	بگرام
30	محمود الحق	عبدالقیوم	بگرام
31	حق نواز	محمد ایاز	بگرام
32	محمد انور سرور	محمد صالح	قلات
33	محمد فاروق	محمد لائق	بگرام
34	احتشام الحق	اکرام الحق	کراچی
35	امین الرحمن	فتح الرحمن	کراچی
36	محمد امین	عبدالمجید	کوئٹہ
37	سید عبدالرؤف شکی	سید عبدالرزاق	ژوب
38	سید حکیم شاہ	افسر یوم	کالا ڈھاکہ
39	زبید احمد	حبیب احمد	کراچی
40	محمد ذیشان	محمد اسماعیل	کراچی

اعدادیہ تا دورۂ حدیث

نمبر	نام	ولدیت	مقام
6	فضل سبحان	غلام حضرت	باجوڑ ایجنسی
7	فضل احد	غلام حبیب	باجوڑ ایجنسی
8	محمد حنان	عبدالسلام	رحیم یار خان
9	عبدالخالق	یار محمد	ٹانک
10	محمد امین	شور خان	ٹانک
11	محمد زاہد	ہدایت اللہ	گلگت
12	محمد عظیم	خانزادہ	ٹانک

اولیٰ تا دورۂ حدیث

نمبر	نام	ولدیت	مقام
13	محمد ہمایوں مغل	جاوید [illegible]	کراچی
14	خادم حسین	محمد مختار	مظفر گڑھ
15	عبدالصمد	عبدالقدوس	کوئٹہ
16	محمد عارف	محمد یونس	کراچی
17	عبدالخالق	عبدالرحیم	کراچی
18	محمد عمیر قاسمی	محمد حنیف	کراچی
19	عنایت الرحمن	خورشید عالم	کالا ڈھاکہ
20	سید وحید حسین شاہ	سید [illegible] شاہ	مانسہرہ
21	محمد اسرار	محمد اسحاق	کراچی
22	محمد قاسم	[illegible]	[illegible]

74	محمد شکیل	صالح محمد	باغ
75	محمد نعیم شابوی	حاجی محمد اسلم	کوئٹہ
76	محمد ابرار	مولوی محمد نواز	کراچی
77	محمد اصغر	محمد انوار	کراچی
78	محمد ابوبکر	اللہ وسایا	ڈیرہ غازی خان
79	محمد یونس	عبدالرحیم	لاڑکانہ
80	عبدالعزیز	محمد بخش	ڈیرہ غازی خان
81	جواد نعیم	نعیم الدین	کراچی
82	سردار احمد	محمد صدیق	ڈیرہ غازی خان
83	محمد صبغت اللہ	مفتی محمد کلیم اللہ	وہاڑی
84	محی الدین	محمد ایاز	حیدرآباد
85	صفی اللہ	مولانا عبدالقادر	کراچی
86	افتخار احمد	اخلاق احمد	کراچی
87	انصار احمد	اخلاق احمد	کراچی
88	عنایت اللہ	نجیب اللہ	کرک
89			

سادسہ تا دورۂ حدیث

90	انعام الحق	مولوی محمد اشرف	مظفرآباد

ثالثہ تا دورۂ حدیث

41	محمد ہاشم	شیخ الحدیث مولانا عبد العزیز	لورالائی
42	غلام حیدر	خان محمد	مظفر آباد
43	محمد عمیر	محمد یونس	کراچی
44	محمد جہاد	محمد یونس	کراچی
45	محمد یونس	حاجی معراج گل	مردان
46	عبد الرزاق	محمد افضل	ڈیرہ غازی خان
47	محمد یحییٰ ذاکر	حاجی عبد الباقی	چاغی

خامسہ تا دورۂ حدیث

65	محمد منیر ارشد	مرزا عبد الصمد	کراچی
66	محمد الیاس	محمد اسماعیل	باغ
67	عمر فاروق	عبد الستار	ڈیرہ اسماعیل خان
68	سید فقیر شاہ	بادشاہ	شانگلہ
69	موسیٰ محمد	شیر علی	ٹانک
70	امجد اقبال	احمد حسین	باغ
71	ابو بکر صدیق	عبد الستار	ڈیرہ اسماعیل خان
72	ضیاء الرحمٰن	عبد اللطیف	شانگلہ
73	عبد الشکور	عبد الصمد	وزیرستان

110	زین العابدین	عبدالقادر	سوات
111	عبدالواحد	عبدالغنی	مستونگ
112	محمد طیب مغل	محمد توحید مغل	مظفرآباد
113	محمد فراز علی	علی محمد	کراچی
114	محمد شیراز علی	علی محمد	کراچی
115	حکمت اللہ	خدائے داد	چمن
116	محمد زاہد	آواز گل	کرک
117	محمد نعیم دشتی	رسول بخش	کراچی
118	عبدالسمیع	عبدالستار	کراچی
119	امداد اللہ خارانی	محمد ادریس	خاران

سابقہ دورۂ حدیث

120	محمد نور نوری	رشید احمد	کراچی
121	محمد عثمان حکیم	عبدالحکیم	کراچی
122	محمد ہاشم	حسین احمد	ژوب
123	محمد عرفان	محمد رمضان	کراچی
124	سخت اللہ مجددی	عنایت اللہ	کراچی
125	محمد اکرم	عبدالحق	کراچی

91	محمد رمضان	غلام حسین	ڈیرہ غازی خان
92	محمد ہارون	اللہ داد	خیر پور
93	عطاء اللہ	عبد العزیز	کراچی
94	فیاض حسین	غلام حسین	نیلم
95	عبد اللہ جرار	محمد موسیٰ	خضدار
96	عبد الغفور	نور الحکیم	کراچی
97	محمد علاؤ الدین	حبیب الرحمن	کراچی
98	محمد ادریس	محمد صدیق	کراچی
99	محمد طاہر	محمد صدیق	مظفر گڑھ
100	محمد خالد	ممتاز علی	کراچی
101	ممتاز حسین	غلام حسین	آزاد کشمیر
102	عبد الرزاق	عبد الحمید	گلگت
103	محمد طاہر	عزیز انور	آزاد کشمیر
104	عزیز اللہ	زبیر خان	گلگت
105	قاری محمد	محمد خان زاولی	ڈیرہ اسماعیل خان
106	خدائے داد	حاجی جمعہ	کوئٹہ
107	محمد صفدر بلوچ	اللہ داد	ڈیرہ غازی خان
108	ذوالفقار احمد	نثار احمد	مانسہرہ
109	بشیر احمد حقانی	نور احمد گرگناڑی	خضدار

142	ضمیر الدین عارف	غلام قادر	ڈیرہ غازی خان
143	نجیب اللہ	عبدالحنان	ہری پور
144	احسان اللہ	محمد بلال	سانگھڑ
145	غلام حسین	صفر علی	نوشہرہ
146	حضرت علی	شمس الرحمن	مردان
147	محمد نصیر	محمد سائیں	مظفرآباد
148	محمد نعیم اللہ	حاجی محمد مسکین خان	کراچی
149	امان اللہ	حمید اللہ	گلگت
150	محمد قاسم سراجی	عبدالحق	کراچی
151	کریم اللہ	لعل محمد	کراچی
152	صفدر اقبال	تکی محمد	ڈیرہ غازی خان
153	محمد احسان	مولانا محمد رمضان	کراچی
154	عزیز الرحمن	حاجی رضوان احمد	کراچی
155	بشیر احمد	غلام قادر	خضدار
156	علی اکبر	الٰہی بخش	خضدار
157	عبدالہادی	محمد احمد	مظفرگڑھ
158	حلیم اللہ	عبدالماجد	گوادر
159	محمد زاہد	اورنگزیب	شانگلہ
160	عبدالبشیر	مولانا عبدالستار	کوئٹہ

126	بادشان	محمد حیات	راولپنڈی
127	محمد یعقوب	عاشق حسین	کراچی
128	عبدالعزیز	یار محمد	گوادر
129	محمد عادل	محمد خان	گلگت
130	ظہیر اللہ	محمد اسحاق	بگرام
131	عبدالرحیم عابدی	عالم گل	وزیرستان
132	قدرت اللہ	محبوب احمد	ڈیرہ غازی خان
133	عبدالکریم	عبدالکبیر	قلعہ عبداللہ

دورۂ حدیث شریف

134	لطیف اللہ	مولوی عبداللہ	کراچی
135	امیر محمد	حاجی جمعہ خان	باجوڑ
136	محمد اشرف شیرانی	نواب خان	ڈیرہ اسماعیل خان
137	غلام اللہ شیرانی	غلام نبی	ڈیرہ اسماعیل خان
138	عبداللہ حقی	محمد آگل خان	کراچی
139	عبدالبصیر	عبدالحلیم	چترال
140	محمد اسماعیل	محمد حیات	بلوچستان
141	شہباز خان	عزیز اللہ	کوئٹہ

180	فضل الرحمن	محمد زمان	ڈیرہ غازی خان
181	حبیب الرحمن	فضل الرحمن	بگرام
182	فیض الجلال	عبدالجلال	چترال
183	عبدالرقیب سلطانی	عبدالودود	مردان
184	محمد زبیر	عبدالحمید	کراچی
185	جہانزیب	اسرار محمد	کراچی
186	شرف الدین	شمس اللہ	پشین
187	عبدالستار	حاجی عبداللہ	خضدار
188	محمد موسیٰ	محمد داؤد	وزیرستان
189	بادشاہ نورالحسن	شودہ خان	وزیرستان
190	ممتاز علی	میاں سید رشید	سوات
191	عبداللطیف	غلام رسول	کراچی
192	ابرار شاداب	محمد حسین خان	پونچھ
193	نورالرحمن	گل رحمن	دیر
194	محمد لقمان	تاج محمد	ایبٹ آباد
195	عبدالماجد	مولوی عبدالواحد	بلوچستان
196	عبدالجلیل	اللہ بخش	بلوچستان
197	سراج الدین	حبیب الرحمن	سوات
198	ابرار احمد	محمد ارشاد	پونچھ

161	امان اللہ	نور محمد	کراچی
162	تسلیم کوثر	حاجی سراج الاسلام	کراچی
163	سیف اللہ	شیرین سید	شانگلہ
164	عبداللہ وقاص	محمد وقاص	کراچی
165	محمد نعیم	عبدالکریم	کوئٹہ
166	تنویر الحق	اللہ دتہ	پونچھ
167	شبیر احمد	مولانا عبدالحمید	وزیرستان
168	احسان اللہ اصغر	محمد زرین	سوات
169	سید مقرب شاہ	سید مجرب شاہ	بگرام
170	عبدالحلیم	بارک الدین	کوئٹہ
171	نورالاسلام	رشید خان	کراچی
172	عبدالماجد	محمد یوسف	کراچی
173	ایوب جان	حاجی سعید احمد	کراچی
174	حمید اللہ	فیض محمد	چاغی
175	محمد الیاس	گمسرو خان	ڈیرہ اسماعیل خان
176	عنایت اللہ	شفیع محمد	تربت
177	نورالاسلام	ابی ذر	کراچی
178	فدا محمد	علی محمد	کوئٹہ
179	محمد عمران	محمد شمس الحق	کراچی

218	مشرف خان	محمد رفیق	بونیر
219	عبدالغفور حیدری	مولوی عبدالحمید	خپلی
220	محمد ایاز	عبدالودود	کراچی
221	سرتاج ہاشمی	ابراہیم میاں	سوات
222	عبدالستار شیرانی	حاجی ایام خان	ژوب
223	محمد صدیق	محمد	خیرپور خاص
224	سید عبدالرحمن	ایشان شاہ غریب	انبار
225	عبدالخالق	نواب	مچکور
226	محمد انور	حاجی لنگل خان	بٹگرام
227	محمد عابد	محمد گلزار خان	باغ آزاد کشمیر
228	فضل احد	فضل واحد	سوات
229	سلیم اللہ	محمد صالح	قلات
230	ابوبکر صدیق	حاجی احمد بخش	رحیم یار خان
231	عبدالسلام	ظاہر الدین	شانگلہ
232	عبداللہ چغرزئی	محمد شریف خان مرحوم	شانگلہ
233	محمد میر نعمانی	حاجی نور شاہ	کوئٹہ
234	ضیاء الرحمن	محمد یعقوب	بٹگرام
235	ابوطاہر	ابراہیم خلیل	کراچی
236	نجیب اللہ	محترم خان مرحوم	بٹگرام

199	ثناء اللہ	رحم دل	بلوچستان
200	سراج الدین	اسواج خان	مانسہرہ
201	عبدالمنان	عبدالقادر	ڈیرہ اسماعیل خان
202	صفی اللہ	عبدالقادر	ڈیرہ اسماعیل خان
203	امیر اللہ	حاجی سبحان	حیدرآباد
204	خیر اللہ کاکڑ	مولوی عتیق اللہ	ژوب
205	عبدالباری	محمد رحیم	خاران
206	عتیق الرحمٰن	عبدالغفور	کراچی
207	سید بادشاہ	گل محمد	دیر
208	سید قریش مغرزئی	خلیل احمد	بونیر
209	سید واحد شاہ	سید نوران شاہ	مانسہرہ
210	عبدالحمید	حاجی علی داد	خضدار
211	شہاب الرحمٰن ثاقب	عبدالرشید	کالا ڈھاکہ
212	قدرت اللہ ثاقب	غلام ربانی	حیدرآباد
213	عبدالقیوم	سرزمین	بلگرام
214	محمد رفیق	شرف الدین	مانسہرہ
215	خیر البشر	مولانا وکیل الرحمٰن	کراچی
216	سید داؤد شاہ	محمد ایوب	چارسدہ
217	عبدالسلام	دین محمد	کوئٹہ

مجموعہ رسائل

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب کے رسائل کا مجموعہ

(۱) احسن المطر فی تحقیق الرکعتین بعد الوتر (رات کی آخری نماز وتر ہونے کی تحقیق)

(۲) احسن المقال فی کراہیۃ صیام ستۃ شوال (شوال کے چھ روزوں کے مکروہ ہونے کی تحقیق)

(۳) احسن المسائل والفضائل (رمضان المبارک کے فضائل اور مسائل)

(۴) احسن المناسک (قربانی کے مسائل)

(۵) احسن التعلیم فی ما احدث بعد الصلوٰۃ والتسلیم (جماعتوں کے درود وسلام کی شرعی حیثیت)

(۶) پیغام مسرت (لاؤڈ اسپیکر کا مسئلہ)

(۷) صدر اول کے طبقات مفسرین

(۸) تقریر ختم بخاری

(۹) دعا خطبہ عید کے بعد ہی مناسب ہے

تمام رسائل ایک جلد میں یکجا چھپ کر بہت جلد منظر عام پر آرہے ہیں

ناشر احسنی کتب خانہ جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی

237	حافظ محمد اللہ	فضل احمد	کراچی
238	محمد اسماعیل	کمال الدین	کراچی
239	محمد ذیشان	محمد اسرائیل	کراچی
240	محمد اصغر	محمد انور	کراچی
241	محبوب اللہ	جمعہ سجدی	کراچی
242	عبدالباقی	قاری خدا بخش	کراچی
243	انجینئر	طوریا خان	مانسہرہ
244	انیس احمد	محمد اسلم خان	گلگت
245	گل احمد	حاجی قمر دین	کراچی

احسنی کتب خانہ و احسن العطور

(۱) تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور دیگر علوم وفنون پر تمام کتب دستیاب ہیں۔

(۲) ہر قسم کے فرانس سے درآمد شدہ بغیر الکحل کے پرفیوم اور دیسی عطریات کا خاص مرکز۔

(۳) گارنٹی شدہ خالص شہد اور خالص تیل بھی دستیاب ہے۔

(۴) اعلیٰ رومال اور گھڑیاں انتہائی مناسب قیمتوں پر دستیاب ہیں۔

احسنی کتب خانہ

جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی

فون نمبر 0300 - 2608763

ڈاکٹر فیض الرحمن فزیو تھراپی سروسز

پاکستان میں پہلی بار بیرون ملک سے سند یافتہ ڈاکٹروں کی زیر نگرانی جدید آلات کے ذریعے

درج ذیل امراض کا علاج کیا جا رہا ہے

نوٹ : خواتین کے لئے مکمل شرعی پردے کا انتظام ہے۔

(1) فالج ، لقوہ

(2) ذہنی جسمانی اور اعصابی کمزوری

(3) گردن اور کمر کا درد، جوڑوں اور پٹھوں کا درد

(4) بچوں میں ذہنی اور جسمانی معذوری

(5) بول چال اور زبان کی تربیت

اعلان مسرت

جس دوران ماہنامہ الاحسن کا "دورہ تفسیر نمبر" آخری مراحل میں تھا اسی دوران فقیہ الامت شیخ الحدیث والتفسیر میدان سیاست کے فاتح علوم دین ودنیا کے امام علماء اور اولیاء کے سرتاج وقت کے مسلمہ مفتی حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر "تفسیر محمود" منصہ شہود پر آئی دورہ تفسیر کے دوران اس عظیم علمی خزانے کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ حضرت مفتی صاحب کے تفسیری علوم کی نشرواشاعت پر ادارہ جامعہ عربیہ احسن العلوم اور ماہنامہ الاحسن انتہائی پرمسرت اور شکر گزار ہیں اور ہم اپنے تمام قارئین کو اس عظیم علمی سوغات کی آمد پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

مدیر اعلیٰ